ستارۂ دمشق

سیدہ سکینہ بنت الحسینؑ

تعاون :- برادر و ہمشیرہ

سیدہ فاطمہ شاہ کاظمی   سید حیدر عباس شاہ کاظمی

تالیف :- سیدہ ماہین شاہ کاظمی

”مناجاتِ امام حسین علیہ السلام در نماز شب“

اے پروردگار! مجھے ایک ایسی بیٹی عطا کر جس سے
میں بہت زیادہ محبت کروں اور وہ بھی مجھ سے بہت
زیادہ محبت کرے، وہ میرے سینے پر سوئے اور اس
کی قرابت سے مجھے سکون ملے“۔

انتساب!

یہ کتاب ہم شہزادی جناب زینب سلام اللہ علیہا و شہزادہ جناب سید ابوالفضل عباس علمدار علیہ السلام کے نام نامی معنون و منسوب کرتے ہیں۔ اس عقیدت کے ساتھ کے روزِ جزا کے دن جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے صدقہ میں یہ پاک ہستیاں ہماری شفاعت فرمائیں۔

ولادت، حالاتِ
بچپن و فضائل جناب
سکینہؑ

فصل اول

جناب سکینہؑ کے والدین

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے والد گرامی سردار کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں آپ جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام و جناب زہراؑ کے فرزند اور رسول خدا ﷺ کے نواسے تھے جناب سکینہؑ کے والد گرامی کے بارے میں رسول خداؐ کی مشہور حدیث یہ ہے:

حسینؑ منی و انا من الحسینؑ

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

(طبقات ابن سعد ترجمہ امام حسینؑ، ص ۲۷۔ کامل الزیارات، ص ۵۲، ح ۱۱، اہل تسنن نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۱۷۲، مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۷۷۔)''

جناب سکینہؑ کی والدہ گرامی امراء القیس کی بیٹی جناب ربابؑ تھیں۔

فہاذ میرزا سے روایت ہے کہ خلافت عمر کے زمانہ میں ایک شخص مسجد میں آیا اور وہ لوگوں کے سروں اور کاندھوں پر پاؤں رکھتا ہوا عمر کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

عمر نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ اور کس کام کے سلسلے میں آئے ہو؟

اس نے کہا: میں ایک نصرانی ہوں اور میرا نام امراء القیس بن عدی کلبی ہے اور میں اس لیے آیا ہوں تاکہ مسلمان ہو جاؤں۔ عمر نے اس کو نہ پہچانا اور دوبارہ اس سے حال احوال پوچھا تو اس نے پھر وہی جواب دیا۔ بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔ عمر نے اس کا نیزہ طلب کیا اور اس پر پرچم باندھ دیا اور انہیں قبیلہ قضاعہ کے مسلمانوں کا امیر بنا دیا راوی کہتا ہے میں نے کبھی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے ابھی دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور اسے مسلمانوں کا امیر بنا دیا جائے سوائے امراء القیس کے۔

(قمقام زخار، ج ۲، ص ۶۵۳؛ نفس المہموم ص ۵۲۷؛ ینابیع المودۃ، ص ۳۱۸ باب ۶۰۔)''

جناب امراء القیس عرب کے شریف ترین خاندان کی تلاش میں تھے تا کہ اپنی بیٹیوں کی شادیاں وہاں کروادے۔ واپسی میں ان کی نظر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام پر پڑی تو امراء القیس بھی ان کے پیچھے پیچھے گیا اور ان گھر آ کر ان سے رشتہ داری کی خواہش کی اور کہا: یا امیر المومنینؑ میری بیٹیاں ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ سے رشتہ داری کرلوں امراء القیس کی بیٹی سلمہ کا عقد امام حسنؑ سے ہوگیا جبکہ جناب ربابؑ ابھی سن بلوغ تک نہیں پہونچی تھیں امراء القیس نے طے کرلیا کہ جب ان کی چھوٹی بیٹی بڑی ہوجائے گی تو ان کا نکاح امام حسینؑ سے کروادیں گے۔ جناب ربابؑ جب سن بلوغ تک پہونچ گئیں تو ان کا نکاح امام حسینؑ سے ہوا اور آپ جناب سکینہؑ اور شہزادہ علی اصغرؑ کی والدہ بنیں۔

(خطیب آل محمدؐ۔)''

بڑی تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی کے بعد ابن اسحاق ہمدانی المتوفی ۳۱۲ھ کی کتاب مقتل الاسلام سے امر محقیق ہوسکا کہ امام حسینؑ کے ساتھ جناب ربابؑ کا عقد ۵۵ھ میں ہوا جو ایک محترم، شریف النفس، بلند کردار اور باوقار بی بی تھیں۔ انھیں کی بطن سے ۵۶ھ میں جناب سکینہؑ متولد ہوئیں جو امام حسینؑ کی بڑی عزیز اور چہیتی بیٹی تھیں۔ (تاریخ نسواں، ص ۲۳۶)''

ہشام کلبی کا کہنا ہے کہ:

وکانت الربابؑ من خبار النساء وا فضلھین

ربابؑ بہترین اور افضل ترین عورتوں میں سے ہیں۔

اور جناب ربابؑ کے والد عرب کے ایک عظیم خاندان کے اشراف میں سے تھے کہ جن کی امامؑ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت تھی۔ (قمقام زخار، ج ۳، ص ۶۵۴)''

مسلمان عورتوں نے اپنی اپنی صلاحیت واہلیت کے مطابق اسلام کے قانون ارتقا سے فائدہ اٹھایا۔

اس فضا میں بڑی بڑی نامور خواتین پیدا ہوئیں۔ ان ہی بلند مرتبہ اور نادرِ روزگار خواتین کی صف میں ایک مثالی خاتون جناب سکینہؑ کی والدہ گرامی جناب ربابؑ بھی ہیں۔ (سیدہ سکینہؑ، ص ۷۷)''

ابن اثیر نقل کرتے ہیں کہ (شہادت امام حسینؑ) کے بعد جناب ربابؑ کو دیگر قیدیوں کی مانند شام لے جایا گیا۔ جب وہ واپس مدینہ میں پہنچیں تو اشراف قریش میں سے کئی افراد نے ان سے شادی کی خواستگاری کی لیکن انہوں نے قبول نہ کی اور فرمایا:

ما کنت لا تخذ حمو بعد رسول اللہ

رسول خداؐ کے بعد کسی کو اپنا سسر نہیں بنا سکتی۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ ایک سال تک زندہ رہیں۔ جب جناب ربابؑ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جاتی تھیں تو جناب سکینہؑ کو اپنے ہمراہ لے جاتیں۔ جناب امام حسینؑ ان دنوں کی مفارقت سے اداس ہو جاتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

کان اللیل موصول بلیل

اذا زارت سکینۃ و الرباب

جب سکینہؑ اور ربابؑ کسی (عزیز) سے ملنے جاتی ہیں تو راتیں متصل یعنی طویل ہو جاتی ہیں۔

(منتخب التواریخ، ص ۲۴۳)''

جناب ربابؑ کا نسب

جناب ربابؑ امراء القیس بن عدی کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے دادا عدی کندی سلاطین کندہ کے آخری فرد اور صاحب سپاہ و پرچم تھے۔ (احسن السودہ ص ۲۹۱)''

طبری نے آپ کا شجرہ یوں بیان کیا ہے:

جناب ربابؑ بنت امراء القیس بن عدی بن اوس بن جابر

بن کعب بن علیم بن سہل بن کنانہ بن بکر بن عذرہ۔ (تاریخ طبری، ج ۱۳، ص ۱۹)"

آپ کی والدہ کے بارے میں سنی محقق جناب خاور عثمانی اپنی کتاب تاریخ نسواں میں رقم طراز ہیں کہ۔

ان کا نام زینب تھا اور وہ عثمان بن حنیف کی چچازاد بہن تھیں جو جنگ جمل کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔ (تاریخ نسواں، ص ۲۱۴)"

اس طرح جناب ربابؑ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے نجابت وشرافت کے بلند درجات پر فائز تھیں۔ (سیدہ سکینہ، ص ۷۸)"

جناب ربابؑ کی سیرت وکردار

صاحبان اخبار کا بیان ہے کہ:

جناب ربابؑ ایک صالح، دیندار، پرہیزگار، عبادت گزار، سلیقہ شعار اور رحم دل خاتون تھیں۔ آپ کی سرشت میں حق پرستی وحق آگہی، فرمانبرداری وجان نثاری ایثار وقربانی، صداقت ومحبت اور ضبط وتحمل کا جوہر بدرجہء اتم کارفرما تھا۔ علم وادب میں بچپن ہی سے آپ ممتاز تھیں اور اپنے قبیلے کی تمام لڑکیوں پر فوقیت رکھتی تھیں۔ درس وتدریس کا سلسلہ بھی آپ کی ذات سے وابستہ تھا جس کی وجہ سے گھر میں محلے اور قبیلے کی لڑکیوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔

امور خانہ داری کے تمام شعبوں میں آپ کو خصوصی مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ شادی سے قبل جب تک آپ اپنے والدین کے گھر رہیں، گھر کا سارا انتظام آپ ہی کے سپرد رہا اور شادی کے بعد جب آپ امام حسینؑ کے گھر میں داخل ہوئیں تو خانہ داری کے فرائض کی انجام دہی میں آپ کو کوئی پریشانی یا

وقت محسوس نہیں ہوئی، بلکہ آپ نے اس خوش اسلوبی کا مظاہرہ کیا کہ امامؑ نے متعدد بار یہ فرمایا کہ:

جس گھر میں ربابؑ اور سکینہؑ نہ ہوں وہ گھر مجھے پسند نہیں ہے۔ (طبری، ج ۱۳، ص ۱۹)''

علامہ راشد الخیری رقم طراز ہیں کہ:

جناب ربابؑ کی سلیقہ شعاری میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ وہ گھر میں کوئی فضول چیز نہیں رکھتی تھیں۔ کھانا وقت پر اور ضرورت کے مطابق پکاتی تھیں اور جب گھر کے تمام لوگ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو بعد میں خود کھاتیں اور جو بچ جاتا وہ کسی بھوکے اور محتاج کو کھلا دیتیں۔ کفایت اور نظم ان تمام کاموں میں جلوہ گر ہوتا۔ ان کے دستورِ خانہ داری میں غریبوں محتاجوں، بے کسوں اور یتیموں کی مدد بھی شامل تھی۔ (اسلامی خواتین، ص ۳۱۴)''

جناب سکینہؑ ولادت اور طالع مبارک

ابن اسحاق ہمدانی اپنی کتاب مقتل الاسلام میں رقم طراز ہیں کہ:

جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ بروز عید مباہلہ بتاریخ ۲۴ ذی الحجہ ۵۶ھ (بروز جمعہ بمطابق ۷ نومبر ۶۷۶) کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں اور جس وقت آپ اپنی مادر گرامی جناب ربابؑ کے ہمراہ کربلا کے سفر پر روانہ ہوئیں اس وقت آپ کی عمر تین سال ۷ ماہ ۴ یوم تھی اور آپ کے بھائی شہزادہ علی اصغر کل ۱۸ دن کے تھے۔ (تاریخ نسواں، ص ۲۳۹)''

بعض کی روایت کے مطابق جناب سکینہؑ کی ولادت ۲۰ رجب ۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ لیکن معتبر روایت یہی ہے کہ آپ ۲۴ ذی الحجہ کو متولد ہوئیں۔

طالع مبارک: آپؑ کا طالع مبارک ''عقرب'' ہے۔

نام اور لقب

علامہ صدرالدین واعظ قزوینی ریاض القدوس میں تحریر فرماتے ہیں:

امام حسینؑ اپنے ہر بیٹے کا نام علی اور ہر بیٹی کا فاطمہ رکھتے تھے نیز ان میں امتیاز کے لیے القاب معین فرماتے تھے جیسے علی اکبرؑ، علی اوسط، علی اصغرؑ وغیرہ یا جیسے فاطمہ کبریٰؑ فاطمہ صغریٰؑ، اسی طرح جناب سکینہؑ کا نام بھی فاطمہ اور لقب سکینہؑ تھا۔ (ریاض القدوس، ج ۲، ص ۲۰۷)''

الحضارۃ الاسلامیہ میں ہے کہ جب جناب سکینہؑ کی ولادت ہوئی تو امام حسینؑ نے ان کا نام فاطمہ اور جناب ربابؑ نے رقیہ تجویز فرمایا۔ (الحضارۃ الاسلامیہ، ج ۲، ص ۹۲)''

صوفی بزرگ کریم عطا شاہ اپنی کتاب تذکرۃ الصالحین لکھتے ہیں کہ:

جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ کے اصل ناموں پر پردہ ڈالنے کے لیے اموی اور عباسی دور کے مورخین نے آپ کا نام امینہ، آمنہ اور امیمہ وغیرہ تحریر کیا ہے جو آل رسولؐ سے تعصب و عداوت کا نتیجہ ہے۔ (تذکرۃ الصالحین، ج ۲، ص ۹۲)''

جناب سکینہؑ کے بہت سے اسماء مبارک تھے آپ کی نام فاطمہ کنیت معصومہ، عاتکہ، زینب، ام کلثوم اور رقیہؑ تھا لیکن مورخین بیان کرتے ہیں کہ آخر اس شہزادی کا لقب سکینہؑ کیوں پڑا؟ اس کا جواب مورخین نے لکھا ہے کہ یہ عربوں کا قاعدہ تھا اس لیے امام حسینؑ نے ایک بار شعر پڑھا تھا کہ جب ربابؑ سکینہؑ کو لے کر میکے چلی جاتی ہے تو گھر سُونا ہو جاتا ہے اور جب تک میری بیٹی سکینہؑ رہتی ہے تو مجھے سکون ملتا ہے۔ پس جو سکون عطا کرے اسے عربی میں سکینہ کہتے ہیں۔

یہ لفظ قرآن کریم میں آیا ہے سکینہ، تسکین اور سکون کے معنی ہیں

هو الذی انزل سکینة فی القلوب المومنین لیزدادو ایماناً مع ایمانهم

وہی خدا ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل کیا ہے تا کہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے۔ (سورہ فتح، آیت ۴)''

لفظ سکینہؑ کے بارے میں علماء کی صراحت ہے کہ اصل لفظ سُکینہ ہے جو کثرت کی استعمال کی بنا پر سکینہ مستعمل ہو گیا اس لفظ کے لغوی معنی سکون، آرام اور راحت کے ہیں شاید اسی لیے امام حسینؑ آپ کو پیار سے ''سکینہؑ'' کہتے تھے کیونکہ اس شہزادی کی قرابت سے آپ کو دلی سکون ملتا تھا۔

(سکینہؑ سکینہؑ ہے، ص ۸۴)''

(۲) نام رقیہؑ

جناب سکینہؑ کا اصل نام ''رقیہؑ'' تھا۔ جناب ربابؑ جو آپ کی مادر گرامی تھیں کی طرف سے یہ نام تجویز کیا گیا تھا۔ لفظ رقیہ ''رقی'' سے شروع ہوتا ہے جس کے معنی ''بلندی پر چڑھنا اور ترقی کرنا''۔ یہ نام اسلام کے بعد نہیں، بلکہ جزیرۂ عرب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پہلے بھی رکھا جاتا تھا۔

نمونہ عنوان کے طور پر جناب ہاشم (جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد تھے) کی دختر کا نام بھی رقیہؑ تھا جو حضرت عبداللہؑ (پدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پھوپھی تھیں۔ (بحار الانوار، ج ۱۵، ص ۳۹)''

اس کے علاوہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بہن کی بیٹی کا نام بھی ''رقیہ'' تھا۔ (جسے غلط فہمی کے باعث لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی دختر سمجھتے ہیں۔ درحقیقت یہ رقیہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بہن کی بیٹی تھی۔ کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا غیر شادی شدہ تھیں اور تاریخ میں بھی یہی ہے کہ آپ کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں جو

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ہیں۔) پس نام ''رقیہ'' نے دنیائے اسلام میں خوب شہرت حاصل کی اور اسلام کو خوب زینت بخشی۔

جنابِ سکینہؑ کے مصائب اور امامؑ کا گریہ

جناب محسن نقوی فرماتے ہیں کہ جب جناب سکینہؑ پیدا ہوئیں تو امام حسینؑ نے جناب ربابؑ سے فرمایا: میری بچی کو میرے پاس لے آؤ۔ جناب ربابؑ اپنی گود میں جناب سکینہؑ کو لے آئیں۔

امام حسینؑ نے کہا: بسم اللہ! آخر اس دنیا میں میری بچی آگئی آپ نے اس لفظ کو کئی مرتبہ دہرایا اور پھر گریہ کرنا شروع کیا۔

جناب ربابؑ نے امام حسینؑ سے پوچھا: آقا! ہم اپنی پیاری بچی کو کس طرح پیار کریں؟ (یعنی جب نومولد اس دنیا میں آتا ہے تو سب سے پہلے والدین اسے پیار کرتے ہیں) یہ سننا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسوں سے جاری ہو گئے اور آپ نے جناب سکینہؑ کے گلے مبارک سے کپڑا ہٹا کر شہزادی کے گلے کا بوسہ دیا اور پھر جناب ربابؑ سے فرمایا: ربابؑ تم اس کے قدموں کو چومو۔

بی بی ربابؑ نے قدموں کو چومنے کا سبب پوچھا تو امام حسینؑ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا: ربابؑ یہ بچی ۳ سال کی عمر میں اتنا سفر کرے گی کہ جتنا سجادؑ نے بھی اس عمر میں سفر نہ کیا ہوگا اور پھر واقعہ کربلا کی ساری داستان سنائی یہ سن کر جناب ربابؑ بے ساختہ رونے لگیں اور آپ نے جناب سکینہؑ کے قدموں کا بوسہ دیا۔ (خطبات محسن)''

جنابِ سکینہؑ کی پہلی غذا

روایت میں ہے دنیا میں وارد ہونے کے بعد جناب سکینہؑ کو پہلی غذا جو فراہم ہوئی وہ امام حسینؑ کے لعاب دہن پر مشتمل تھی۔

چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ احمد بن محمود (المتوفی ۷۱۰ھ) کا بیان ہے کہ ولادت کے بعد جناب سکینہؑ نے دو دن تک اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا جس کی وجہ سے جناب ربابؑ سخت متفکر و پریشان ہوئیں تیسرے دن جب اس واقعہ کی اطلاع امام حسینؑ کو ملی تو امام حسینؑ تشریف لائے اور فرمایا: اے ربابؑ! میری بچی کو تھوڑی دیر کے لیے مجھے دے دیجیے۔ جناب ربابؑ نے حکم کی تعمیل کی۔ امامؑ نے جناب سکینہؑ کو آغوش میں لیا، سینے سے لگایا، پیار کیا، پیشانی کا بوسہ دیا اور کان مبارک میں کچھ کہا، اس کے بعد اپنی زبان مبارک بچی کے دہن میں دے دی۔ جناب سکینہؑ ایک طرف زبان امامت چوس کر سیراب ہو رہی تھیں اور دوسری طرف امامؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

جناب ربابؑ کی نظر امامؑ کے چہرے پر پڑی گھبرا کر پوچھا: آقا! کیا اس بچی کی ولادت آپ کے اس کرب و اضطراب کا سبب ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا: ربابؑ! میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن یہی بچی بے آب و گیاہ میدان میں تین دن کی بھوکی و پیاسی خالی کوزہ ہاتھ میں لیے العطش العطش کی صدائیں بلند کر رہی ہوگی اور نرغہ اعدا میں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے کربلا میں رونما ہونے والے مصائب و آلام کا تذکرہ فرمایا جسے سن کر جناب ربابؑ اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہوگئیں۔ (مدارک التنزیل، ج ۲، ص ۶۱۴)"

برادر و خواہر

اولاد امام حسینؑ کی تعداد کے متعلق مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے کوئی لکھتا تعداد دس تھی کوئی لکھتا ہے تعداد چھ تھی اور یہی معتبر ہے آقائے باقر دہدشتی نے الدمعۃ الساکبۃ میں امام حسینؑ کی چار بیٹیاں لکھی ہیں فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، سکینہ، رقیہ۔ رقیہ اور سکینہؑ ایک ہی شخصیت کا نام ہے لہذا تعداد دختران تین بنتی ہے جناب سکینہؑ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں بھائیوں میں امام زین العابدینؑ جن کی والدہ

گرامی جناب شہر بانوؑ تھیں، شہزادہ علی اکبرؑ جن کی والدہ جناب ام لیلیٰؑ اور شہزادہ علی اصغرؑ جو آپ کے مادری بھائی تھے۔ بہنوں میں جناب فاطمہ کبریٰؑ جن کی والدہ جناب شہر بانو بنت یزدجردؑ تھیں اور آپ خواہر امام سجادؑ تھیں اور جناب فاطمہ صغریٰؑ جن کی والدہ جناب ام لیلیٰؑ تھیں۔ (روایت اور تاریخ کے مطابق امامؑ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی محسنؑ رکھا گیا تھا اس معصوم کے بارے کہا جاتا ہے جب قافلہ امام مظلومؑ حلب شہر میں پہنچا تو امامؑ کی بی بی اس معصوم سے حاملہ تھیں جسے ہی جوشن نامی پہاڑ پر سے یہ قافلہ گزرا تو جناب محسنؑ ساقط ہو گئے اور آج بھی ان کی زیارت گاہ شہر حلب میں ہے۔ روایت میں ہے کہ امامؑ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام خولہ تھا جو ۶ مہینے کی تھی اور بعض کے مطابق ۲ سال کی تھی کہتے ہیں جب قافلہ لبنان کے شہر بعلبک میں پہنچا تو سفر کی صعوبتیں نہ برداشت کرتے ہوئے جناب خولہؑ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں امام زین العابدینؑ اپنی چھوٹی بہن کو دفنایا اور قبر کی پہچان کیلئے ایک درخت لگا دیا آج بھی لبنان میں اس شہزادی کی قبر اطہر موجود ہے جس کے اوپر شاندار روضہ تعمیر کیا گیا اور وہ درخت بھی موجود ہے جو امام سجادؑ نے اپنے دستِ مبارک سے لگایا تھا۔ لیکن کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ جناب خولہ اور محسن حسین اثرم ابن امام حسنؑ کے بچے ہیں واللہ علم)

جناب سکینہؑ کی بچپن کی کچھ یادیں

جناب سکینہؑ کی ساری زندگی (تین یا چار سال) ان کی دادی جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کی طرح تعمیری اور بامقصد یادوں سے بھری ہوئی ہیں نمونے کے طور پر ہم ذیل میں کچھ یادوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) شرم وحیا کی ملکہ

جناب سکینہؑ کا سن مبارک جب ۲ سال کا ہوا تو آپ نے والدہ گرامی سے چادر کا مطالبہ کیا اور ۲

سال کے سن میں آپ نے رداؤڑھی تا کہ کسی غیر یا نہ محرم مرد کی نگاہ نہ پڑھے حالانکہ اس وقت شہزادی کا سن مبارک صرف ۲ سال کا تھا لیکن یہ رسول خداؐ کا گھرانہ ہے کہ جہاں جو بھی بچی پیدا ہوئی شرم وحیا کی ملکہ کہلائی۔

جناب سکینہؑ شرم وحیا کی ملکہ ہیں اس کے لیے صرف دو مثالیں پیش کرنا ہی کافی ہے:

(۱) جب شام غریباں کو آپ کی چادر شقی لے گئے تو آپ نے اپنے پھوپھی سے چادر کا مطالبہ کیا۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۳۷۶)''

(۲) دربار یزید لعین میں چادر نہ ہونے کی وجہ سے آپ اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ چھپا رہی تھیں۔ (سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۵۸۳)''

(۲) خدا سے خالص عشق

جناب سکینہؑ بچپن ہی سے مذہب کی پابند تھیں نماز کو پابندی سے پڑھا کرتی تھیں قرآن پاک بڑی خشوع سے پڑھتی تھیں اور ہر وقت آپ پر یاد خدا غالب رہتی تھی۔

سید آغا مہدی لکھنوی کتاب سکینہ بنت الحسین میں لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ نے اتنی مصیبتوں کے باوجود قید خانہ شام میں نماز شب کو ترک نہیں کیا۔ (سکینہؑ بنت الحسینؑ، ص ۳۱)''

(۳) جناب سکینہؑ کی عادات واطوار

جناب سکینہؑ کے چہرے مبارک پر ہمیشہ میٹھی مسکراہٹ رہتی تھیں آپ اپنے دل کے بات سب کے ساتھ شیر کرتی تھیں۔ جناب سکینہؑ عام بچوں کی طرح نہیں تھیں سب گھر والے جناب سکینہؑ کو بہت چاہتے تھے جناب سکینہؑ کو کبھی بھی زمین پر پیدل چلنے نہیں دیتے تھے اس لیے کہ یہ شہزادی سب کی لاڈلی تھی۔

آپ اپنے چچا جناب عباسؑ جو امام حسینؑ کے بھائی تھے سے بہت مانوس تھیں اور اکثر ان کے گھر جایا کرتی تھیں جہاں وہ اپنی مادر گرامی جناب ام البنین سلام اللہ علیہا کے ساتھ رہا کرتے تھے جناب سکینہؑ کو دیکھ کر جناب عباسؑ انہیں اپنی گودی میں اٹھاتے تھے اور پیار سے اپنی گود مبارک میں بیٹھا کر کھلاتے تھے جناب سکینہؑ اگر کسی بھی چیز کا تذکرہ جناب عباسؑ سے کرتی تھیں تو مولاؑ اسی وقت وہ چیز آپ کو منگوا کر دیتے تھے۔

(۴) کھجوریں اور شب گذاری

علامہ محسن نقوی فرماتے ہیں امام حسینؑ نماز صبح پڑھ کر جناب سکینہؑ کو اپنی گودی میں بٹھاتے تھے اور بصرہ کی کھجوریں کھلاتے تھے۔ (خطبات محسن۔)''

علامہ جواد ساباطی کتاب براہین ساباطیہ میں لکھتے ہیں کہ شب کا حصہ جناب سکینہؑ اپنے والد گرامی حضرت امام حسینؑ کیساتھ گزارتی تھیں اور ان کے سینے پر سوتی تھیں براہین ساباطیہ میں روایت ہے کہ جناب سکینہؑ کی ولادت کے بعد امام حسینؑ نے عاشور تک جناب سکینہؑ کو اپنے سینے سے جدا نہیں کیا۔

(براہین ساباطیہ، ص ۳۱۴)''

امام حسینؑ جناب سکینہؑ کو اپنے سینے پر سلاتے تھے اور اسلامی جنگوں کے قصے سناتے تھے کبھی رسول خداؐ کی بہادری کے قصے سناتے تھے تو کبھی شیر خداؑ کی بہادری کے قصے سناتے تھے اور پیار سے جناب سکینہؑ کے بالوں پر دست مبارک پھیرا کرتے تھے جناب سکینہؑ سو جاتی تھیں تب امام حسینؑ ان کا سر اقدس اپنے سینے سے ہٹا کر اور تکیہ پر سلا کر نماز شب کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

(۵) عفو و ایثار

جناب سکینہؑ اپنی دادا اور دادی کی طرح بھی اس کمسنی میں سخی تھیں روایت کے مطابق لشکر حر کے

پیاسے رسالے کو سیر و سیراب کرتے وقت جناب سکینہؑ (جن کی عمر اس وقت چار سال چند یوم کی تھی) بچوں کی قیادت کر رہی تھیں اور اپنی مشکیں جو پانی سے پُر تھیں وہ بھی لشکر حر کے حوالے کر دیا۔

ایک فوجی جو کے اس وقت سخت پیاسا تھا پیاس کی شدت سے اس کی زبان میں کانٹے پڑ گئے تھے قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتا اس کی حالت دیکھ کر جناب سکینہؑ کو بہت رحم آیا اور اپنی مشک جناب علی اکبرؑ کو دی تا کہ اسے پانی پلائے مگر وہ اس قدر بدحواس تھا کہ کوزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر شہزادہ علی اکبرؑ نے انہیں پوری مشک دے دی پھر بھی اس سے پیانہ جا رہا تھا آخر کار امام حسینؑ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے اسے پانی پلایا۔

(تصویر کربلا، ص ۲۳۰: تذکرۃ الصالحین، ص ۲۱۰)"

اس طرح جناب سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنے ایثار اور سخاوت کے ذریعے لشکر حر کی پیاس کو اپنی پیاس کی تلخی پر ترجیح دی۔

(۶) کھیل

کھیل ہر بچے کی روحانی تسکین ہوتی ہے سورہ یوسف میں ہے ارسلہ معنا غدا یرتع ویلعب وانا لہ لحفظون (آیت:۱۲) (برادران یوسف نے اپنے باپ سے کہا) آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے وہ خوب کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔ اس پر حضرت یوسفؑ نے اظہار رضامندی ظاہر کی یعنی خوشی کا اظہار کیا۔ یعنی انبیاء بھی کھیل کو دوست رکھتے تھے یہاں پر قرآن کریم اس آیت میں واقعہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا رہا ہے انبیاء کرام بھی کمسنی میں کھیلتے تھے اور یہ تو انسان کی جسمانی اور روحانی ورزش ہے اور بچوں کے لیے ایک مزہ اور باعث خوشی ہے۔ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ بھی بچپن میں کھیلے تھے کبھی خط لکھنے کا مقابلہ ہوا، کبھی

نانا کے دوش پر سواری، تو کبھی اچھا وضو کرنے کا مقابلہ امام حسنؑ کے کھلونے بھی مدینہ میں تھے لیکن بنی امیہ کے خلافت کے دور میں ان کو توڑ دیا گیا تا کہ کوئی بھی نشانی باقی نہ رہے۔

اسی طرح جناب سکینہؑ بھی کمسن تھیں اور وہ اپنی بہن جناب فاطمہ صغریٰؑ کے ساتھ کھیلتی تھیں

اس طرح جناب سکینہؑ اور لبنانی معزور لڑکی آپس میں کھیل رہی تھیں ۔ یہ ایک معجزہ ہے جس میں جناب سکینہؑ ایک لبنانی لڑکی کے ساتھ کھیلی تھیں اور اس کی ٹانگیں ٹھیک ہو گئیں وہ معجزہ اس کتاب کے باب معجزات میں بیان کیا گیا ہے۔

(۷) کھیل کے دوران پیاس

دن جناب سکینہؑ کو کھیل کے دوران پیاس لگتی تھی جب شہزادی کھیلتے کھیلتے تھک جاتی تو فوراً اپنے چچا جان کے پاس جاتیں اور کہتی تھی: چچا جان! بہت پیاس لگی ہے؟

تو جناب عباسؑ فوراً اسی وقت پانی پلا دیتے لیکن ہائے اس شہزادی پر ایک وقت ایسا آیا کہ پانی مانگتی رہی اور فوج اشقیاء اس شہزادی کو دکھا دکھا کر پانی پیتے تھے۔

امام حسینؑ کی جناب سکینہؑ سے محبت

محبت اور نفرت دو ایسی قلبی واردات ہیں جن کی تعبیر میلان نفس اور اغراض قلب سے کی جاتی ہے۔

جب انسان کا دل کسی شے یا شخصیت کی طرف کھنچنے لگتا ہے تو اسے ''محبت'' کہتے ہیں اور جب دل مخرف ہو جاتا ہے تو اس کی تعبیر ''نفرت'' سے کی جاتی ہے۔

یوں تو امام حسینؑ کے دل میں اپنی ہر اولاد، ہر عزیز، ہر ناصر اور مددگار کے لیے محبت کا ایک بیکراں سمندر کروٹیں لے رہا تھا مگر خصوصی طور پر جو محبت آپؑ کو اپنی چھوٹی بیٹی جناب سکینہؑ سے تھی اس کی

مثال زمانہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جناب سکینہؑ یوں تو گھر بھر کی چہیتی تھیں لیکن امامؑ انھیں بہت چاہتے تھے اور یہ انسانی فطرت بھی ہے کہ باپ کی محبت کا رجحان بیٹی کی طرف زیادہ ہوتا ہے پھر امام حسینؑ کے گھرانے کی روایت رہی ہے کہ آپ کے نانا حضرت رسول خداؐ اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ سے بہت محبت کرتے تھے اور بے انتہا چاہتے تھے اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام اپنی بیٹی جناب زینبؑ سے بے حد محبت فرماتے تھے امام حسینؑ کو جناب سکینہؑ سے کتنی محبت تھی، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل روایات سے ہوتا ہے:

(۱) علامہ جواد ساباطی لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ کی ولادت سے لیکر عاشور تک امام حسینؑ نے انہیں اپنے سینے سے جدا نہیں کیا۔ (براہین ساباطیہ، ص ۳۱۴)"

(۲) جناب سکینہؑ کی آرام گاہ ان کے بابا کا سینہ تھا جب تک وہ اپنے پدر بزرگوار کے سینے پر نہیں سوتی تھیں انھیں نیند نہیں آتی تھی۔ (تذکرۃ الصالحین، ج ۲، ص ۱۰۴)"

(۳) عباسقلی سپہر کتاب طراز المذہب میں لکھتے ہیں امام حسینؑ کی صاحبزادی جناب سکینہؑ اگر چند لمحوں کے لیے بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی تو وہ بے چین ہو جاتے تھے۔

(طراز المذہب، ص ۴۱۰)"

فالسبط بها حبا فما زالت لدیه یشمها کالورد یعنی اس بچی (سکینہؑ) کی محبت کا بابا کے دل میں ایک مقام تھا۔ ہمیشہ اپنے بابا کے پاس بیٹھتی اور امامؑ اپنی شیریں زبان معصوم بچی کو پھول کی مانند گود میں لیتے تھے، چومتے تھے اور خوشبو بھی لیتے تھے۔ جناب سکینہؑ کو رات کو اپنے بابا کے پاس سوتی تھیں۔ (مدینہ سے مدینہ تک، ص ۵۴۱)" اور جناب سکینہؑ اپنے بابا کو گلدستے کی مانند چومتی رہتی تھی

(سردار کربلا، ص ۳۴۳)"

حجاب کی محافظت

اسلام نے عورتوں کے لیے جو فرائض معین کیے ہیں ان میں سرفہرست حجاب کی حفاظت ہے۔

قرآن مجید نے چار (نور۔۳۰، احزاب، ۳۲، ۳۳ و ۵۹۔) "آیتوں میں عورتوں کے لیے حجاب کی واجب ہونے کی وضاحت اور چودہ آیتوں میں حجاب کے بارے میں خبردار کیا ہے۔

(نور: ۲، ۲۳، ۲۷، ۳۰، ۳۱، ۲۳، ۵۸، ۸۹، ۶۰، احزاب: ۲۳ و ۶۰، قصص: ۲۶)"

جناب سکینہؑ بھی اس سلسلے میں بھی اپنی دادی جناب فاطمہ الزہراؑ اور اپنی پھوپھیوں کی طرح بے نظیر تھیں۔

جناب سکینہؑ اپنے حجاب کی حفاظت میں بے مثال تھیں، زندگی کی ابتدائی دور سے لے کر عاشورہ کے دن تک کسی نے بھی جناب سکینہؑ کو نہیں دیکھا تھا۔ اور جہاں شہزادی سکینہؑ کو کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک چادر نہیں ملی تو اسوقت شہزادی نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ چہرے کو چھپایا۔

جناب فاطمہ زہراؑ سے آپ کی شباہت

جناب سکینہؑ کے احترام واکرام کے بارے معصومین نے تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک امام حسینؑ آپ کا اسطرح احترام کرتے تھے، جس طرح اپنی والدہ گرامی کا احترام کرتے تھے۔ جناب سکینہؑ کی زندگی کو اگر غور سے دیکھا جائے اور پھر جناب سیدہ زہراؑ کی زندگی مبارک کو غور سے دیکھا جائے تو ایسا ضرور سوچیں گے کہ جناب سیدہؑ و جناب سکینہؑ کی زندگی میں کوئی فرق ہی نہیں ہے جس طرح جناب فاطمہ زہراؑ پر ظلم وستم ہوئے تھے وہی جناب سکینہؑ پر ہوئے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جناب سیدہ زہراؑ نے جب اس دنیا سے رحلت فرمائی تھی تو اس وقت آپ کا سن مبارک بہت کم تھا یعنی ۱۸ سال کا تھا اسطرح جناب سکینہؑ نے جب اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اس وقت

آپ کا سن مبارک ۴ یا ساڑھے تین سال کا تھا۔

(۲) جناب سیدہ زہراؑ کو اپنے بابا جناب رسول خداؐ سے بہت محبت تھی اور ان کی شہادت کے بعد جناب سیدہؑ ہر وقت اپنے بابا کیلئے روتی رہیں اور کبھی سکون نہ پاسکیں۔ جناب سکینہؑ کو اپنے بابا امام حسینؑ سے بہت محبت تھے اور امامؑ کی شہادت کے بعد جناب سکینہؑ بہت زیادہ روئیں اور امامؑ کی شہادت کے بعد کوئی روایت ایسی نہیں ملتی ہے کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ جناب سکینہؑ بعد شہادتِ امامؑ کہیں سوئی ہوں۔

(۳) جناب سیدہؑ اپنے بابا کے غم میں اتنا روئیں کہ ایک دن آپؑ کے بابا کی امت کے لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا: یا بنت نبی آپ کے رونے سے ہمارا کاروبار خراب ہو جاتا ہے اور راتوں کو ہماری نیندیں حرام ہو گئی ہیں آپ اپنے رونے کا وقت مقرر کرلیں یا صبح کو روئیں یا شام کو۔ اس سبب سے شہزادی کو روزانہ جناب امیرؑ قبر رسولؐ پر لے جاتے تھے اور شہزادی دن بھر وہیں گریہ وزاری کرتی تھیں۔ اسطرح جناب سکینہؑ کے رونے پر پابندی لگائی گئی شہزادی قید خانہ میں اپنے بابا کے لیے اتنا روئیں کہ ایک دن یزید ملعون کے لوگ قید خانہ شام میں امام سجادؑ کے پاس آئے اور کہا: کہ شام کی عورتیں یزید کے پاس آکر کہہ کہ گئیں ہیں کہ اس قید خانہ میں ایک بچی کے رونے سے ہماری بچیاں جاگ جاتی ہیں۔ اور اس بچی کو کہیں علیحدہ قید کرلو تا کہ اس کے رونے کی آواز ہم تک یا ہماری بچیوں تک نہ پہنچے اس حکم کے تحت جناب سکینہؑ کو قید خانہ کے ساتویں زندان میں قید کیا گیا جہاں نہ روشنی تھی نہ اجالا تھا اور نہ ہی ہوا تھی۔

(۴) جناب سیدہؑ کو بعد شہادت جناب رسول خداؐ امت کے بدبخت نے طماچہ مارا اور پہلو اقدس پر تازیانہ مارا جس کے سبب شکم مادر میں جناب امام محسنؑ شہید ہو گئے اور شہزادی کا

پہلو مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ اسطرح بعد شہادت امام حسینؑ جناب سکینہؑ کو شمر ملعون نے پہلا طمانچہ شام غریباں کے وقت مارا تھا اور آپ کے کانوں مبارک سے گوشوارے چھین لیے اور تازیانوں سے مارا جس سے شہزادی کا سارا جسم نازنی زخمی ہو گیا۔

(۵) جناب سیدہ زہراؑ کا پہلو مبارک زخمی تھا جس کے سبب آپکا ایک دست مبارک درد کی وجہ سے پہلو اقدس پر رکھا ہوتا تھا۔ اسطرح جناب سکینہؑ کا دست مبارک درد کی وجہ سے گلے پر ہوتا تھا اور اپنے ہاتھ گلے پر پھیرتی تھیں تا کہ درد کچھ کم ہو جائے۔

(۶) جناب رسول خداؐ کی شہادت کے بعد جناب سیدہؑ سے فدک چھین لی گئیں آپ ظالموں سے اپنا حق مانگنے گئیں اور تحریر بھی ساتھ لے کر گئیں انہوں نہ صرف حق دینے سے انکار کر دیا بلکہ بی بی کی تحریر بھی پھاڑ دی۔ اسطرح امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جناب سکینہؑ کے سر اقدس سے چادر چھین لی گئی جب آپ ظالم سے اپنی چادر اور پانی مانگتی تھیں تو ظالم نہ صرف چادر اور پانی دینے سے انکار کرتا تھا بلکہ طمانچے مارتا تھا اور بی بی کو دیکھا دیکھا کر پانی پیتا تھا۔

(۷) جناب رسول خداؐ کی شہادت کے بعد جناب زہراؑ ۷۰ دن زندہ رہیں۔ اسطرح امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جناب سکینہؑ ایک سال زندہ رہیں اور وہ بھی قید خانہ میں ایک سال رو رو کر گزارا۔

(۸) جناب سیدہؑ کی شہادت کے بعد جب جناب فضہؑ انہیں غسل دے رہی تھیں جبکہ جناب امیر پردے کے پیچھے سے جناب فضہؑ کو پانی دے رہے تھے تو جناب فضہؑ نے کہا: اے آقا! میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن بی بی کے پہلو سے کپڑا جدا نہیں ہوتا اور زخم سے چپک گیا ہے۔ یعنی کپڑا بدن سے جدا نہ ہوا اور شہزادی کا جنازہ تاریکی میں اٹھا۔ پس اسی طرح جب جناب سکینہؑ کی شہادت ہوئی اور غسالہ نے جب آپ کو تختۂ غسل پر لٹایا اور

عنسل دینے سے پہلے کرتے کو جسم اقدس سے جدا کرنا چاہتی تھی کہ کپڑا کسی بھی آن جسم اقدس سے جدا نہ ہوتا تھا۔ جہاں جہاں تازیانوں کے زخم بی بی کے بدن اطہر پر تھے جب سارے سوکھ گئے تو کپڑا بھی ان سے سوکھ کر چپک گیا تھا۔ اور جناب سکینہؑ کا جنازہ بھی تاریکی میں اٹھا تھا۔

(۹) جس طرح جناب فاطمہ زہراؑ خاتون محشر ہیں اور اسطرح جناب سکینہؑ خاتون محشر ہیں اور اپنی دادی کی طرح جس کی چاہے شفاعت کروا سکتی ہیں خدا کے نزدیک جناب سکینہؑ کی جو قدر و منزلت ہے وہ تو خدا اور محمدؐ و آل محمدؐ ہی جانتے ہیں۔

(۱۰) جناب سیدہ زہراؑ کے بردار جناب قاسمؑ اور جناب ابراہیمؑ ان کی زندگی اس دنیا سے رحلت فرما گئے یہاں تک وہ کمسن تھے۔ جناب سکینہؑ کے برادر شہزاہ علی اکبرؑ و شہزادہ علی اصغرؑ ان کی زندگی اور آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے اور وہ بھی کمسنی میں۔

مندرجہ ذیل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو ظلم و ستم پاک زہراؑ پر ہوئے تھے وہی ظلم و ستم جناب سکینہؑ پر ہوئے۔ مختصر یہ کہ جو صفات جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا میں تھیں وہ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا میں تھیں ظاہری جلال بھی تھا اور معنوی عظمت بھی۔

جناب سکینہؑ کے فضائل

جناب سکینہؑ کمسنی میں ہی بڑے مرتبے کی مالک ہیں اور آپ کے بہت سے فضائل ہیں جن کو اگر بیان کیا جائے تو پورا کتاب بن جاتا ہے ذیل میں ہم ان میں سے کچھ فضائل کا ذکر کرتے ہیں

جناب سکینہؑ کی عظمت

علامہ مہدی لکھنوی لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ واقعہ کربلا میں جس بلند حیثیت کی

مالک ہیں وہ اس کمسنی میں دنیا کی کسی بچی کو نصیب نہیں۔ قیصر و کسریٰ کی لڑکیاں، فرعون کی بیٹی تخت و تاج کی وارث سہی مگر صفحہ ء تاریخ پر کسی ایک کا بھی نام نظر نہیں آتا۔ دختر سلیمانؑ کے جہیز کا کہیں کہیں ذکر ہے مگر نبیؐ زادی کا نام تک پردہ خفا میں ہے، لیکن جناب سکینہؑ کا نام جناب آسیہؑ اور جناب مریمؑ ایسی بی بیوں کے ساتھ زبانوں پر آتا ہے۔ (سکینہؑ بنت الحسینؑ، ص ۶)'

جناب سکینہؑ کی خصوصیاتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل میں سے ہیں یعنی ان کی بیٹی ہیں۔ جناب سکینہؑ کو بھی پیغمبرؐ کی طنیت سے خلق کیا گیا ہے، ان کے ساتھ دوستی کرنا رسول خداؐ کے ساتھ دوستی کرنا ہے، اوران سے دشمنی کرنا رسول خداؐ سے دشمنی کرنا ہے۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حدیث پر توجہ کریں:

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

لکل نبی اب عسبة ینسبون الیهم الا ولد فاطمة فانا ولیهم وعصبتهم وهم خلقوا من طنیتی ویل للمکذبین بفضلهم من احبهم احبه الله و من ابغضهم ابغضه الله

باپ کی طرف سے بیٹیوں کے رشتہ دار ہوتے ہیں جن کی طرف ان کی نسبت دی جاتی ہے، سوائے فاطمہؑ کے بچوں کے، میں ان کا ولی اور نسبی سرپرست ہوں، فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بچے میری طنیت اور خمیر ذات سے خلق کیے گئے ہیں، وائے ہوان کے فضائل کا انکار کرنے والوں پر جو انہیں دوست رکھے گا خدا اسے دوست رکھے گا اور جو ان سے دشمنی رکھے گا خدا اسے دشمن رکھے گا۔ (یہ حدیث کچھ اختلاف کے ساتھ شیعہ اور سنی کتابوں میں نقل ہوئی ہے مزید تفصیل کے لیے کتاب الفضائل الخمسہ (فیروز آبادی)، ج ۳، ص ۱۵۰ میں مراجعہ فرمائیں)''

آغوش تربیت

جناب سکینہؑ نے اپنی زندگی کے دوسال (جبکہ بقیہ ۲ سال غم میں گذارے) اپنے بابا امام حسینؑ، پھوپھیوں اور اپنی مادر گرامی کی بابرکت آغوش میں گزارے، آپ اپنے والدین کے سامنے پلی بڑھیں اور آپ حقیقی اسلام کے اعلیٰ ترین تربیتی قوانین سے بہرمند رہیں، آپ نے امامت اور عصمت کی آغوش میں دودھ پیا اور جناب ربابؑ جو کے اعلیٰ اور بے مثال بی بی تھیں کی شفیق آغوش میں نشوونما پائی، اور امام حسینؑ کے سایہ عاطفت اور اپنی پھوپھیوں کی دیکھ ریکھ میں پروان چڑھیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما نحل و الد ولداً نحلا افضل من ادب حسن

والد کی طرف سے بچے کے لیے حسن ادب اور نیک تربیت سے

بہتر کوئی تحفہ نہیں ہے۔ (مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۶۴ و ۱۶۵۔)''

کسی نے خاتم الفقہا شیخ مرتضیٰ انصاری کی والدہ سے کہا:

آپ کو ایسے عظیم شخصیت کی ماں ہونے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، آپ نے کیا کام انجام دیا ہے کہ جو نابالغہ پارسا اور پاکیزہ بچہ معاشرے کو پیش کیا؟

انہوں نے جواب دیا:

میں نے دودھ پلانے کے دوسال کے عرصے میں کبھی بھی بغیر وضو کے دودھ نہیں پلایا۔ میں نے جو احتیاط اپنے بچے کے سلسلے میں کی ہے اس کے نتیجے میں ایسے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونا بڑی بات نہیں ہے۔ (زندگی اور شخصیت شیخ انصاری، ص ۷۰)''

ماحول

ماحول کسی انسان کی شخصیت بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جناب سکینہؑ ایسے ماحول میں پروان چڑھیں جو فضائل و کمالات کا مرکز تھا۔ یہ سراسر خلوص ماحول تھا۔

جناب سکینہؑ نے مدینہ کے پاکیزہ ماحول میں اپنے والد گرامی امام حسینؑ اور اپنی پھوپھیوں جناب زینبؑ وام کلثومؑ کے درمیان تربیت حاصل کی۔

نتیجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب سکینہؑ کی تربیت، بنیادی اصول کے مطابق صحیح اور کامل ہوئی تھی، امامت کی آغوش میں آپ کی تربیت نے آپ کو اعلیٰ کمالات پر فائز کیا۔

رسول اکرمؐ کے قول کے مطابق:

ما ورث والد ولده افضل من ادب

باپ کی طرف سے اپنی اولاد کے لیے ادب اور صحیح تربیت سے اچھی کوئی میراث نہیں ہے۔

(مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۳۱۸۔)"

دو تصویریں اور وراثت

علامہ فروغ کاظمی لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ علوی گھرانے کی سب سے چھوٹی بچی، بابا اور چچا کی چہیتی، بھائیوں اور بہنوں کی پیاری، نیز ماں اور پھوپھیوں کی دلاری تھیں۔ وراثت میں آپ نے وہ تمام خوبیاں پائی تھیں جو جناب علی المرتضیٰؑ و جناب فاطمہ زہراؑ کی پوتی، امام حسنؑ و جناب عباسؑ کی بھتیجی اور امام حسینؑ ایسے عظیم المرتبت باپ کی عظیم بیٹی کو مل سکتی تھیں۔ مستزاد یہ کہ امام حسینؑ ایسے باپ، جناب عباسؑ ایسے چچا، جناب ربابؑ ایسی ماں اور جناب زینبؑ وام کلثومؑ ایسی پھوپھیوں کی تربیت سونے پر سہاگہ تھی جس کی بدولت آپ کی معصومانہ سرشت اور حسن سیرت میں چار چاند لگ گئے تھے۔

کم سنی کے آئینہ میں اگر آپ کی خورد و سال شخصیت کو غور و فکر کی نظروں سے دیکھا جائے تو دو

تصویریں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ ولادت کے بعد ابتدائی دو تین برسوں میں آپ ایک ایسی ذہین اور صالح بچی کے روپ میں نظر آتی ہیں جو اپنی خاندانی عظمتوں پر فخر و ناز بھی کرتی ہے اور اپنے باپ، چچا، ماں اور پھوپھیوں سے لاڈ و پیار بھی چاہتی ہے۔ نیز مدینہ سے ہجرت کے بعد سفر کی صعوبتوں اور مصیبتوں پر حیران و پریشان بھی نظر آتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے کتاب کربلا کے خونیں اوراق پلٹتے ہیں اور مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں آپ میں سنجیدگی، متانت، بردباری، قوت برداشت اور پختگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور یہ کوئی حیرت انگیز و تعجب خیز بات نہیں ہے۔ زندگی کا گہری نظر سے مشاہدہ کرنے والے اور سیرت کی باریکیوں کو سمجھنے والے یہ بات آسانی سے دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں کہ جن بچوں کو کٹھنائیوں مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ حساس، ذمہ دار اور سمجھ دار ہو جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان میں شعور کی پختگی اور حالات کو سمجھنے و برداشت کرنے کی صلاحیت بھی اپنے ہم عمر بچوں سے زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔

جناب سکینہؑ کا کردار ابتداء میں جس انداز سے سامنے آتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ جس انداز سے سامنے آتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ جس انداز میں ابھرتا ہے وہ ثابت کرتا ہے کہ آپ انتہائی کم سنی کے باوجود وقت اور حالات کی دھڑکن کو محسوس کرتی تھیں۔ (سیدہ سکینہ، ص ۸۸، سکینہ سکینہ ہے، ص ۸۵)''

واقعہ کربلا میں جناب سکینہؑ کی خدمات

جناب سکینہؑ کی یاد مقاتل میں سب سے پہلے اس وقت تازہ ہوئی جب فرزند رسولؐ کو ولید حاکم مدینہ نے بیعت کے لیے طلب کیا اور آپ اس کے گھر گئے۔ تو جناب سکینہؑ اور جناب زینبؑ عقب در انتظار میں تھیں (خلاصۃ المصائب)'' ان کے دل کو خبر تھی کہ داستان غم کا یہی پہلا باب ہے۔

اس کے بعد حر کی ملاقات کے وقت ان کا ایک تفصیلی بیان ہے جس میں زمانہ کی نامساعدت کی

تصویر کشی ہے اور جناب سکینہؑ کے جذبات کا پتہ چلتا ہے۔

کربلا میں پہونچنا دوسری محرم سے گیارہ محرم تک اس مقدس سرزمین پر کم وبیش نو روز باپ چچا کے سائے میں اور دو روز یتیم ہونے کے بعد اس مختصر بود و باش میں ساتویں محرم سے پانی بند ہونے کی خبر اور محیر العقول تکالیف نویں محرم کو جستجوئے آب میں ایک کوشش اور جناب سکینہؑ کی قیادت میں بیس بچوں اور بچیوں کا پانی ڈھونڈنا اور معلوم ہوتا ہے کہ تعلیمات پدری میں جناب سکینہؑ درجہء کمال کو پہنچ چکی تھیں۔

جناب عباسؑ کا وقت رخصت پانی لانے کی آرزو، چچا کی شہادت مشک وعلم کا شکستہ حال واپس ہونا اور شہادت علی اصغرؑ کے بعد خیمہ سے نکلنا وہ حیرت ناک مصائب تھے جس نے مظلوم کربلا کو آمادہ کیا کہ وہ جناب سکینہؑ کو کمسن ہونے کے باوجود بوڑھے اور جوانوں کے دوش بادوش جگہ دیں اس لیے رخصت آخر کے وقت جناب سکینہؑ پر سلام کیا، اطفال پر سلام نبوی تعلیم تھی اور اتنے امتحانات کے بعد اب امام حسینؑ جناب سکینہؑ کو کامل عقل وفہم سمجھتے تھے۔ (سکینہؑ بنت الحسینؑ، ص ۲۴۔)"

جناب سکینہؑ کی تعظیم

جب جناب سکینہؑ پیدا ہوئیں تو امام حسینؑ اپنا سر اقدس بی بی کے سامنے جھکا دیا کہ یہ چھوٹی زہراؑ ہیں جب مولا عباسؑ نے اپنی گود مبارک میں جناب سکینہؑ کو اٹھایا تو مولاؑ لرز اٹھے اور تعظیم کے لیے کئی مرتبہ اٹھے اور بیٹھے اور اپنا سر اقدس جھکا لیا کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ شہزادی نور کا پیکر تھیں جناب سکینہؑ میں عصمت وطہارت کی وہ علامتیں پائی جاتیں تھیں جو جناب فاطمہ زہراؑ میں موجود تھیں۔ اسی لیے اگر جناب سکینہؑ پکارتیں بابا! تو امام حسینؑ فوراً حاضر ہو جاتے تھے جناب سکینہؑ کہتیں بابا گود میں بیٹھوں گی مولاؑ فوراً اپنی گود میں بیٹھاتے تھے بالکل اسی طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کی تعظیم کرتے تھے۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۴۶، مرحوم سید منصور الحسن رضوی)"

جناب زینبؑ کی جناب سکینہؑ سے محبت

جناب زینبؑ کو جناب سکینہؑ سے بہت محبت تھی اور آپ بے انتہا جناب سکینہؑ کو چاہتی تھیں ہر قدم پر جناب زینبؑ کی نظریں جناب سکینہؑ پر جمی رہتی تھیں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ساری محبت سمیٹ کر جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ سے کی تھی، جناب زینبؑ کو جناب سکینہؑ سے کتنی محبت تھی اس کے لئے صرف تین روایات پیش کرنا ہی کافی ہے:

(۱) عاشور کی رات جناب سکینہؑ اپنے بابا کی تلاش میں مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوگئیں اور جناب سکینہؑ کی تلاش میں بے تاب ہو کر جناب زینبؑ بھی مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوگئیں۔

(سیدہ سکینہؑ ،ص ۱۸۹۔)''

(۲) جناب سکینہؑ جب پشت ناقہ سے گر گئیں اور جناب زینبؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنے کو اونٹ سے گرا دیا اور جناب سکینہؑ کی تلاش میں روانہ ہوگئیں۔ (سیدہ سکینہؑ ،ص ۲۴۰)''

(۳) جناب زینبؑ جناب سکینہؑ کو تنہا اونٹ پر نہیں بیٹھنے دیتی تھیں ہمیشہ اپنے ساتھ بیٹھاتی تھیں۔

جناب سکینہؑ کی دین کی خاطر قربانیاں

راوی کہتا ہے کہ جناب سکینہؑ نے اپنے بابا کو عاشور کے دن کہا: بابا! اب میں کس کے سینے پر سوؤں گی۔

راوی کہتا ہے میں نے دیکھا اتنے زخموں کے باوجود امام حسینؑ گرم زمین پر لیٹے ہیں اور جناب سکینہؑ ان کے سینے پر سو گئیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا: میری جان! اب تو خواہش پوری ہوئی بی بی نے فرمایا: ہاں بابا جان!۔ مولاؑ نے فرمایا: سکینہؑ دین بچانے کے لیے کیا کرو گی؟ بی بی نے فرمایا: بابا! آپ کو دے دوں گی، چچا کو دے دوں گی، اپنے گوشوارے دے دوں گی، لیکن نانا کی امت کو بخشواؤں گی۔ مولاؑ نے فرمایا: مرحبا اے جان پدر! سکینہؑ ہم ابھی بھی آپ کو مدینہ پہنچا سکتے ہیں۔ بی بی نے فرمایا: بابا امت کی بھلائی کس میں ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا: تمہارے اسیر ہونے میں، تم پر تکلیفیں آنے پر امت کی بھلائی ہے۔ بی بی نے کہا: پھر ٹھیک ہے بابا مجھے اسیری ملی خدا کا شکر ادا کروں گی طمانچے لگے امت سے گلہ نہ کروں گی گلے میں رسی بندھی اف نہ کہوں گی۔ (کربلا والوں کی کہانی، مرحوم منصور الحسن رضوی)''

جناب سکینہؑ کربلا سے کوفہ تک

فصل دوم

امام حسین علیہ السلام کی طرف سے

یزید ملعون کی بیعت کا انکار

سنہ ۵۰ھ قمری میں امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے امامت کا عہدہ سنبھالا،
جناب سکینہؑ کی ولادت کے وقت پنجتن میں سے امام حسینؑ کے سوا کوئی زندہ نہیں تھا۔

(سکینہؑ سکینہؑ ہے، ص ۹۷)''

معاویہ لعین سنہ ۶۰ھ ق کو مرا، اس کے بیٹے یزید ملعون نے اس کی جگہ لے لی یزید ملعون نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو خط لکھ کر معاویہ کی موت کے بارے میں آگاہ کیا اور حکم دیا کہ عوام سے فوراً بیعت لے لو خصوصاً حسینؑ ابن علیؑ کو مہلت نہ دینا، اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کر دیں۔

فا ضرب عنقه وابعث الی براسه
انہیں قتل کر دینا اور سر میرے پاس بھیج دینا

ولید نے رات میں امام حسینؑ کو طلب کیا۔ امام حسینؑ بنی ہاشم کے (۱۸) افراد کو ساتھ لیے اور اس کے پاس گئے۔ ولید نے معاویہ کی موت کی خبر سنائی۔ اس کے بعد یزید ملعون کی بیعت کرنے کو کہا امام حسینؑ نے فرمایا؛

اے ولید! رات کی تاریکی میں ایک میرے بیعت کرنے سے کیا فائدہ؟ کل جب تم سب لوگوں کو بیعت کے لیے بلاؤ گے ہمیں بھی ان کے ساتھ بلا لینا۔ مروان ملعون جو وہاں پر حاضر تھا ولید سے کہنے لگا: حسینؑ کا عذر نہ مانو، اگر بیعت نہیں کرتے تو ان کی گردن اڑا دو۔

امام حسینؑ نے جب مروان ملعون کی یہ بات سنی تو آپ نے غضب میں آ کر اس سے فرمایا:

وائے ہو تجھ پر، اے نیلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے! کیا تو میری گردن مارے جانے کا حکم دے گا؟ خدا کی قسم تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اور اپنی پست فطرت کو آشکار کر رہا ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے مستحکم انداز میں ولید کو یہ جواب دیا:

ایھا الولید انا اھل بیت النبوة و معدن الرسالة ومختلف الملائکة وبنا فتح الله ربنا و بنا ختم الله و یزید رجل فاسق شارب الخمر و قاتل النفس المحرمة، معلن بالفسق ومثلی لا یبایع بمثله ولکن نصبح ، وتصبحون وننظر و تنظرون اینا احق بالخلافة والبیعة

اے ولید! ہم خاندان نبوت اور معدن رسالت ہیں۔ ہمارے گھر میں فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ خدا نے دفتر وجود کو ہمارے نام سے کھولا اور ہمارے ہی نام سے مکمل ہوگا لیکن یزید ایک گناہ گار فرد ہے شراب پیتا ہے، نفس محترمہ کا قاتل ہے' میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا، صبح تک صبر کرو ہم بھی دیکھیں گے اور تم بھی دیکھنا کہ ہم (دونوں) میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ سزاوار ہے؟

(لہوف سید بن طاؤس، ص ۲۱، ۲۳۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۵، مقتل خوازمی، ج ۱، ص ۱۸۴، مثیر الاحزان، ص ۲۴۔)''

جناب سکینہؑ کی بے چینی

جب امام حسینؑ ولید کا پیغام پاتے ہی اپنے دولت سرا پر تشریف لے آئے۔ راوی کہتا ہے کہ جناب زینبؑ، ام کلثومؑ، وجناب سکینہؑ امام عالی مقام کی پریشانی کی کیفیت اور اداسی دیکھ کر سمجھ گئیں کہ

فرزند زہراؑ پر کوئی نہ کوئی مصیبت آن پڑی ہے امام حسینؑ نے مخدرات کو صبر کی تلقین کی اور ولید کی دربار میں (۱۸) بنی ہاشم کے ساتھ گئے۔

جب سے امام حسینؑ ولید کے پاس گئے تھے تو جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ، جناب سکینہؑ اور تمام بیبیاں بے چین تھیں اور گھبراتی پھرتی تھیں کبھی دروازہ پر جاتی تھیں اور کبھی گھر کے صحن میں آتی تھیں اور سب بیبیاں زار و قطار رونے لگیں۔

امام حسینؑ اپنے عزیزوں کے ہمراہ گھر میں داخل ہوئے آپ نے دیکھا کہ جناب زینبؑ و جناب سکینہؑ دروازے کے پیچھے کھڑی اپنے پیاروں کا انتظار کر رہی ہیں اور اس میں حضرت بھی ان کو دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا: اے زینبؑ! اے سکینہؑ! صبر کرو کہ یہ پہلی منزل ہے راوی کہتا ہے کہ امامؑ کے گھر میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۳۱ و ۳۳)''

امام حسینؑ کا خواب اور جناب سکینہؑ

مذکورہ حالات کے پیش نظر امام حسینؑ کے لیے اب مدینہ میں قیام ممکن نہ تھا۔ اس لیے آپ نے صبر و تحمل کے ساتھ ترک وطن کا ارادہ کیا۔ اور اپنے نانا (حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر اطہر پر تشریف لے گئے اور اپنا درد بیان کیا اور بے انتہا روئے۔ دوسری رات اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کی قبر اطہر پر گئے اور سلام آخر کیا اس کے بعد امام حسنؑ کی قبر اطہر پر گئے اور خوب روئے۔

آپ اپنے نانا کے مزار پر تشریف لے گئے اور رو رو کر کہا: نانا جان! میں آپ کا وہی نواسہ ہوں جس کے بارے میں آپ نے امت سے وصیتیں فرمائی تھیں، لیکن لوگوں نے انھیں فراموش کر دیا اور اب میرے قتل پر آمادہ ہیں۔ اس کے بعد آپ لحد اقدس سے لپٹ کر گریہ کرنے لگے۔

رات کے کسی حصہ میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ ملائکہ کی ایک جماعت

کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے پیشانی و گردن کا بوسہ دیا اور فرمایا: اے فرزند! عنقریب میری امت کے منحرف اور ظالم لوگ کربلا میں تین دن کا بھوکا و پیاسا تجھے قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد آپ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا: فرزند! ہم تیرے انتظار میں ہیں۔ (تفسیر کربلا، ص ۲۳۲)''

امام علیہ السلام بیدار ہوئے، دولت سرا میں تشریف لائے اور اپنے جملہ متعلقین سے اپنا خواب بیان کیا جسے سن کر اہل حرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ اپنے بابا سے لپٹ کر اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں ہوش میں آنے کے بعد امام نے شہزادی کو تسلی دی اور بمشکل تمام اپنی آغوش سے جدا کیا۔ (تذکرۃ الصالحین، ج ۲، ص ۱۶۲۔)''

کاروان حسینیؑ کی مدینہ سے مکہ روانگی

شیخ مفیدؒ کے مطابق امام عالی مقام کی ولید سے ۲۷ رجب ۶۰ ہجری ہفتہ کی رات ملاقات ہوئی امام پاکؑ نے یہ رات مدینہ میں اپنے گھر گزاری۔ ولید نے عصر کے وقت ایک گروہ کو امام پاکؑ کے پاس بھیجا تاکہ امام عالی قدر اس کے پاس آکر یزید ملعون کی بیعت کریں۔ امامؑ نے ولید کے بھیجے ہوئے درباری سے کہا: جاؤ ولید سے کہو کہ ہمیں اس معاملے میں سوچنے دو اور تم بھی خوب سوچ لو۔ ولید اس بات پر راضی ہوا۔ امامؑ نے اپنے عزیزوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، قرابتداروں اور بہنوں بیٹیوں اور اصحاب کو حکم دیا کہ وہ مدینہ سے روانگی کے لیے آمادہ ہوں۔ امامؑ کے بھائی محمد حنیفہؓ کے علاوہ کاروان حسینیؑ نے ۲۸ رجب ۶۰ ہجری اتوار کی رات کو مکہ کے لیے رخت سفر باندھا امام پاکؑ اپنے لشکر کے ہمراہ ۳ شعبان، شب جمعہ مکہ پہونچے۔ (ارشاد مفید، ج ۲، ص ۱۳)''

علامہ عباس اسماعیلی یزدی لکھتے ہیں کہ پھر جب حضرت امام حسینؑ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت آپ اس آیہ مبارکہ تلاوت کر رہے تھے:

فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین

"(حضرت موسیٰؑ شہر مصر سے) خوف اور پلٹ پلٹ کر راستے کی طرف دیکھتے ہوئے (شہر مدین کی طرف) روانہ ہو گئے اور آپ کہتے تھے۔ بار الہا! مجھے ظالم قوم کے شر سے نجات دے"۔ (سورۂ قصص آیہ ۲۱)

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں:

ما کان من اهل بیت اشد خوفا حین خرجنا من المدینة

"کوئی اہل بیتؑ ہماری طرح خوف زدہ نہیں تھا جس وقت ہم مدینہ سے روانہ ہوئے"۔ (ریاض القدوس، ج ۱، ص ۱۷۹؛ سردار کربلا، ص ۲۵۰)"

جناب سکینہؑ کے لیے خاص انتظام

علامہ مرزا ہادی لکھنوی کتاب خلاصۃ المصائب میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے بردار حق شناس جناب عباسؑ کو حکم دیا کہ اونٹوں پر محملیں کسواؤں اور اہلبیتؑ کو سوار کرو اور باقی سامان بھی تیار کرو۔ آج ہم نے مدینہ سے کوچ کرنا ہے۔

عباسؑ بھیا معصوم بچوں کو سوار کرتے وقت ان کا خاص خیال رکھنا' ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ان کے لیے گرمی سے بچاؤ کے لیے خصوصی انتظام کرنا خاص طور پر بھیا حسنؑ کا بیٹا عبداللہؑ' زین العابدینؑ کا بیٹا محمد باقرؑ اور میری پیاری بیٹی سکینہؑ ہے' میرا لال علی اصغرؑ بھی ہے' یہ سب بہت چھوٹے ہیں اور پھر میری محترم بہن زینبؑ کو انتہائی احترام کے ساتھ کجاوے میں سوار کرنا۔

(خلاصۃ المصائب، ص ۵۴)"

جناب فاطمہ صغریٰؑ اور جناب سکینہؑ کا وداع

کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے پیشانی و گردن کا بوسہ دیا اور فرمایا: اے فرزند! عنقریب میری امت کے مخرف اور ظالم لوگ کربلا میں تین دن کا بھوکا و پیاسا تجھے قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد آپ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا: فرزند! ہم تیرے انتظار میں ہیں۔ (تفسیر کربلا، ص ۲۳۲)''

امام علیہ السلام بیدار ہوئے، دولت سرا میں تشریف لائے اور اپنے جملہ متعلقین سے اپنا خواب بیان کیا جسے سن کر اہل حرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ اپنے بابا سے لپٹ کر اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں ہوش میں آنے کے بعد امام نے شہزادی کو تسلی دی اور بمشکل تمام اپنی آغوش سے جدا کیا۔ (تذکرۃ الصالحین، ج ۲، ص ۱۶۲۔)''

کاروان حسینیؑ کی مدینہ سے مکہ روانگی

شیخ مفیدؒ کے مطابق امام عالی مقام کی ولید سے ۲۷ رجب ۶۰ ہجری ہفتہ کی رات ملاقات ہوئی امام پاکؑ نے یہ رات مدینہ میں اپنے گھر گزاری۔ ولید نے عصر کے وقت ایک گروہ کو امام پاکؑ کے پاس بھیجا تا کہ امام عالی قدر اس کے پاس آکر یزید ملعون کی بیعت کریں۔ امامؑ نے ولید کے بھیجے ہوئے درباری سے کہا: جاؤ ولید سے کہو کہ ہمیں اس معاملے میں سوچنے دو اور تم بھی خوب سوچ لو۔ ولید اس بات پر راضی ہوا۔ امامؑ نے اپنے عزیزوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، قرابتداروں اور بہنوں بیٹیوں اور اصحاب کو حکم دیا کہ وہ مدینہ سے روانگی کے لیے آمادہ ہوں۔ امامؑ کے بھائی محمد حنیفہؒ کے علاوہ کاروان حسینیؑ نے ۲۸ رجب ۶۰ ہجری اتوار کی رات کو مکہ کے لیے رخت سفر باندھا امام پاکؑ اپنے لشکر کے ہمراہ ۳ شعبان، شب جمعہ مکہ پہونچے۔ (ارشاد مفید، ج ۲، ص ۱۳)''

علامہ عباس اسماعیلی یزدی لکھتے ہیں کہ پھر جب حضرت امام حسینؑ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت آپ اس آیہ مبارکہ تلاوت کر رہے تھے:

امام حسینؑ اپنی بیٹی جناب فاطمہ صغریٰؑ کو بیماری کی وجہ سے مدینہ میں جناب ام سلمہؑ کے سپرد کر کے سفر پر روانہ ہوئے۔ جناب فاطمہ صغریٰؑ ضعف وناتوانی کے باوجود عصا تھام کر گھر سے جناب امام حسینؑ کے پیچھے پیچھے نکلی لیکن تپ کی شدت کی وجہ غش آجاتا تھا۔ ناطاقتی سے پاؤں لڑکھڑا جاتے تھے۔ دو قدم چلتی تھی اور پھر بیٹھ جاتی تھی روتی ہوئی یہاں تک کنارہ شہر تک پہونچ گئیں مکہ کی وادیوں میں کسی نے امام حسینؑ سے کہا: مولاؑ فاطمہ صغریٰؑ آپ کے پیچھے پیچھے آرہی ہے ہر چند روکتے ہیں لیکن وہ نہیں مانتی اور کہتی ہے میں بابا کے ساتھ جاؤں گی۔

جناب فاطمہ صغریٰؑ کو جناب علی اکبرؑ و جناب عباسؑ سہارا دیتے ہوئے امام حسینؑ کے پاس لے کر آئے بابا کو دیکھ کر جناب صغریٰؑ رونے لگیں مولاؑ نے بی بی کو سینے سے لگایا' دیر تک سمجھایا اور پھر فرمایا: صغریٰؑ جب ٹھیک ہو جاؤں تو مجھے ضرور خط لکھنا کہ مجھے سکون ملے گا۔ جناب فاطمہ صغریٰؑ نے کہا: بابا! ایک بار پھر سب سے ملنے دو بی بی ایک ایک سے ملتی گئیں جب بہنوں کی باری آئی تو جناب فاطمہ صغریٰؑ دوڑ کر جناب سکینہؑ سے اس بے قراری سے لپٹی اور روئی کہ کسی کو دیکھنے اور ان کے بیان سننے کی تاب نہ تھی۔ امام حسینؑ بھی دور کھڑے ہو کر رونے لگے دونوں شہزادیاں بلند آواز سے رونے لگیں جناب زینبؑ نے جناب فاطمہ صغریٰؑ اور جناب سکینہؑ سے فرمایا: بس کرو' میری بیٹیوں علی اصغرؑ تمہیں روتا دیکھ کر سہم رہا ہے بس اب نہ روؤ خدا تمہیں صبر دے یہ کہہ کر جدا کیا۔ قافلہ روانہ ہو گیا اور جناب فاطمہ صغریٰؑ حسرت سے دیکھتی رہ گئیں۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۵۵۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار جلد ۴۵ میں جناب فاطمہ صغریٰؑ کے متعلق وہ روایت جس کا سلسلہ امام سجادؑ تک پہنچتا لکھی ہے جس سے جناب فاطمہ صغریٰ کا مدینہ میں رہ جانا ثابت ہے)''

جناب مسلمؑ کی صاحبزادی اور جناب سکینہؑ

صاحب تذکرۃ الصالحین تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر امام

حسینؑ کو ملی تو آپ اناللہ انا الیہ راجعون فرماتے ہوئے جناب زینبؑ کے خیمے میں تشریف لائے اور جناب مسلمؑ کی یتیم بچی جناب رقیہؑ کو طلب فرمایا۔ اس کے سر پر دست شفقت پھیرا اور معمول سے زیادہ اس کی طرف ملتفت ہوئے۔

امامؑ کے پاس ہی جناب سکینہؑ کھڑی تھیں انہوں نے یہ محبت وشفقت دیکھ کر فرمایا: بابا جان! کیا رقیہؑ کے بابا کو کوفیوں نے قتل کر دیا؟ یہ کلمہ سن کر امامؑ بھی رو دیے اور مخدرات میں بھی کہرام برپا ہو گیا

۔(تذکرۃ الصالحین، ج ۲ ص ۲۰۷)''

کربلا میں ورود

روایت میں ہے کہ منزل شراف پر لشکر حر سے ملنے کے بعد وہ لشکر آپ سے جدا نہیں ہوا جب تک امام عالی مقام کو ابن زیاد لعین کے پاس نہ لے جائے۔ پس امامؑ نے کربلا کا رخ کیا اسی دوران حر اور امامؑ کے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ امامؑ کا گھوڑا چلتے چلتے رک گیا۔ آپ نے اسے آگے بڑھانے کی کوششیں کی لیکن وہ آگے نہ بڑھا اکثر روایتوں کے مطابق امامؑ نے کئی گھوڑے تبدیل کئے لیکن کوئی گھوڑا ایک قدم آگے نہ بڑھتا تھا آخر کار آپ نے پوچھا اس سرزمین کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا: مولاؑ یہ ''نینوا'' کی سرزمین ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اس کا دوسرا بھی نام ہے؟ لوگوں نے کہا: اسے ''کربلا'' بھی کہتے ہیں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جیسے ہی آپؑ نے سرزمین کربلا پر قدم رکھا وہ زرد ہو گئی اور ایک ایسی سنسان ہوا چلی کہ آپؑ کا سر مبارک غبار آلود ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر اصحاب ڈر گئے۔ جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ رونے لگیں اور کم سن سکینہؑ اپنے بابا سے لپٹ گئیں۔

(اخبار الطول، ص ۲۵۰: سکینہؑ سکینہؑ ہے، ص ۱۴۰۔ مزید تفصیل ریاض الشہادتین، ج ۲، ص ۸۳، ناسخ امام حسینؑ، ج ۲، ص ۱۶۸، فوائد المشاہد ص ۱۹۴، الموسوعہ، ص ۳۷۵)''

دریا فرات کے کنارے

مرحوم منصور الحسن فرماتے ہیں جب قافلہ کربلا پہونچا تو امام حسینؑ نے اپنے پیارے بھائی جناب عباسؑ کو طلب فرمایا اور کہا: بھیا عباسؑ کوئی اچھی جگہ نظر آئے تو مجھے بتاؤ تا کہ وہاں خیمے نصب کئے جائیں جناب عباسؑ چند لمحوں کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: آقا! ایک جگہ ڈھونڈی ہے وہ نہر علقمہ کے ہاں ہے۔ جناب عباسؑ کی گفتگو سن کر امام حسینؑ نے اپنا سر اقدس جھکا لیا۔

ایک مرتبہ جناب عباسؑ نے پوچھا: آقا! کیا آپ میری باتوں سے ناراض ہو گئے؟ امامؑ نے فوراً سر اقدس اٹھا کر جناب عباسؑ کو گلے لگا لیا اور فرمایا: عباسؑ بھیا! کیا کبھی حسینؑ تم سے ناراض ہوا؟ بھیا میں نے اس لیے سر جھکا لیا کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تم یہاں شہید کئے جاؤ گے۔ یہ سن کر جناب عباسؑ نے اپنا سر اقدس امامؑ کے قدموں پر رکھا اور فرمایا: آقا! آپ سے پہلے شہید ہو جاؤں یہ گوارا ہے لیکن آپ کے بعد یہ گوارا نہیں ہے۔ امامؑ نے جناب عباسؑ کو گلے لگایا اور فرمایا: تیری شہادت کے وقت ہم سب زندہ ہونگے۔

جناب عباسؑ جناب زینبؑ کے خیمہ کے قریب آئے جناب زینبؑ نے جب جناب عباسؑ کو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں سرخ تھیں اسوقت بی بی نے پوچھا: بھیا! خیر تو ہے؟ مولاؑ نے فرمایا: کچھ نہیں میری شہزادی پس تھک گیا تھا یہ کہہ کر جناب سکینہؑ کو گود میں اٹھایا اور نہر فرات کے کنارے بیٹھ گئے

جناب سکینہؑ سے فرمایا: بی بی! یہ جگہ کیسی لگی؟

جناب سکینہؑ نے فرمایا: بہت خوب چچا جان! یہاں پانی بھی بہت زیادہ ہے اور ہوا بھی ٹھنڈی چل رہی ہے۔ ابھی چچا اور بھتیجی کے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ اصحاب آ گئے اور مولاؑ سے فرمایا: آقا! شہزادی کو خیمہ میں لے جائیں حر کا لشکر آ گیا۔ حر کے لشکر نے مذمت کی کہ اپنے خیمے یہاں سے ہٹا

دیں جناب عباسؑ کو جلال آ گیا لیکن امام حسینؑ نے اپنے حق کی قسم دے کر روک لیا اور کہا: بھیا! ہم اپنی طرف سے کوئی جنگ نہیں کریں گے۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۲۹)''

حر کی بیٹی جناب سکینہؑ کے ساتھ

جب لشکر حر امامؑ کے لشکر سے ملا اور دونوں لشکروں نے اپنے اپنے خیمے لگا دیے تو ادھر جناب حر کے خیمہ سے ان کی بیٹی کھیلنے کودنے کے غرض سے نکلی اور جناب سکینہؑ بھی اپنے خیمے سے باہر کھیل رہی تھیں اچانک جناب سکینہؑ کی جناب حر کی بیٹی سے ملاقات ہوئی اور دونوں کھیلنے لگیں اسی دوران جناب سکینہؑ نے حر کی بیٹی سے کہا:

چلو میں تمہیں اپنی پھوپھی جان سے ملواتی ہوں حر کی بیٹی جناب سکینہؑ کی ساتھ جناب زینبؑ کے خیمہ میں آئی۔ اس وقت بی بی زینبؑ مشغول تلاوت قرآن مجید تھیں حر کی بیٹی کو دیکھ کر شہزادی نے قرآن کو پڑھ کر رکھا اور حر کی بیٹی کے سر سے چادر ہٹا کر سر کا بوسہ دیا اور گودی میں بیٹھا کر پیار کرنے لگیں پھر فرمایا:

اے بیٹی اگر ہم مدینہ میں ہوتے تو تمہیں بہت سارے تحفے دیتے اس وقت ہمارے پاس تمہیں دینے کے لیے صرف دُوپٹہ ہے۔ دُوپٹہ لے کر وہ اپنے باپ حر کے پاس گئی اور کہا: بابا! آپ نے جن لوگوں پر پانی بند کیا ہے میں انہیں کے خیمہ میں گئی تھی انہوں نے مجھے بہت پیار کیا اور یہ دُوپٹہ بھی دیا حر نے کہا: کس نے دیا ہے؟ اس بچی نے جناب زینبؑ کے خیمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کہ جہاں یہ خوبصورت نوجوان پہرہ دے رہا ہے۔ اس کے بعد جناب حر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

ساتویں محرم

روایت میں ہے کہ جب یزیدیوں نے فرات پر پوری طرح سے قبضہ کرلیا تھا تو خیام اہل بیتؑ سے آب روانی بند کردی اور ساتویں محرم کو خیام اہلبیتؑ سے پانی ختم ہوگیا اور اس کے بعد تمام مشکیں،

چھاگلیں اور دیگر ظروفِ آب خشک ہو گئے اور خیام حسینؑ میں پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہ تھا۔

بروایت تحریر الشہادتین اہلبیتؑ و اصحاب بلکہ جانور تک پیاس سے بے تاب تھے۔ زبانوں کی خشکی کے باعث قوت گفتار نہ تھی، اشاروں سے گفتگو ہوتی تھی۔ نمازیں تمیم سے پڑھی جاتی تھیں۔

فخر المورخین علامہ محمد بن محمد الشہیر المقدس الزنجانی کا بیان ہے کہ:

بعض بچوں کے منہ کھلے تھے جو بند نہیں ہوتے تھے اور بعض بچوں کے منہ بند تھے جو کھلتے نہیں تھے۔ وجہ یہ تھی کہ پیاس کی شدت سے زبانیں تالو سے چپک گئی تھیں اسی لیے امام علیہ السلام کے اطفال نہ منہ کھول سکتے تھے اور نہ بند کر سکتے تھے۔ (انوار خمسہ، ص ۱۶۵)''

اس کی تصدیق صاحب تذکرۃ الصالحین کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ:

ساتویں محرم کا آتشیں سورج اپنا سفر طے کر کے ایک طرف دامن مغرب میں منہ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اور دوسری طرف جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ کی قیادت میں چھوٹے چھوٹے بچے جن کی مجموعی تعداد تقریباً بیس تھی، اپنے ہاتھوں میں خالی کوزے لیے صدائے العطش بلند کر رہے تھے کہ شاید کہیں سے تھوڑا سا پانی مل جائے۔ (تذکرۃ الصالحین، ج ۲، ص ۲۳۶)''

نویں محرم اور جناب سکینہؑ

بطریق ثقہ ابن نما کے نزدیک ایک روایت کے مطابق بی بی سکینہؑ کا بیان ہے کہ:

پیاس نے ہمیں نویں محرم کو ہلاکت کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ خشک برتنوں کی طرح ہماری زبانیں بھی خشک ہو گئی تھیں، ہونٹوں پر پپڑیوں کی تہیں جم گئی تھیں اور وہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو نا قابل برداشت تھی۔ بالآخر میں چند بچوں کو لے کر اپنی پھوپھی زینبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور چاہا کہ انہیں صورتحال سے آگاہ کروں شاید ان کے ذریعہ پانی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اس وقت پھوپھی اماں نے مجھے غور سے دیکھا اور دیر تک دیکھتی رہی جب میں نے کہا پھوپھی اماں! پانی ہے؟ تب پھوپھی نے کہا: بیٹی سکینہؑ! تم ہو؟ بیٹی میری آنکھوں میں پیاس کی شدت کی وجہ دھند آ چکی ہے۔

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں میں نے دیکھا میرے بھائی علی اصغرؑ پیاس کی شدت سے پھوپھی اماں کی گود میں اس طرح کروٹیں لے رہے تھے جیسے مچھلی تڑپتی ہے۔ جب یہ منظر میں نے دیکھا تو میں اپنی پیاس بھول گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ پھوپھی نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا: بیٹی! کیوں رو رہی ہے؟ اس خیال سے کہ اگر میں اپنی پیاس کا حال بیان کروں گی تو پھوپھی اماں اور زیادہ مضطراب و ہوں گی۔ میں نے کہا: پھوپھی علی اصغرؑ کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ اگر آپ انصار کی عورتوں کے خیموں میں کسی کو بھیجیں تو شاید پانی کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ یہ سن کر پھوپھی زینبؑ نے میرے بھائی علی اصغرؑ کو سینے سے لگایا اور میرا ہاتھ تھامے ہوئے دیگر خیموں میں تشریف لے گئیں مگر پانی کی فراہمی کی ان کوششوں کا نتیجہ مایوسی کے سوا کچھ نہ نکلا۔

(سیدہ سکینہؑ ص ۱۶۱۔ معالی السبطین، ج ۱ ص ۱۹۶، ریاض القدوس، ج، ص ۲۷۰)"

کنوؤں کی کھدائی

بعض مورخین کا بیان ہے کہ نویں محرم کی صبح کو جب بی بی سکینہؑ پر پیاس کا غلبہ زیادہ ہوا اور آپ کی حالت تشویش ناک ہوئی تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی جناب عباسؑ کو طلب فرمایا اور کہا: بھیا! سکینہؑ پیاس سے جاں بلب ہے لہٰذا تم اصحاب کو جمع کر کے کنواں کھوداؤ شاید اس ریت کے صحرا میں پانی کی کوئی صورت نکل آئے۔ جناب عباسؑ نے چند محنت کش اصحاب کو ساتھ لیا اور حکم امامؑ کے مطابق کنوؤں کی کھدائی میں مصروف ہو گئے۔

جب بچوں کو یہ معلوم ہوا کہ پانی کے لیے کنواں کھودا جا رہا ہے تو وہ ہاتھوں میں خالی کوزے لیے العطش العطش کی صدائیں بلند کرتے ہوئے خیموں سے باہر نکل پڑے اور چاروں طرف سے جناب عباسؑ کو گھیر لیا۔ اسی دوران میں کسی ملعون نے کنویں کی تیاری کی خبر عمر سعد کو دی یزیدی فوج آئے وہ کنواں بند کر کے اپنے جگہ پر آ گئے۔

تھوڑی دیر کی مزاحمت کے بعد یزیدیوں کا لشکر جب اپنی قیام گاہ پر پلٹا تو جناب عباسؑ نے دوسرا کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ لیکن یزیدیوں نے وہ بھی بند کر دیا اسی طرح چار بار کنواں کھودا گیا لیکن چاروں بند کر دیے گئے آخر پانچواں کنواں کھودا گیا تو اتفاق سے اس میں سے پانی برآمد ہوا۔

جب جناب سکینہؑ کو یہ معلوم ہوا کہ کنویں سے پانی نکل آیا ہے تو کوزہ لے کر اپنے چچا عباسؑ کی خدمت میں دوڑتی ہوئی حاضر ہوئیں اور فرمایا: چچا جان! پیاس یہ جگر جل رہا ہے، اگر ممکن ہو تو ایک کوزہ آب مجھے دے دیجیے۔ جناب سکینہؑ کی حالت دیکھ جناب عباسؑ بے اختیار روئے۔ اس کے بعد آپ نے بڑی محبت و شفقت سے کوزہ پانی بھر کر جناب سکینہؑ کے حوالے کیا۔ ابھی جناب سکینہؑ پانی پینے ہی والی تھیں یزید کی فوج سامنے سے آنے لگی انہیں دیکھ کر جناب سکینہؑ خیموں کی طرف دوڑیں کہ اچانک

آپ کا پاؤں طناب خیمہ میں پھنس گیا اور آپ منہ کے بل گر پڑیں، یہ منظر دیکھ کر جناب زینبؑ بہت روئیں اور فرمایا: بیٹی سکینہؑ تمہارے چچا کو لڑنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ میرا بھائی عباسؑ ہی فوج اشقیاء کے لیے کافی ہے۔ (سیدہ سکینہؑ ص ۱۶۶)''

جناب ربابؑ کا اپنے بچوں کی کمسنی پر رونا

بعض مورخین لکھتے ہیں عاشور کی رات امام حسینؑ اور جناب عباسؑ خیموں کا پہرہ دے رہے تھے کہ ایک خیمہ سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ امام حسینؑ اور جناب عباسؑ اس خیمہ کے قریب گئے تو دیکھا کہ جناب ربابؑ رو رہی ہیں جب امامؑ نے سبب پوچھا تو بی بی نے کہا:

آقا! آج رات سب بیبیاں اپنے بچوں کو تیار کر رہی ہیں میرے دو بچے ہیں لیکن دونوں ہی کمسن ہیں ایک بیٹی ہے جو چل سکتی ہے لیکن لڑکیوں پر جہاد واجب نہیں ہے اور ایک بیٹا جو ابھی چھ ماہ کا ہے میں کل اپنی طرف سے کیا قربانی پیش کروں گی؟۔

امام حسینؑ نے جناب ربابؑ کو دلاسہ دیا اور صبر کی تلقین کی۔

اصحاب امام حسینؑ

جناب سکینہؑ سے مروی ہے کہ شب عاشور میں بھی اگرچہ کمسن تھی لیکن چونکہ میں دختر حسینؑ تھی اس لیے تمام بچے مجھ ہی سے پانی کا کہتے تھے۔ بچوں کے اس مطالبہ سے بچ کر میں اپنے بابا کے خیمہ کی پشت کے سایہ میں بیٹھ گئی۔ میں نے سنا میرے بابا اپنے صحابہ کو جانے کی اجازت دے رہے تھے۔ جونہی میرے بابا نے اجازت دی میں نے دیکھا میرے بابا کے خیمہ سے دس دس اور بیس بیس کے گروہ میں صحابہ نکل کر جانے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی اور بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے میں اس جگہ سے

اٹھی اور اپنی پھوپھی زینبؑ وام کلثومؑ کے خیمہ کی طرف گئی تا کہ اس نئی صورت حال سے انہیں آگاہ کروں

جونہی میں خیمہ کے دروازہ پر آئی پھوپھی پہلے ہی سے درِ خیمہ پر کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے خیمہ میں قدم رکھا تو پھوپھی نے آگے بڑھ کر میرے آنسوؤں کو صاف کیا اور پوچھا: بیٹی! کیا بات ہے؟ کیا پیاس زیادہ ستا رہی ہے؟

میں نے عرض کیا: پھوپھی جان! پیاس تو جیسے تیسے گزر رہی تھی۔ اب تو ہمیں ہمارے ساتھی چھوڑ کر جا رہے ہیں پھر میں نے تمام واقعہ سنایا

بنت زہراؑ نے اسی وقت وامحمداہ واجداہ واعلیاہ۔ واحسناہ۔ واحسیناہ کی صدا بلند کی۔

(الدمعۃ الساکبۃ، ج ۲، ص ۱۹۹)''

پانی کے لیے مخصوص خیمہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک خیمہ پانی کی مشکوں کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ جناب عباسؑ جب اس خیمہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ (جناب سکینہؑ) اور دوسرے بچے خالی مشکوں کو جو نم دار تھیں اٹھا رہے ہیں اور اپنے شکم ان مشکوں سے لگاتے ہیں تا کہ پیاس تھوڑی کم ہو جائے۔

جناب عباسؑ نے ان سے فرمایا: میری آنکھوں کے نور صبر کرو، ابھی جاتا ہوں اور تمہارے لیے ابھی پانی لاتا ہوں۔ (علمدار کربلا مولا عباسؑ، ص ۱۳۵)''

جناب عباسؑ کی شہادت

جب جناب عباسؑ کے بھائی اور بچے شہید ہو چکے تب آپؑ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: آقا! اب مجھے بھی اجازت دے دیجیے تا کہ دشمنان اسلام سے جہاد کروں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: عباسؑ! تم میری فوج کے علمدار ہو تمہیں کیسے اجازت دے دوں؟ جناب

عباسؑ نے ادھر ادھر دیکھ کر فرمایا: آقا! وہ لشکر کہاں ہے جس میں علمدار رہوں؟ امام حسینؑ نے جناب عباسؑ کو گلے لگا لیا اور فرمایا: بھیا! اگر تم زندہ رہے تو بیبیوں کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا سکینہؑ کو کوئی طمانچے نہیں مارے گا۔ یہ سننا تھا جناب عباسؑ نے اپنا سر اقدس امامؑ کے قدموں پر رکھا اور فرمایا: آقا! مجھے بابا نے آج کے دن کے لیے وصیت کی تھی کہ آپ کے قدموں پر اپنی جان نثار کروں امام حسینؑ نے جناب عباسؑ کا سر اقدس اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا: ٹھیک ہے بھیا! پہلے اپنی بہن سے اجازت مانگ لو اور مجھے بھی ساتھ لے چلو کہ اب مجھے کمر میں درد محسوس ہو رہا ہے۔ جناب عباسؑ امامؑ کا دستِ مبارک تھام کر جناب زینبؑ کی خیمہ کی طرف روانہ ہوئے جب خیمہ کے نزدیک پہنچ گئے تو دیکھا کہ جناب زینبؑ خیمہ کے در پر کھڑی ہیں بھائیوں کو آتا دیکھ کر جناب زینبؑ سمجھ گئیں کہ جناب عباسؑ اجازت مانگنے کے لیے آئے ہیں۔ جناب زینبؑ نے جناب عباسؑ سے فرمایا: بھیا! کاش! ہم یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

جناب سکینہؑ کی نگاہ اپنے چچا عباسؑ پر پڑی شہزادی دوڑ کر اپنے چچا سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں: چچا سب اسی خیمہ میں اجازت مانگنے کے لیے آتے ہیں اور پھر واپس نہیں آتے۔ میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمیں دشمنوں سے کون بچائے گا؟ ہمیں کون سنبھالے گا؟ ہمیں کون پانی پلائے گا؟

جناب عباسؑ نے جب جناب سکینہؑ کی باتیں سنیں تو آپ رونے لگے اور جناب سکینہؑ کو بوسہ دیا اور فرمایا: بی بی بہت پیاسی ہیں نا! شہزادی سکینہؑ نے فرمایا: ہاں چچا جان! لیکن آپ کو نہیں جانے دوں گی۔

جناب عباسؑ نے فرمایا: شہزادی آپ کے بابا نے مجھے علمدار کا خطاب دیا ہے آپ بھی کوئی خطاب دیں۔ جناب سکینہؑ نے سوچنے کے بعد فرمایا: آپ کا خطاب سقائے سکینہؑ ہے۔ مولاؑ نے فرمایا:

ٹھیک ہے پھر مشکیزہ لاؤں۔ بی بی سکینہؑ نے فرمایا: نہیں چچا جان! میں آپ کی گود سے نہیں اتروں گی میں آپ کی گود میں بیٹھ کر ہی مشکیزہ لوں گی۔ مشکیزہ لے کر جناب عباسؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے لیکن جناب سکینہؑ آپ کو جانے نہیں دیتی تھیں آخر مولاؑ نے دیر تک سمجھایا اور خیمہ کے پاس بیٹھا کر مشکیزہ لے نہر فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔ (کربلا والوں کی کہانی ص ۳۹)''

چچا کی شہادت کے بعد سر پہ خاک

جب جناب عباسؑ مشکیزہ لے کر نہر کی طرف ہو گئے تو جناب سکینہؑ دوڑتی ہوئی آئیں اور امام حسینؑ سے فرمایا: بابا! میرا قد چھوٹا ہے مجھے اپنی گودی میں اٹھاؤ تا کہ میں بھی اپنے چچا کو دیکھ سکوں۔

امام حسینؑ نے جناب سکینہؑ کو اپنی گود میں اٹھایا۔ جناب سکینہؑ نے فرمایا: بابا! میرے چچا پانی لے کر آئیں گے نا! میرا چھوٹا بھائی علی اصغرؑ بچ جائے گا نا! مولاؑ سے بی بی نے کئی بار پوچھا آخر کار امام حسینؑ نے جناب سکینہؑ کو نیچے اتارا اور جناب سکینہؑ سر مبارک پر خاک کربلا ڈالی اور سر چوم کر کہا: بیٹی سکینہؑ! تیرا چچا نہیں آئے گا میں بھی چند لمحوں کے بعد شہید ہو جاؤں گا۔ جب جناب سکینہؑ یہ سنا تو اس وقت بی بی پر جو گذری وہ اللہ پاک ہی جانتا ہے۔ (خطبات محسن، ج ا، ص ۱۷۷)''

امام حسینؑ کا نہر علقمہ سے خالی ہاتھ پلٹنا

روایت کے مطابق جس وقت مظلوم کربلاؑ جناب عباسؑ کے سرہانے پہنچے اس وقت جناب عباسؑ زندہ تھے۔ جناب عباسؑ نے بھائی سے خواہش کی کہ: اے میرے آقا! مجھے خیمہ میں نہ لے جانا۔ مولا حسینؑ نے فرمایا: اے جان برادر! کیوں؟ جناب عباسؑ نے فرمایا: اس کی دو وجوہات ہیں:

(۱) مولاؑ! میں آپ کی لاڈلی پیاسی سکینہؑ سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا لیکن پانی نہ لا سکا۔

(۲) مولاؑ! میں آپؑ کی فوج کا علمدار تھا۔ اگر اہل خیام میرے لاشے کو دیکھیں گے تو ان کا حوصلہ کم

ہو جائے گا۔

(بعض روایات کے مطابق جناب عباسؑ کا لاشہ مبارک امام حسینؑ نے اٹھانا ہی چاہا تھا کہ لاش مبارک جگہ جگہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی۔)

امام حسینؑ نے اپنے علمدار کے لاشہ کو نہر علقمہ کے سپرد کیا اور خالی ہاتھ خیمہ میں واپس لوٹ آئے۔ صابر امامؑ چل بھی رہے تھے اور آستین سے آنسوؤں کو بھی صاف کر رہے تھے۔ جب آپ خیمہ کے پاس پہنچے تو معصوم سکینہؑ تین دن کی بھوکی و پیاسی آگے بڑھیں اور کہا:

یا ابتاہ هل لک علم بعمی العباس

اے بابا! کیا میرے چچا عباسؑ کا آپ کو علم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟

امام مظلوم نے رو کر فرمایا:

یا ابنتاہ ان عمک العباس قتل و بلغت روحه الجنان

اے میری بیٹی سکینہؑ! آپ کے چچا عباسؑ شہید ہو گئے اور ان کی روح تو بہشت بریں میں پہنچ گئی۔ مولا عباسؑ کی شہادت کی خبر سن کر جناب سکینہؑ اور دوسری اہل حرم چیخ مار کر رونے لگیں اور سب بلند آواز سے بین کر رہی تھیں۔

واخاہ وا عباسا واقلة ناصراہ و ضیعتاہ من بعدک

ہائے میرے بھائی! ہائے عباسؑ! ہمارا کوئی یار و مددگار نہ رہا ہائے آپ کے بعد ہمارے اوپر آنے والے مصائب۔ (کبریت الاحمر، ص ۱۶۲: علمدار کربلا، ص ۱۹۴)''

علامہ عباس عزیزی لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھوڑے کی لجام کو پکڑ کر آ رہے تھے، سب کے دل لرزنے لگے لیکن کوئی یقین نہیں کر رہا تھا کہ جناب عباسؑ شہید ہو گئے ہیں۔

کسی نے کہا: ابھی عبداللہؑ سے پوچھیں، سکینہؑ سے بھی بہتر کوئی ہے؟

بیبیوں نے جناب سکینہؑ سے فرمایا: بیٹی! آپ کے بابا جان آ گئے، جاؤ اور اپنے بابا کے پاس دیکھو کیا ہوا ہے؟ جناب امام حسینؑ آئے افسوس ناک حالت میں اور انتظار میں جب امام حسینؑ خیام کے قریب پہنچے تو تمام عورتیں کھڑی ہو گئیں۔ جناب سکینہؑ صف سے باہر آئیں، آگے بڑھیں اور بڑے مؤدب طریقے سے کہا:

ابتاه هل لک بعمی العباسؑ

بابا جان! میرے چچا عباسؑ کی کوئی خبر ہے؟

امام حسینؑ نے آواز دی: سکینہؑ! تیرے چچا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ میں ابھی عباسؑ کی قتل گاہ سے آیا ہوں۔ (علمدار کربلا، ص ۱۹۲)''

شہزادہ علی اکبرؑ اور جناب سکینہؑ

جب شہزادہ علی اکبرؑ میدان جنگ میں جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوئے اور آگے بڑھے تو شہزادی سکینہؑ پیچھے سے دوڑتی ہوئی آئیں اور فرمایا: بھیا علی اکبرؑ! ذرا ٹھہر جاؤ اور میرا قد چھوٹا ہے اس لیے نیچے اترو تا کہ میں تمہیں بوسہ دے سکوں شہزادہ علی اکبرؑ نیچے اترے جناب سکینہؑ نے ان کے سینے کا بوسہ دیا اور فرمایا: بھیا! بہن صغریٰؑ کے حصے کا بھی بوسہ دے دیا ہے۔

شہزادہ علی اکبرؑ گھوڑے پر سوار ہوئے تو مولاؑ کو محسوس ہوا جیسے کوئی پیچھے سے عباء کو کھینچ رہا ہے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ دامن سے پلو باندھ رہی ہیں مولاؑ نے فرمایا: بہن یہ کیا کر رہی ہیں؟ بی بی نے فرمایا: بھیا! بہن صغریٰؑ نے کہا: جس وقت بھیا اکبرؑ کی شادی کی بات ہو جائے تو میری طرف سے پلو باندھ دینا صغریٰؑ کی منت تھی سو میں نے پوری کر لی بھیا جاؤ خدا حافظ۔

(خطبات محسن، ص ۲۴۰، مجلس ہشتم)''

شہزادہ علی اکبرؑ کی شہادت اور جناب سکینہؑ

روایت میں مرقوم ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد جناب سکینہؑ امام حسینؑ کے پاس آئیں اور فرمایا: اے میرے بابا! آپ اس قدر پریشان حال کیوں ہیں میرے بھائی کو کیا ہوا؟ امامؑ نے فرمایا: بیٹی سکینہؑ! ظالموں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔

فنادت و ااخاہ و امھجة قلباہ

بی بی سکینہؑ نے چیخ کر کہا: ہائے میرے بھائی! اے میرے دل کے چین! ظالموں نے میرے بھائی کو شہید کر دیا ہائے افسوس میرا بھائی مارا گیا اور میں بغیر بھائی کے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: بیٹی! صبر کرو صبر کا دامن چھوٹنے نہ پائے

معصوم سکینہؑ نے کہا:

یا ابتاہ کیف تعبر من قتل اخوھا و شردابوھا

اے بابا! وہ کیسے صبر کرے جس کا بھائی مارا جائے اور اس کا باپ غریب اور تنہا ہو گیا ہو۔

(سوگ نامہ ءآل محمدؐ، ص ۳۹۹۔ مہیج الاحزان، ص ۳۱۶: وقائع الایام خیابانی، ص ۳۲)''

شہزادہ علی اصغرؑ سے جناب سکینہؑ کا وداع

جب امام حسینؑ سب عزیز، انصار، اصحاب شہید ہو گئے تو امام تنہا رہ گئے اور آپ نے استغاثہ بلند کیا کہ کوئی ہے جو ہماری غربت میں مدد کرے؟ اس آواز کو سنتے ہی شہزادہ علی اصغرؑ نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔ جب امامؑ کو یہ معلوم ہے کہ ان کا لال شوق شہادت سے جھولے سے گر گیا ہے تو آپ نے اپنے بہن جناب زینبؑ کے ذریعے شہزادے کو طلب کیا اور انہیں گودی میں اٹھا کر فوج اشقیاء کی طرف لے جانے کے لیے خیمہ سے باہر تشریف لائے۔

روایت میں ہے کہ امامؑ کو پیچھے سے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی جیسے کوئی آرہا ہو جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ شہزادی سکینہؑ پابرہنہ دوڑی آرہی ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: سکینہؑ بیٹی! تم کیوں آئی ہو؟

بی بی نے فرمایا: بابا! میرا بھائی علی اصغرؑ بہت نازک ہے اور دھوپ بھی زیادہ ہے بابا اپنی عباء سے اصغرؑ کو چھپا لو مولاؑ نے جناب اصغرؑ کے چہرے پر عباء کا سایہ کیا اور میدان کی طرف چل دیے۔ لیکن افسوس! اس بدبخت قوم نے امام حسینؑ کے ننھے لال کو بھی پانی نہیں دیا اور تیر سے شہزادے کا گلہ چھید دیا۔

علامہ عباس اسماعیلی یزدی نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے لشکر میں تھا اور میری نظر اس بچے پر تھی جو سید الشہداء کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔

اچانک میں نے دیکھا ایک نورانی مخدرہ خیمہ سے باہر تشریف لائیں کہ جن کا نور آفتاب کو شرما رہا تھا۔ ان کے پاؤں دامن میں الجھ رہے تھے، کبھی گرتی تھیں اور کبھی اٹھتی تھیں اور فریاد کناں تھیں:

واولداه واقتیلاه وامهجة قلباه

''ہائے میرا بچہ' ہائے میرا مقتول ہائے میرا دل کا سکون''

جب وہ اس بچے کے نزدیک پہنچیں تو اپنے آپ کو اس معصوم کی لاش پر گرا دیا۔ پھر کچھ لڑکیاں دوڑتی ہوئیں خیمے سے باہر آئیں اور اس شہید بچے پر آ گریں۔ سید الشہداء جو کہ قوم اشقیاء سے گفتگو فرما رہے تھے، جب یہ حال دیکھا تو اس طرف آئے اور انہیں وعظ و نصیحت کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ خیمے میں پلٹا دیا۔

جو لوگ نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ بی بی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ام کلثومؑ ہیں اور وہ بچیاں فاطمہؑ، سکینہؑ، اور رقیہؑ ہیں۔ (مہیج الاحزان، ص ۲۴۴، سردار کربلا، ج

۲، ص ۱۱۳ و ۱۱۴۔)”

شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت اور جناب سکینہؑ

علامہ محمد محمدی اشتہاردی رقم طراز ہیں کہ جب امام حسینؑ شہزادہ علی اصغرؑ کے لاشے مبارک کو جب کہ اس کے گلے سے خون جاری تھا خیموں کی طرف لے گئے۔ جناب سکینہؑ اپنے بابا کے استقبال کے لیے آگے بڑھیں اور عرض کیا:

یا ابة لعلک سفیت اخی الماء

بابا جان! شاید آپ میرے بھائی کو سیراب کر کے لے آئے ہیں۔

امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا:

بنیة هاک اخاک منبوحا بسهیم الاعداء

بیٹی اپنے ذبح شدہ بھائی کو لے لو کہ دشمن کے تیر کی وجہ سے اس کا سر جدا ہو چکا ہے اس وقت خدا جانتا ہے کہ جناب سکینہؑ پر کیا گزری؟

گفت جانا آتشم افروختی

جان زلرم را ترایں غم سوختی

بی بی نے کہا: اے میری جان! تم نے میرے دل کو آگ لگا دی اس غم سے میری جان زار کو جلا کر رکھ دیا۔

خوش بہ سوی کوی جانان رفتہ ای

سوی قربانگاہ شتابان رفتہ ای

تم خوش خوش خدا کے پاس چلے گئے اور قربان گاہ کا رخ کر لیا۔ (مصائب آل محمدؐ، ص ۲۳۵)”

امام حسین علیہ السلام کی رخصت

شہزادہ علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے۔ جناب ربابؑ و جناب سکینہؑ کو ششماہے کی شہادت سے مطلع کیا اور پھر جب میدان کارزار میں جانے کے لیے تیار ہوئے تو مخدرات عصمت وطہارت سے فرمایا:

اے بہن زینبؑ! اے بہن کلثومؑ! اے ربابؑ! اے سکینہؑ! اے رقیہؑ! اور اے میری ماں کی کنیز فضہؑ! تم سب پر حسینؑ غریب کا آخری سلام۔ خدا حافظ و ناصر۔ امام حسینؑ کے ان کلمات سے شور برپا ہو گیا جب شور کچھ کم ہوا تو آپ نے اپنی عزیز ترین بہن جناب زینبؑ سے وصیت کے دوران فرمایا:

> اے بہن زینبؑ! میرے بعد مصائب وآلام کی راہوں میں صبر وضبط سے کام لینا۔ پشت پر تازیانے پڑیں یا سر سے چادر چھینے تو اف نہ کرنا، رسن بستہ ہونے کے بعد فریاد نہ کرنا، میرے بعد یتیموں کی تم ہی نگہبان ہو اور اسیروں کا قافلہ تمہارے حوالے ہے، میری بچی سکینہؑ ابھی بہت چھوٹی ہے اس کا خیال رکھنا۔

(تذکرۃ الصالحین، ج ۲، ص ۲۸۶۔)"

جناب زینبؑ وام کلثومؑ کی امام حسینؑ سے محبت

شیخ محمد علی کاظمینی سرور المومن میں لکھتے ہیں کہ جناب زینبؑ امام حسینؑ سے بچپن ہی سے محبت کرتی تھیں، جس کا بیان محال ہے' آپؑ اپنے بھائی کے ہمراہ رہنے کی کوشش کرتی تھیں تا کہ آپ ہمیشہ امام حسینؑ کا چہرہ دیکھتی رہیں، یہ عجیب محبت' مہربان اور خلوص جناب سیدہ زہراؑ کے تعجب کا باعث ہوا، ایک دن آپ نے رسول خداؐ سے کہا:

باباجان! زینبؑ اور حسینؑ کے درمیان محبت نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے، زینبؑ کو حسینؑ کے بغیر قرار نہیں ملتا اگر کچھ دیر کے لیے حسینؑ سے جدا ہو جائے تو بیقرار ہو جاتی ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے درد بھری اور جناب سیدہ زہراؑ سے فرمایا:

اے میری آنکھوں کا نور! یہ بچی حسینؑ کے ہمراہ کربلا جائے گی اور حسینؑ کے مصائب سختیوں اور دکھوں میں اس کی شریک ہوگی۔

(سرور المومن، تالیف شیخ محمد علی کاظمینی، ریاحین الشریعہ کے نقل کے مطابق، ج ۳، ص ۱۴۱۔)''

اس بنا پر آپ کی شادی آپ کے چچا عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی آپ نے یہ شرط رکھی کہ جب بھی چاہیں گی امام حسینؑ سے ملنے آسکتی ہیں، ان کے ہمراہ سفر کر سکتی ہیں اور عبداللہؓ روکیں گے نہیں۔

علامہ جزائری نے کتاب الخصائص الزینبیہؑ میں لکھا ہے:

جب جناب زینبؑ شیر خوار اور جھولے میں تھیں، جب بھی ان کے بھائی امام حسینؑ ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو آپ بے قرار ہو جاتیں اور رونا شروع کر دیتی تھیں، اور جب آپ کو امام حسینؑ کا نورانی چہرہ دکھائی دیتا تھا تو خوش ہو جاتیں اور مسکرانے لگتیں۔ جب آپ بڑی ہوئیں تو نماز سے پہلے امام حسینؑ کے چہرے مبارک کی زیارت کرتیں اور اس کے بعد نماز پڑھتی تھیں۔

(الخصائص الزینبیہؑ، ص ۳۳۶)''

جناب ام کلثومؑ کا بھی امام حسینؑ سے محبت کے بارے یہی عالم تھا۔ اس وقت ان بہنوں پر کیا گذری ہوگی صرف خدا ہی جانتا ہے۔

قاصدِ جناب فاطمہ صغریٰؑ

روایت میں ہے کہ جناب صغرؑا نے ایک خط اپنے بابا امام حسینؑ کے نام لکھا تھا جناب فاطمہ صغریٰؑ کا قاصد اس دن خط لے کر کربلا میں پہنچا کہ وہ عاشور کا دن تھا اور شہزادہ علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکے تھے پس اس نے دیکھا کہ امامؑ کا کوئی مددگار نہیں ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ افسوس میری تنہائی پر افسوس ہے میری غربت پر افسوس ہے کہ اس وقت میرا کوئی مددگار باقی نہیں رہا۔ پس وہ اعرابی شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آقا! سلام آپؑ پر، اے فرزندِ زہراؑ! پھر وہ جناب فاطمہ صغریٰؑ کی طرف سے آپؑ کے ہاتھ، پاؤں مبارک چومنے لگا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے بھائی! تو کون ہے کہ اس غربت و بیکسی میں مجھ غریب و بیکس پر سلام کرتا ہے؟

وہ رو کر بولا: اے مظلوم کربلاؑ! اے فرزندِ زہراؑ! میں آپؑ کی بیٹی جناب فاطمہ صغریٰؑ کا قاصد ہوں اور آپؑ کے نام اس دکھیا کا خط لایا ہوں۔ امامؑ نے اس کے حق میں دعا کی اور خط لے لیا۔ امام عالی مقام وہ خط لے کر خیام میں تشریف لائے اور بلند آواز پکار کر سے کہا: اے بہن زینبؑ وام کلثومؑ اے سکینہؑ! اے رقیہؑ! اے شہر بانوؑ! تم سب میرے پاس آؤ۔ بیبیاں امامؑ کی درد بھری آواز سن کر دوڑ آئیں اور بولیں: آقا! ہم آپؑ کے مصائب تو جانتی ہیں کہ آپؑ تین دن کے بھوکے و پیاسے ہیں اور آپؑ کے سب عزیز آپ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں مگر ہمیں یہ معلوم نہیں کہ وہ خط کونسا ہے جس نے آپؑ کو پریشان کر دیا ہے؟ مولاؑ نے فرمایا: یہ خط بیٹی فاطمہ صغریٰؑ کا ہے اس میں آپؑ لوگوں کیلئے پیغام ہے اور شکوہ اور ناراضگی بھی۔

خط کا مضمون یہ تھا:

"یہ خط فاطمہ کا جو کہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹی ہے اپنے بابا کے نام۔ میری طرف سے ہزاروں سلام فرزند رسولؐ کی خدمت میں قبول ہوں اور پھر میرا سلام پہنچے چچا جان جناب عباسؑ کو پھر میرا سلام میرے بھائی علی اکبرؑ کو پہنچے ان کے بعد تمام بھائیوں اور بہنوں کو سلام، پھر میرا سلام پہنچے

میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو بابا آپؑ کو اور سب عزیزوں کو خدا کی قسم کہ میری طرف سے میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کے بوسے لینا اور پیار کرنا۔ بابا آپ سب نے مجھے بھلا دیا ہے اور میرا آپ سب سے ہی یہ شکوہ ہے آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ عراق پہنچ کر تمھیں لینے کیلئے چچا عباسؑ اور بھائی علی اکبرؑ کو بھیجیں گے۔ بابا اب تو انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہوں۔ آپؑ لوگوں سے ملنے کا اشتیاق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے مجھے لینے کیلئے کوئی بھی نہیں آیا ہے۔ پس اب میں مرنی والی ہوں اور آپ کے وعدے کی منتظر ہوں اور آپ پر سلام اور خدا کی رحمت سایہ فگن ہو جب سب خط پڑھ چکے تو امامؑ ک غم اور پریشانی کی وجہ سے چہرے مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپؑ نے ایک ایک بی بیؑ کی طرف سلام پہنچایا پھر آپ لاشہء شہزادہ علی اصغرؑ کو اپنی گود میں لیکر پیار کر کے مقتل کی طرف جا رہے تھے کہ اس وقت امامؑ کی صاحبزادیاں دوڑ کر آئیں اور عرض کرنے لگیں: بابا جان! تھوڑی دیر رُک جایئے ہم سب فاطمہ صغریٰؑ کی طرف سے اصغرؑ (کی لاش) کو پیار کرلیں کہ صغریٰؑ نے خط میں اس کی تاکید فرمائی تھی پس امامؑ رُک گئے یہاں تک کہ جناب سکینہؑ و فاطمہؑ رو رو کر شہزادہ علی اصغرؑ کو پیار کرتی تھیں اور کہتی تھیں ہائے اصغرؑ تو تو اس ظلم سے یہاں بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے اور وہاں صغریٰؑ تجھ سے ملنے کیلئے بے چین ہے۔ (خلاصۃ المصائب، ص۲۵۲ و ۲۵۸)''۔

زین العابدینؑ میری سکینہؑ کا خیال رکھنا

امام حسینؑ اہل حرم سے رخصت کے بعد خیمہ میں تشریف لائے جہاں بیمار کربلا سید سجادؑ غشی کے عالم میں تھے۔ امام حسینؑ نے اپنے بیٹے کو ہلایا لیکن مولاؑ غشی سے نہیں اٹھے تو امام حسینؑ نے بازو تھام کر دعا پڑھی جس سے امام سجادؑ بیدار ہوئے، اپنے بابا سے کہا: بابا! سب لوگ کہاں ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا: شہید ہو گئے۔ سید سجادؑ نے فرمایا: بابا! میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ مولاؑ نے فرمایا: وہ شہید ہو گئے

نہر علقمہ کے کنارے۔ سید سجادؑ نے فرمایا: بابا! میرے بھیا علی اکبرؑ و علی اصغرؑ کہاں ہیں آپ کے اصحاب کہاں ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا: بیٹے! یہ سمجھ لو کہ مردوں میں سوائے میرے اور تمہارے کوئی زندہ نہیں بچا ہے۔

امام حسینؑ نے سید سجادؑ کو زار امامت سپرد کرنے کے بعد وصیت فرمائی: یا علیؑ! میرے بعد ظالم تمہیں اور اہل بیتؑ کو بہت ستائیں گے، قیدی بنا کر شام لے جائیں گے صبر کرنا زینبؑ کو فریاد کرنے سے روکنا سب کا خیال رکھنا بالخصوص سکینہؑ کا خیال رکھنا فوج اشقیاء جانتے ہیں کہ حسینؑ کو بہت پیاری ہے اس لیے اسے بہت ستائیں گے۔

آقائے سید محمد مہدی مزیندرانی لکھتے ہیں کہ پس آپ نے امام سجادؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور بہ آواز بلند فرمایا:

اے زینبؑ! اے ام کلثومؑ! اے سکینہؑ! اے رقیہؑ! اے فاطمہؑ! میری بات سنو اور جان لو کہ میرا یہ فرزند تم پر میرا جانشین ہے، اور یہ واجب الاطاعت امامؑ ہے۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۲۔)''

جناب سکینہؑ کو وصیت

محمد بن محمد زنجانی کے مطابق امام حسینؑ نے سب بیبیوں کو تسلی دی اور ہر بی بی کو اس کے مقتول بیٹے کی تعزیت کی اور فرمایا:

''دیکھو اپنے بعد میں تمہیں رونے سے منع نہیں کرتا۔ ہر انسان کو قدرت نے وقت مصیبت رونے کا حق دیا ہے اور روئے ارض پر تم سے زیادہ مصیبت زدہ کوئی نہیں ہے۔ اور کوئی رونے دے تو بے شک رونا۔ گریبان چاک نہ کرنا اور بال نہ نوچنا۔''

آپ نے جناب سکینہؑ کو بلایا۔ گود میں بٹھایا، سر پہ دست شفقت پھیرا اور فرمایا: سکینہؑ! آج کے

بعد سجادؑ بھائی کا سہارا لینا۔ میری بچی تیرا بھائی بیمار ہے اس کا خیال رکھنا۔ معصوم سکینہؑ نے اپنے بابا کی رنگین ریش مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کیا: بابا جان! کیا آج کے بعد میں یتیم ہو جاؤں گی۔ کمسن اور پیاسی زبان سے یہ کلمے سن کر خیام میں نالہ و شیون کا شور بلند ہوا۔ (انوار خمسہ، ص ۱۹۵۔)"

جناب سکینہؑ کا امام حسینؑ سے وداع

روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ اپنے والد گرامی کے پاس آئیں اور رو کر کہا:

یا ابتاہ استسلمت للموت فالیٰ من اتکل

اے بابا! کیا آپ نے موت کو چن لیا ہے۔ آپ مجھے کس کے سہارے پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اے میری نور چشم! جس کا کوئی یار و مددگار نہ رہا ہو وہ کس طرح اپنے آپ کو موت کے سپرد نہ کرے۔ لیکن یاد رکھو سکینہؑ بیٹی! خدا کی رحمت اور نصرت دنیا اور آخرت میں ہمارے ساتھ رہے گی۔

بیٹی! قضائے الٰہی پر صبر کرو اور شکایت نہ کرو۔ دنیا ایک گزرگاہ ہے لیکن آخرت ہمیشہ رہنے والا گھر ہے۔

بی بی سکینہؑ نے بہت گریہ کیا تو امامؑ نے جناب سکینہؑ کو گلے لگایا ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کیا اور یہ اشعار پڑھے۔

سیطول بعدی یا سکینة فاعلمی
منک البکاء اذ الحمام دھانی
لا تحرقی قلبی بدمعک حسرة
مادام منی الروح فی جثمانی

فاذا قتلت فانت اولٰی بالذی

تاتینه یا خیرة النسوان

اے سکینہؑ! میری شہادت کے بعد آپ کے غموں، دکھوں اور دردوں میں اوراضافہ ہو جائے گا۔ جب تک میرے بدن میں روح ہے تم میرے دل کو حسرت کے آنسوؤں کے ساتھ مت جلاؤ۔ جب مجھے قتل کر دیا جائے تو میری لاش پر آکر گریہ کرنا۔

(نفس المہموم، ص ۱۸۴: منتخب طریحی، ص ۳۱۷ و ۳۱۶: ینابیع المودة، ص ۳۴۶، ب ۶۱، جلاء العیون، ص ۴۰۸۔)"

ذوالجناح کے قدموں سے لپٹ کر فریاد

سید افسر حسین رضوی لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ میدان میں جانے کے لیے ذوالجناح پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو ایڑ لگائی لیکن گھوڑا آگے نہ بڑھا مولاؑ نے ایک بار گھوڑے کی گردن پر پیار سے تھپکی مارتے ہوئے کہا: اے ذوالجناح میں جانتا ہوں کہ تو بھی پیاسا ہے اور چلنے کی سکت نہیں رکھتا مگر اب یہ میری آخری سواری ہے پھر کبھی تکلیف نہیں دوں گا لیکن ذوالجناح رو رہا تھا اور کچھ اس طرح اشارہ کیا کہ مولاؑ میری کیا مجال؟ کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل نہ کروں مگر ذرا پیچھے موڑ کر تو دیکھیں۔

جب امام حسینؑ نے پیچھے موڑ کر دیکھا تو جناب سکینہؑ گھوڑے کے قدموں سے لپٹی ہوئی تھیں اور کہہ رہی تھیں اے ذوالجناح! میرے بابا کو نہ لے جا تمہیں معلوم ہے کہ وہاں جو بھی جاتا ہے واپس نہیں آتا۔ اے ذوالجناح میں یتیم ہو جاؤں گی میرے بابا کو نہ لے جاؤ۔

امامؑ گھوڑے سے نیچے اترے جناب سکینہؑ کو پیار کیا پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا: بیٹی! مجھے جانے دو جناب سکینہؑ کسی بھی آن امامؑ کو جانے نہ دیتی تھیں آخر کار فرمایا: بابا! آخری بار سینے پر سلا لو امامؑ وہیں لیٹ گئے اور جناب سکینہؑ ان کے سینے پر سو گئیں جناب سکینہؑ نے فرمایا: بابا! آپ میدان میں کیوں

جاتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: سکینہؑ! شاید میں تمہارے لیے تھوڑا سہ پانی لاسکوں۔ یہ سن کر جناب سکینہؑ چمٹ گئیں اور کہا نہیں بابا! نہیں جانے دوں گی چچا جان بھی گئے تھے اور واپس نہیں آئے۔ لیکن مولاؑ نے سمجھا بجھا کر خیمہ میں واپس بھیجا۔ (تحفۃ الذاکرین، ص ۱۹۲۔)"

جناب سکینہؑ کا امامؑ سے دوبارہ ملنا

(جناب سکینہؑ فرماتی ہیں) بابا کے میدان میں جانے کے بعد پھوپھی اماں ہم سب کو خیمہ میں لے گئیں ہوا گرم تھی اور خیمہ تنور کی مانند گرم ہو رہا تھا۔

ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ چیخ و پکار نیزوں اور تلواروں کے آپس میں ٹکرانے اور گھوڑوں کے دوڑنے کی آوازیں آنے لگیں ہم سب چپ ہو گئے اور ان کی آوازوں کو غور سے سننے لگے اچانک بابا کی آواز بلند ہوئی: لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بابا (امام حسینؑ) کی آواز سن کر ہم سب نے تین چار مرتبہ تکبیر کہی اور پھر ہم اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے اسی ثناء میں ہمیں گھوڑے کے قدموں کی آواز سنائی دی جو آہستہ آہستہ ہم سے قریب ہوتی گئی ہم سب خوفزدہ ہوئے لیکن اتنے میں پھوپھی زینبؑ نے کہا یہ تو بھیا حسینؑ کے ذوالجناح کے قدموں کی آواز ہے یہ سنکر ہم خیمہ سے نکلے، دیکھا پھوپھی نے سچ کہا تھا، بابا موجود تھے، رعب و دبدبہ سے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے تھے اور تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔ (مصائب جناب سکینہؑ، ص ۲۰)"

میدانِ محشر

علامہ ضمیر اختر نقوی فرماتے ہیں کہ جناب سکینہؑ نے امامؑ سے فرمایا: بابا! آپ جا رہے ہیں تو تھوڑا سہ پانی بھی پلا دیں آپ تو ساقی کوثر کے فرزند ہیں اور ساقی کوثر کی پوتی کو پانی پلا دیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: کیوں نہیں سکینہؑ! کیوں نہیں ہم پانی پلا سکتے ہیں۔ ایک بار امام حسینؑ نے

زمین پر ٹھوکر ماری اس میں سے چشمہ ابلنے لگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: سکینہؑ! جتنا چاہو اس میں سے پانی پی لو۔

جناب سکینہؑ نے فرمایا: ہاں بابا! پانی تو سامنے ہی ہے۔

امام حسینؑ نے جناب سکینہؑ سے فرمایا: بیٹی! پانی پینے سے پہلے ایک بار سامنے دیکھ لو جناب سکینہؑ نے جب سامنے دیکھا تو ایک میدان بی بی کو نظر آنے لگا ایک ہولناک منظر تھا اس میدان میں لاکھوں، کروڑوں لوگ کھڑے تھے کہ پیاس کی وجہ سے سب کی زبانیں منہ پر لٹکی ہوئی تھیں۔ تو بے اختیار جناب سکینہؑ نے اپنے بابا کا دامن تھام کر کہا: بابا! یہ لوگ تو ہم سے بھی زیادہ پیاسے ہیں اور ان پر سورج کی تمازت کتنی زیادہ پڑ رہی ہے یہ تو ہم سے بھی زیادہ پیاسے ہیں یہ لوگ کون ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: سکینہؑ بیٹی! یہ تیرے نانا کی امت ہے اور یہ محشر کا میدان ہے۔ سکینہؑ اگر آج تو نے پانی پی لیا تو پھر تمہارے نانا کی امت کی پیاس محشر میں نہیں بجھے گی۔

بی بی نے امامؑ کا دامن پکڑ کر کہا: بابا! یہ پانی نہیں چاہئے مجھے پیاس گوارا ہے لیکن یہ نہیں کہ میرے نانا کی امت پیاسی رہے۔ مولاؑ نے فرمایا: سکینہؑ! اب یہ چشمہ پھر کبھی نظر نہیں آئے گا۔

(احسان وایمان، ص ۲۴۷)''

امتحان الٰہی

(دوسری روایت کے مطابق) جناب سکینہؑ نے مولاؑ کا دامن مبارک پکڑ لیا اور رو کر کہا: بابا! نہیں جانے دوں گی۔ امام حسینؑ کیلئے بڑا مشکل امتحان تھا جناب سکینہؑ کو سینے سے لگایا اور کہا: سکینہؑ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے ہم کو سکینہؑ کیوں عطا کی؟

مولاؑ نے فرمایا: سکینہؑ! ہم نماز شب میں روز راتوں کو جب نماز شب پڑھتے تو اللہ کی بارگاہ میں

یہ دعا کرتے تھے کہ بارالٰہی مجھ کو ایک ایسی بیٹی عطا کر کہ میں اس کو بے حد چاہوں بے انتہا محبت کروں اور وہ مجھ سے محبت کرے اور جب وہ بڑی ہو جائے تین چار سال کی تو میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کی محبت کے ذریعے تو میرا امتحان لے اور بیٹی اور باپ کی محبت کو آزما کر دیکھ کہ میں تیری محبت پر اس کی محبت کو قربان کروں سکینہؑ! بیٹی میں نے تم کو مانگا ہی آج کے دن کے لئے ہے کہ جب اللہ میرا امتحان لے رہا ہو تمہاری محبت میرے اس امتحان میں کام آئے تو معصوم سکینہؑ الگ ہٹ گئیں اور کہا: بابا! اللہ پاک آپ کا امتحان لے تو میں آپ کی کامیابی میں حائل ہو جاؤں جاؤ بابا خدا حافظ۔ (احسان وایمان، ص ۲۴۶)"

فرات سے واپس آنا

جب امام حسینؑ اہل بیتؑ سے وداع ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور خیمہ سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ جناب سکینہؑ خیمہ کے در پر کھڑیں ہیں۔ جناب سکینہؑ آگے بڑھیں اور اپنے بابا سے کہا: اے بابا! میں پیاسی ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے میری بیٹی! صبر کرو میں ابھی آپ کیلئے پانی لاتا ہوں یہ کہہ کر امامؑ فرات کی طرف روانہ ہوئے اور دشمن سے جنگ کرتے کرتے فرات تک پہنچ گئے اور ابھی پانی کو مشق میں بھرنا ہی چاہتے تھے کہ فوج میں سے ایک شخص نے امامؑ سے کہا: "اے حسینؑ! آپ یہاں پانی سے مشق کو پُر کر رہے ہو اور ادھر آپ کے اہل بیتؑ کے خیموں کو جلایا جا رہا ہے"۔

امام حسین علیہ السلام فوراً گھبرا کر اٹھے اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ خیمے سہی سلامت ہیں۔ جناب سکینہؑ کی نظر فوراً اپنے بابا پر پڑی دوڑ کر دامن تھاما اور کہا: کیا میرے لیے پانی لائے ہیں؟ یہ سننا تھا کہ امامؑ کی آنکھوں مبارک سے اشک جاری ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! تمہاری پیاس اور بیقراری میرے لیے سخت دشوار ہے۔ پس اپنی انگشت جناب سکینہؑ کے منہ مبارک میں دے دی اس کے بعد

شہزادی کو سکون مل گیا۔ (قصہ کربلا، ص ۳۶۰)''

روایت میں ہے کہ یزید ملعون نے شمر ملعون سے پوچھا: تو کربلا میں تھا، کیا کبھی تیرا دل حسینؑ کے لئے کڑھا (تڑپا)؟ اس ملعون نے کہا: ان مقامات میں سے جہاں میرا دل کڑھا، ایک یہ بھی ہے کہ حسینؑ آخری وداع کے لئے دروازہ خیمہ پر آئے تو آپؑ کی چھوٹی بچی نے اپنے ننھے منھے ہاتھ باپ کی گردن میں حمائل کر کے اس طرح نالہ بلند کیا: ''یا ابتاہ''

جس سے عالمین کے رہنے والوں کے دلوں میں سوز و گداز پیدا ہو گیا۔ حسینؑ نے سر نیچے جھکا لیا اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جبکہ وہ بچی کہہ رہی تھی؛ بابا جان! ہمیں واپس مدینہ پہنچا دیجئے۔ (نہضت حسینیؑ، ج ۱، ص ۱۴۲: سردار کربلا، ص ۵۴۱)''

بابا میں پیاسی ہوں

ہلال بن نافع کا بیان ہے کہ میں دشمن کے لشکر کی دو صفوں کے درمیان کھڑا تھا اچانک میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے حرم سے ایک بچی باہر نکلی۔ امامؑ اس وقت میدان میں آچکے تھے اور یہ بچی بھی ہانپتی کانپتی اور لرزتی لڑکھڑاتی امامؑ کے پاس پہنچی اور امامؑ کا دامن تھام کر کہا:

یا ابة ! انظر الی فانی عطشان

اے بابا! میری طرف دیکھیں کہ میں پیاسی ہوں۔

اس شیریں زبان بچی کی جگر سوز خواہش نے امامؑ کے رستے زخموں پر نمک چھڑک دیا اور آپؑ کا زخمی دل اور زخمی ہو گیا۔ امامؑ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے آپ نے پریشانی کے عالم میں فرمایا:

بنیة الله یسقیک فانه وکیلی

بیٹی! میں جانتا ہوں تم پیاسی ہو اب خدا ہی تمہیں سیراب کرے گا وہی میرا دلیل اور پناہ گاہ ہے۔

ہلال بن نافع کہتا ہے کہ میں نے پوچھا: یہ بچی کون ہے؟ اور اس کا امام حسینؑ سے کیا رشتہ ہے؟

تو جواب ملا: یہ حضرت امام حسینؑ کی تین سالہ بیٹی سکینہؑ ہے۔

(سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۴۶۰: سردار کربلا، ص ۵۴۶: سرگذشت کانسوز حضرت رقیہؑ، ص ۲۲: وقایع الحوادث محمد باقر ملبوسی، ج ۳، ص ۱۹۲
۔)"

بابا نظر نہیں آرہے

جب امام حسینؑ زخمی ہو کر زمین پر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگے تب میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے حرم میں سے ایک اٹھاسی سالہ عورت نکلی جس کا نام فضہؑ تھا۔ جناب فضہؑ کے پیچھے جناب زینبؑ، جناب ام کلثومؑ، جناب رقیہؑ، جناب ام لیلیٰؑ، ان کے پیچھے جناب ام فروہؑ اور ان کے پیچھے جناب سکینہؑ کھڑی تھیں۔

جناب سکینہؑ نے جناب فضہؑ کا دامن تھام کر کہا: اماں فضہؑ! مجھے بابا نظر نہیں آرہے ہیں؟ اماں یہ بابا کو کیوں مارنا چاہتے ہیں؟ بی بی فضہؑ نے فرمایا: میری پیاری شہزادی! یہ لوگ انعام کی لالچ میں آپ کے بابا کو مارنا چاہتے ہیں۔ جب بی بی نے یہ سنا تو کہا: اماں! ہمارے پاس جو زیورات ہیں وہ دے دیں گے سب کچھ ہے وہ دے دیں گے۔ کہ اچانک عمر سعد لعین نے آواز بلند کی اور کہا: کہ اب حسینؑ اکیلا ہے جتنا ظلم کرنا چاہو کر سکتے ہو اور جتنا ظلم کرو گے اتنا ہی انعام ملے گا۔ پس ایک شقی انعام کی لالچ میں نکلا اور تین مرتبہ کہا: حسینؑ! حسینؑ! حسینؑ! امامؑ نے اپنے زخمی ہاتھوں سے تلوار اٹھانا چاہا ہی تھا کہ اس لعین نے ایک پتھر اٹھا کر زور سے امامؑ کے سر اقدس پر مارا جس سے امامؑ کے ہاتھ مبارک پیچھے ہو گئے اور آپ کا سر اقدس زمین سے جا لگا یہ منظر دیکھ کر بیبیوں نے سروں کو پیٹ لیا اور جناب سکینہؑ بلند آواز سے کہا: وا ابتاہ! ہائے میرے بابا۔ (خطبات محسن، ص ۲۵۶، مجلس ۹)"

جناب سکینہؑ امام حسینؑ کی گود میں

بروایت انوار خمسہ حضرت امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور ذوالجناح کی مدافعت کے باوجود یزیدیوں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا تو پھوپھی سے اجازت لے کر جناب سکینہؑ میدان کارزار میں بھاگتی ہوئی پریشان حال اپنے بابا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ امام مظلومؑ نے پوچھا؛ سکینہؑ! اس وقت کیوں آگئی؟ جناب سکینہؑ نے عرض کیا: بابا جان! چاہتی ہوں کہ آپ کو آخری بار گلے لگالوں اور جی بھر کے دیکھ لوں۔

امام مظلومؑ نے فرمایا: آ سکینہؑ گلے لگالے۔ بی بی نے سامنے سے آخر بابا کو گلے لگانا چاہا نہ لگا سکیں، داہنی جانب سے ارادہ کیا' گلے نہ لگا سکیں، بائیں طرف سے چاہا' گلے نہ لگا سکیں۔ پیچھے کی طرف سے چاہا کہ بابا کو گلے لگالے' نہ لگا سکی۔ امام مظلومؑ نے بیٹی کی بے بسی کو محسوس کیا اور پوچھا: کیا بات ہے سکینہؑ! کبھی داہنی طرف بڑھتی ہے کبھی بائیں طرف اور کبھی آگے کی طرف بڑھتی ہے کبھی پیچھے کی طرف؟ آگلے سے لگ جا۔

فوج یزید لعین کے سپاہی دم بخود ہو کر یہ دیکھ رہے تھے کہ باپ کی محبت میں یہ کمسن بچی نہ تیروں کی پروا کرتی ہے نہ نیزوں کی طرف دیکھتی ہے اور نہ پتھروں سے ڈرتی ہے۔ کچھ تماشا سمجھ کر زیر لب مسکرا رہے تھے اور کچھ حیرت سے انگشت بدنداں تھے نیز کچھ ایسے بھی تھے جو بے ساختہ رو رہے تھے۔

شہزادی نے عرض کیا: بابا! کیا کروں، آپ کے جسم میں جو تیر پیوست ہیں وہ بڑے ہیں اور ان کے مقابلے میں میرے بازو چھوٹے ہیں۔ سلطان کربلا نے اپنے سینہء مبارک سے ایک ایک تیر نکالا اور ہر تیر کے ساتھ جسم تقسیم ہوتا رہا۔ جب سینہ کی جگہ خالی ہوگئی تو امامؑ نے بیٹی کو قریب بلایا اور گود میں بٹھالیا۔ جناب سکینہؑ نے امامؑ کی خون سے رنگین ریش مبارک کا بوسہ لیا۔ امامؑ نے بیٹی کی پیشانی کو چوما،

پھر دونوں رخساروں کا بوسہ دیا۔ ننھے ننھے ہاتھوں کو اٹھا کر انہیں حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور انہیں چوما اور آخر میں باری باری دونوں کانوں کو چوما۔ جناب سکینہؑ نے پوچھا: بابا! کیا آپ خیمہ میں نہیں آئیں گے؟ اس سوال سے امامؑ کا دل تڑپ اٹھا، اور آپ نے بے ساختہ جناب سکینہؑ کو پیار کیا اور فرمایا: سکینہؑ! اب میں نہیں آؤں گا اتنی دیر میں شمر بدبخت سامنے آگیا اور اس نے پوچھا: حسینؑ! یہ بچی کون ہے؟ امام مظلومؑ نے فرمایا: ظالم! ایسے ماحول میں زخمی باپ کے پاس اس کی بیٹی کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ اس جواب پر شمر ملعون تازیانہ لے کر اذیت رسانی کے ارادے سے جناب سکینہؑ کی طرف بڑھا۔ امام علیہ السلام بے چین ہوگئے اور دردانگیز لہجہ میں فرمایا: میری بچی! اس وقت واپس چلی جا، یہ انتہائی سنگ دل اور ظالم انسان ہے۔ میں جیتے جی تجھ پر تازیانوں کی اذیت برداشت نہیں کرسکتا۔ خدا حافظ و ناصر۔

(انوار خمسہ، ص ۲۱)"

امام حسینؑ کے مصلّے پر جناب سکینہؑ

کتاب سرور المومنین میں روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ کا دستور تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسینؑ کیلئے مصلہ بچھاتی تھیں، امام حسینؑ اس مصلّے پر آکر نماز پڑھتے تھے۔ پس جب روز عاشورا نماز ظہر کی ساعت آئی تو جناب سکینہؑ نے معمول کے مطابق امام حسینؑ کے لئے مصلّی بچھایا اور اس انتظار میں تھیں کہ کب ان کے پدر بزرگوار نماز پڑھنے آئیں گے۔ یہاں تک کہ بہت وقت گزر گیا لیکن مصلہ کی جگہ خالی پڑی رہی جناب سکینہؑ بے چین ہوگئیں اور ایک مرتبہ مصلّی پر بیٹھ کر اپنے بال کھول کر خدا پاک سے دُعا مانگنے لگیں کہ:

"اے میرے پالنے والے! ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ میں
نے مصلہ بچھایا ہو اور بابا نہ آئیں لیکن آج میرے بابا

نے اتنی دیر کیوں کر دی ہے۔"

ابھی جناب سکینہؑ یہ دُعا مانگ رہی تھیں کہ شمر ملعون خیمہ میں داخل ہوا، جناب سکینہؑ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے میرے پدر بزرگوار کو کہیں دیکھا ہے؟ جب اس نے دیکھا کہ یہ شہزادی مصلّی پر بیٹھی ہے اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں تو اپنے غلام سے کہنے لگا اس کو یہاں سے اٹھاؤ لیکن غلام نے حکم کی تعمیل نہیں کی چنانچہ شمر ملعون خود تازیانہ لے کر آگے بڑھا اور ایک تازیانہ شہزادی سکینہؑ کو ایسا زور سے مارا کہ عرش الٰہی ہل گیا۔ (سرگذشت جانسوز حضرت رقیہؑ ص ۲۶: حضرت رقیہؑ ص ۷ کے نقل کے مطابق)"

ذوالجناح کی خیام حسینیؑ میں آمد

صاحب ریاض القدوس رقم طراز ہے کہ جب امام حسینؑ زین سے زمین پر تشریف لائے اس وقت ذوالجناح نے آپ کی نصرت وحمایت کی اور کئی یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ لیکن جب ذوالجناح نے دیکھا کہ امام مظلومؑ پر یزیدیوں کا ہجوم اور دباؤ بڑھتا جا رہا ہے اور ملاعین آپ کے قتل پر آمادہ ہیں تو خیموں کی طرف روانہ ہوا کہ اہل حرم کو مطلع کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی کہ وہ سر سے پاؤں تک خون میں غرق تھا۔ باگیں کٹی ہوئی تھیں، رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں اور جسم میں سیکڑوں تیر پیوست تھے۔ مخدرات نے جب گھوڑے کی یہ حالت دیکھی تو وہ سروں کو پیٹتی ہوئی خیموں سے باہر نکل کر اور ذوالجناح کے گرد حلقہ کر کے فریادوزاری میں مشغول ہوگئیں۔ جناب سکینہؑ ذوالجناح کے سموں سے لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں کہ اے ذوالجناح! میرے بابا کو جنگل میں کہاں چھوڑ آیا ہے؟ کیا میرا بابا قتل ہوگیا اور میں یتیم ہوگئی۔ (ریاض القدوس، ج ۲، ص ۳۶۳)"

دوسری روایت میں ہے کہ جب گھوڑے کی آواز جناب زینبؑ کے کانوں مبارک تک پہنچی تو جناب سکینہؑ سے فرمایا: اے سکینہؑ بیٹی! یہ گھوڑا تو میرے بھائی حسینؑ کا لگتا ہے شاید در خیمہ پر میرے بھائی

حسینؑ آئے ہیں یقین ہے کہ تیرے لیے پانی لائے ہوں گے، پس جناب سکینہؑ جلدی سے درخیمہ پر آئیں تاکہ بابا کی زیارت کریں لیکن جناب سکینہؑ درخیمہ پر آکر دیکھا کہ گھوڑے کی پیشانی خون سے تر ہے اور اس کی زین خالی ہے، باگیں کٹی ہوئی ہیں، گھوڑے کی اس کیفیت کو دیکھ کر جناب سکینہؑ نے مقنعہ سر سے پھینک دیا اور رو کر باآواز بلند کہا: اے پھوپھی! میرے بابا! شہید ہو گئے ہیں۔ اس روایت کی تصدیق زیارت ناحیہ سے ہوتی ہے۔

(معالی السبطین، ج ۲، ص ۸۵۔ تفصیل: مہیج الاحزان، ص ۲۷۷، م ۱۱: انوار الشہادۃ، ص ۲۲، ف ۲۔)"

ہر مخدرات عصمت وطہارت کے لب پہ یہی تھا کہ:

اے ذوالجناح! تو تو بے وفا نہ تھا پر کیوں تنہا پلٹ آیا؟

اے ذوالجناح! تو نے میرے بابا کو کیا کیا؟

اے ذوالجناح! تو میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا اپنے ساتھ لیکر کیوں نہیں آیا؟

اے ذوالجناح! میں جانتی ہوں میرے بابا کو قتل کر دیا گیا لیکن اے میرے بابا کے گھوڑے تو فقط اتنا بتا دے کہ وقت آخر میرے بابا کو پانی پلایا تھا یا بھوکا پیاسہ ہی شہید کر دیا۔

ذوالجناح بول نہیں سکتا تھا اگر بول سکتا تو جواب دیتا بس ذوالجناح رو رہا تھا اور بار بار سر کو زمین پر مار رہا تھا ذوالجناح نے اس قدر اپنے سر کو زمین پر مارا کہ اس کا سر زخمی اور چہرے سے خون بہنے لگا اسی حالت میں وہ زمین پر گرا اور پھر کبھی نہ اٹھا۔ (مصائب جناب سکینہؑ، ص ۲۱۔)"

محمد حسن بن علی یزدی لکھتے ہیں کہ شہزادی سکینہؑ نے اپنے بازو مبارک ذوالجناح کی گردن میں حمائل کر دیئے اور اس کی گردن کے بالوں سے خون لے کر اپنے سر مبارک اور چہرہ مبارک پر ملتے ہوئے فرمایا: اے ذوالجناح مجھے بتاؤ کہ:

هل سقی ابی او قتل عطشاناً؟

"کیا کسی نے میرے بابا کو پانی پلایا یا انہیں پیاسا ہی شہید کر دیا گیا؟"

راوی کہتا ہے کہ جوں ہی گھوڑے نے جناب سکینہؑ کی بات سنی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں اور خیموں سے باہر نکل کر خود کو خاک پر گرا دیا اور اپنا سر زمین پر مارنے لگا یہاں تک کہ وفات پا گیا۔ ایک روایت کے مطابق فرات میں چھلانگ لگا دی اور غائب ہو گیا۔ (انوار الشہادۃ، ص ۳۳)"

امام حسینؑ کی شہادت اور جناب سکینہؑ کے اشعار

بروایت ابی مخنف جب امام حسینؑ کا ذوالجناح خالی ہاتھ واپس آیا اور جناب سکینہؑ نے اس کا یہ حال دیکھا تو بی بی نے اپنا سر اقدس پیٹ لیا اور کہا: وا ابتاہ! واحسیناؑ! واقتیلا! واغربتا! ہائے طول سفر ہائے مصیبت۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

یہ حسینؑ ہے جس کو لوگوں نے اس بیابان میں قتل کر دیا گیا ہے، میں قربان اپنے بابا پر کہ جس کا سر کہیں اور ہے اور بدن کہیں اور ہے، میں قربان اپنے بابا کے جس کے حرم کو لوگوں نے بے حرمت کیا ہے میں قربان اپنے بابا پر کہ جس کا سارا لشکر قتل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد چند اشعار اور پڑھے:

آج افتخار، بخشش اور کرم مر گیا، زمین و آسمان اور خدا کا حرم غبار آلود ہو گیا۔ اے بہن! ذرا دیکھو آ کر کہ یہ ذوالجناح کیا خبر لایا ہے کہ حسینؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہائے افسوس ان کی شہادت پر امت کا چراغ بجھ گیا۔ ہائے پروردگار ان ظالموں سے انتقام لینا۔ (مقتل ابی مخنف و قیام مختار۔)"

شام غریباں اور جناب سکینہؑ

شام غریباں اہل بیت رسولؐ کے لیے نئی مصیبت کی خبر لائی یہ وہ شام غریباں ہے جس میں مخدرات عصمت و طہارت کی چادریں چھین لی گئیں اور یہاں سے جناب سکینہؑ کی یتیمی کی پہلی شام شروع ہوتی ہے شام غریباں میں جناب سکینہؑ کے ساتھ جو المناک مصیبتیں پیش آئیں ذیل میں ان کا

ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) جناب سکینہؑ کی پازیب

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ جب میرے بابا شہید ہو گئے تو فوج اشقیاء ہمارے خیموں کو لوٹنے کے لیے آگے بڑھی یزیدی سپاہیوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور پھر جس کے ہاتھ جو لگا اٹھا کر لے گیا، عورتیں اور بچے گھوڑوں کے قدموں کے نیچے ٹھوکریں کھاتے ہوئے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے، لشکر یزید کے سپاہی جب کسی کے پاس پہنچتے تھے تو اس کے سر سے مقنعہ و چادر کو اس طرح کھینچتے تھے کہ چادر کے ساتھ بال بھی اکھڑ آتے تھے، ان بی بیوں میں سے ایک بی بی چادر اوڑھے ہوئی کھڑی تھیں کہ ایک سپاہی کی نظر پڑ گئی، وہ چادر چھیننے کیلئے آگے بڑھا، ان میں سے ایک میری پھوپھی ام کلثومؑ کی طرف بڑھا اور آپ کی چادر کو چھین لیا، جیسے ہی اس کی نظر گوشواروں پر پڑی تو اس نے تیزی سے گوشواروں کو اس طرح چھینا کہ کانوں سے خون بہنے لگا جس سے آپ کی آواز گریہ بلند ہوگئی بابا اس وقت اگر چچا عباسؑ ہوتے تو ایک ایک ظالم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

سپاہیوں میں سے ایک کی نظر میرے اوپر پڑی اس نے میرا پیچھا کیا جیسے ہی میں زمین پر گری تو وہ گھوڑے سے اتر کر میرے قریب آیا اور چاندی کی خوبصورت پازیب جو میرے بابا نے مجھے خرید کر پہنائی تھی وہ میرے پیروں سے نکال کر اپنی جیب میں رکھ لی اور رونے لگا میں نے اس سے پوچھا: تو روکیوں رہا ہے کہنے لگا اس لئے کہ میں نے تمہاری پازیب چھین لی حالانکہ تم رسولؐ کی نواسی ہو۔

میں نے اس سے کہا تو پھر تم میری پازیب کو نہ چھینو اور گریہ نہ کرو، اس نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو کوئی اور چھین کر لے جائے گا۔ (مصائب جناب سکینہؑ ص ۲۳)"

(۲) دامن میں آگ

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب خیموں کو جلایا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بچی خیمے سے دوڑتی ہوئی باہر نکلی اور اس کے دامن میں آگ بھڑک رہی تھی جیسے جیسے ہوا تیز ہوتی گئی ویسے ویسے آگ بھڑکتی گئی یہ دیکھ مجھے رحم آ گیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے دوڑا جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ اور تیز دوڑنے لگی میں نے قریب پہنچ کر کہا: میں تمہیں تکلیف دینے کے غرض سے نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارے دامن کی آگ بجھانے آیا ہوں یہ سن کر اس بچی نے کہا: اے شیخ! مجھے ہاتھ نہ لگا میں سیدزادی ہوں اور میں رسول خداؐ کی نواسی ہوں۔ پس مجھے نجف کا راستہ بتا۔ میں نے کہا: اے بچی! نجف کا راستہ پوچھ کر کیا کرو گی؟ اس نے کہا: میرے دادا علی المرتضیٰؑ نجف میں ہیں وہاں جا کر ہونے والے مظالم بتاؤں گی۔ (تفسیر کربلا، ص ۴۱۷)''

لیکن آخر کار جناب سکینہؑ کو نجف کا راستہ نہ ملا اور شہزادی رو کر دوسری طرف جانے والی تھی کہ اس شیخ نے کہا: اے بچی! اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو میں مدد دوں۔

بی بی نے فرمایا: اے شیخ! مجھے پانی کا ایک کوزہ دے دو۔ یہ سن کر وہ شخص اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور گھوڑے کی پشت پر بندھی ہوئی مشک کو اتارا اور جناب سکینہؑ کو دے دی۔ بی بی وہ کوزہ لے کر مقتل کی طرف دوڑیں وہ شخص بھی بی بی کے پیچھے پیچھے آیا اور پوچھنے لگا: یہ کس کے لیے پانی لے کر جا رہی ہو؟

بی بی نے فرمایا: اے شیخ! میرے بابا مجھ سے بھی زیادہ پیاسے تھے مجھے اس وقت محسوس ہوا جب وہ میرے لبوں کا بوسہ دے رہے تھے یہ پانی ان کے لیے لے کر جا رہی ہوں۔

اس شخص نے کہا: اب کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ آپ کے بابا بھوکے پیاسے شہید ہو گئے۔ جب جناب سکینہؑ نے یہ سنا تو آپ کے ہاتھ لرز گئے اور کوزہ آب ہاتھوں سے گر گیا۔

(مصائب جناب سکینہؑ، ص ۲۴)''

(۳) سید سجادؑ سے گریہ

جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو سید الساجدین اس وقت بھی غش میں پڑے ہوئے تھے۔ پس جناب سکینہؑ روتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں اے بھائی اٹھو خدا کی قسم بابا حسینؑ کو ظالموں نے بھوکا پیاسا شہید کر دیا ہے، دیکھیے وہ ہم سے کیا سلوک کریں گے۔ پس امام سجادؑ نے آنکھیں کھولیں اور سید سجادؑ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے پھر امامؑ نے فرمایا: سکینہؑ! بابا کیسے شہید ہوئے کیا ان کی حمایت وحفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا؟ بی بی نے کہا: بابا کی شہادت سے پہلے بابا کے ساتھی اور عزیز شہید ہو گئے جب بابا جان میدان کی طرف گئے تو خیمہ کے دروازہ پر بیٹھ کر رو رہی تھی ناگاہ میرے کان میں صدا آئی:

من لک بعدی

اے میرے پردہ داروں! میرے بعد تمہارا کون پرسان حال ہوگا؟

پھر میرے کان میں صدائے اللہ اکبر آئی اس وقت میری دنیا تاریک ہوگئی جب میں بے اختیار خیمہ سے باہر نکلی تو دیکھا کہ بابا حسینؑ کو ان کے ساتھیوں سمیت گوسفند کی مانند شہید قتل کر دیا گیا۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۳۷۵۔)"

(۴) جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ

علامہ مجلسی نقل کرتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ (جناب سکینہؑ) فرماتی ہیں: میں خیمہ کے پاس کھڑی ہوئی تھی اور شہداء کی لاشوں کو دیکھ رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ ہم پر اب اور کون سی مصیبت آنے والی ہے، کیا یہ لوگ ہمیں ماردیں گے یا اسیر کریں گے۔ دیکھتی ہوں کہ اچانک دشمنوں میں سے

ایک آگے بڑھا اس نے نیزہ سے بیبیوں کی چادریں اتاریں۔ بیبیاں رسول خداؐ، جناب علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کو اپنی مدد کے لیے پکار رہی تھیں، پھوپھی زینبؑ پریشان حال کھڑی تھیں، میں اپنی پھوپھی زینبؑ کے پاس چلی گئی' دیکھا کہ ایک شقی میری طرف بڑھ رہا ہے' میں اس سے بچنے کے لیے ایک طرف دوڑی اس شقی نے میرے بیچ نیزے کا وار کیا۔ میں منہ کے بل زمین پر گر گئی' دشمن نے میرے گوشوارے کھینچ لیے جس سے میرے کان زخمی ہو گئے' اس نے میری چادر چھین لی' میرے کانوں سے خون بہہ رہا تھا' میں بے ہوش ہو کر گر پڑی' جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر میری پھوپھی زینب علیہ السلام کی آغوش میں ہے' انہوں نے فرمایا: اٹھو خیموں کی طرف چلتے ہیں۔ دیکھیں اہل حرمؑ اور تمہارے بھائی پر کیا گزری ہے۔ میں نے پھوپھی سے کہا: اگر آپ کے پاس کوئی کپڑا ہو تو دید یجیے تاکہ میں اپنا سر ڈھانپ لوں تو میری پھوپھی نے فرمایا:

یا بنتاہ ! عمتک مثلک

بیٹی! تمہاری پھوپھی کے سر پر بھی چادر نہیں ہے۔

ہم لوگ واپس آئے' دیکھا یزیدی فوج خیموں کا سامان لوٹ کر لے گئے ہیں اور امام سجاد علیہ السلام منہ کے بل زمین پر پڑے ہوئے ہیں' ان میں ہلنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ ہم نے ان کے لیے گریہ کیا اور انہوں نے ہماری حالت پر آنسو بہائے۔ (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۶۰ ۔ ۶۱ ۔)''

(۵) شمر ملعون کی بدبختی

(جناب سکینہؑ فرماتی ہیں) میں خیمہ میں اپنی پھوپھی زینبؑ کے ساتھ کھڑی تھی اور اپنے بھیا زین العابدینؑ کے سرہانے کھڑی تھی۔

اس وقت غصہ کی حالت میں ایک شخص خیمہ میں داخل ہوا مجھے بعد میں پتہ چلا کہ یہ شخص خولی ہے

اس نے خیمہ میں چاروں طرف نظر دوڑائی اور خیمہ میں جو کچھ تھا سب اٹھالیا دوبارہ دیکھا تو ایک چمڑے کا بستر جس پر بھیا لیٹے ہوئے تھے نظر آیا اس نے اس بستر کو مضبوطی سے پکڑ کر بھیا کے نیچے سے کھینچ لیا اور بھیا منہ کے بل زمین پر گر پڑے پھوپھی زینبؑ دوڑتی ہوئی آئیں بھیا کو سیدھا کیا اور کہنے لگیں:

اے بدبختو! یہ کیا کر رہے ہو کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ بیمار ہیں خولی ملعون نے پھوپھی زینبؑ کی طرف دیکھا اور پھوپھی کے سر اقدس سے چادر بھی چھین لی پھوپھی نے اپنے بالوں سے پردہ کیا۔

اس وقت ظالموں کا ایک گروہ اور آ چکا تھا جس میں شمر ملعون بھی موجود تھا اس ملعون نے تلوار کو اس طرح نیام سے نکالا کہ قریب تھا کہ میری روح جسم سے پرواز کر جاتی وہ بدبخت کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں اس جوان کو قتل کر دوں، تاکہ روئے زمین پر حسینؑ ابن علیؑ کی نسل باقی نہ رہے۔

پھوپھی زینبؑ دوڑ کر بھیا زین العابدینؑ کے سامنے آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تو انہیں قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے میرا بھائی بھی قتل ہونے کے بعد تمہارے ظلموں سے نجات پا گیا۔

(مصائب جناب سکینہؑ، ص ۲۵)''

دوسری روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں میں بھیا کے سرہانے کھڑی تھی کہ ایک شخص جس کی آنکھیں نیلی تھیں اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، میں اس کے خوف سے چھپ گئی راوی کہتا ہے کہ وہ شخص بیمار کربلا کے پاس آیا اور سید سجادؑ ایک چمڑے کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے اس لعین نے بھیا کے نیچے سے بستر بھی کھینچ لیا۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ پس کچھ لوگ تلواریں کھینچ کر آئے کہ امام زین العابدینؑ کو قتل کر دیں یہ حال دیکھ کر جناب سکینہؑ نے سر کو پیٹ لیا کہ جناب زینبؑ روتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں اے ظالمو! تمہیں میرے بھائی کا قتل کافی نہیں ہوا کہ اس بیمار کے قتل سے تو ہاتھ اٹھاؤ۔

(خلاصۃ المصائب، ص ۳۷۸)''

اپنے پیاسے بابا کی یاد میں

علامہ محمد محمدی اشتہاردی لکھتے ہیں کہ تو کچھ لشکری عمر سعد لعین کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اے امیر! ہمیں تو حسینؑ کو قتل کرنا تھا سو ان کو ہم نے بھوکا پیاسا قتل کر دیا اب ان جلے ہوئے خیموں میں بیس بچے ہیں اور اسقدر پیاسے ہیں کہ قریب ہیں جان دے دیں۔ان پر رحم کھا اور تھوڑا سہ پانی دے تا کہ انہیں پلائیں۔عمر سعد لعین نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اجازت دے دی۔

سب لشکری کوزہ لے کر خیموں میں بیٹھے ہوئے پیاسے بچوں کے طرف بڑھے اور باری باری سب کو پانی کا کوزہ دیا جب جناب سکینہؑ کی باری آئی اور آپ کو ایک لشکری نے کوزہ دیا تو آپ وہ کوزہ لے کر مقتل کی طرف دوڑیں۔

سپاہی نے پوچھا: کہا جا رہی ہو؟

بی بی نے فرمایا: میں یہ پانی اپنے بابا کے لیے لے کر جا رہی ہوں کہ وہ بہت زیادہ پیاسے تھے۔

سپاہی نے کہا: اب کوئی فائدہ نہیں یہ پانی آپ ہی پی لو کیوں کہ آپ کا بابا بھوکا پیاسا شہید ہو گیا۔جب بی بی نے یہ سنا تو رو کر کہا: اب مجھے پیاس نہیں ہے۔

(سرگذشت جانسوز حضرت رقیہؑ، ص ۲۹: ثمرات الحیاۃ، ج ۲، ص ۳۸: زندگانی کامل حضرت رقیہؑ کی نقل کے مطابق۔)''

پامالی لاش امامؑ اور جناب سکینہؑ

محمد بن محمد شہیر المقدس انجانی کا بیان ہے کہ شہادت کے بعد تیروں، نیزوں، تلواروں اور پتھروں سے چور چور جناب فاطمہؑ کے لال کا جسم اقدس گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال کیا جا رہا تھا اور میدان کربلا میں مشرق کے گھوڑے مغرب کی طرف اور مغرب کے گھوڑے مشرق کی طرف دوڑائے جا رہے تھے اس وقت جناب سکینہؑ کے سر پر قرآن تھا اور وہ رو رو کے نانا جان کی امت سے فریاد کر رہی تھیں کہ:

''اے ظالمو! تم نے میرے بابا کے سر کو تن سے جدا
کر دیا ہے، جسم کو تیروں، تلواروں اور نیزوں سے چھلنی
کر چلے ہو، خدا کے لیے اب پارہ پارہ جسم پر گھوڑے نہ
دوڑاؤ۔ میرے بابا کا سینہ میرے سونے کی جگہ ہے
اسے تو چھوڑ دو''

امام حسینؑ کی غمزدہ مظلوم بہن جناب زینبؑ کبھی مدینہ کی طرف رخ کر کے نانا کو آواز دیتی تھیں اور کبھی نجف کی طرف منہ کر کے اپنے بابا جناب علی المرتضیٰؑ کو پکارتی تھیں لیکن اشقیاء نہ تو شہزادی زینبؑ کی آہ و بکا پر کان دھرتے تھے اور نہ ہی کمسن شہزادی سکینہؑ کی بات سنی جا رہی تھی۔ (انوار خمسہ، ص ۳۰۔)''

مقتل گاہ میں جناب سکینہؑ

روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور رات کی ہولناک تاریکی میدان کربلا پر مسلط ہوئی تو جناب سکینہؑ اپنے پدر بزرگوار کی تلاش و جستجو میں قتل گاہ کی طرف نکل آئیں۔ ادھر جناب زینبؑ نے اپنی بہن جناب ام کلثومؑ سے فرمایا: ''بہن ان بچوں کو جمع کرو دیکھو کوئی کھو تو نہیں گئے''۔ جناب ام کلثومؑ نے جب بچوں کو شمار کیا تو ان میں جناب سکینہؑ کو نہ پایا۔

جب جناب زینبؑ کو معلوم ہوا کہ ننھی سکینہؑ خیمہ میں نہیں ہے تو آپ نہایت ہی مضطرب و پریشان ہوئیں۔ آپ نے ایک ایک سے پوچھا لیکن جب کوئی پتہ نہ چلا تو جناب ام کلثومؑ کا ہاتھ تھام کر میدان کی طرف روانہ ہوئیں جہاں ایک نشیب سے کسی بچی کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

جناب زینبؑ آگے بڑھیں کہ امامؑ کی لاش مبارک سے آواز آئی بہن زینبؑ آہستہ! سکینہؑ میرے سینے پر سو رہی ہے۔ (مظلومہ کربلا، ص ۱۱۳)''

جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ کو سینے سے لگایا اور فرمایا: ''بیٹی! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ آپ کے بابا کی لاش ہے؟ جناب سکینہؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں! جب میں روتی ہوئی قتل گاہ میں آئی اور بلند آواز سے بابا کو صدا دی کہ: بابا! رات ہوگئی ہے اب میں کس کے سینے پر سوؤں گی۔ کہ اچانک بابا کی لاش سے آواز آئی: میری بچی آجاؤ میرے سینے پر سو جاؤ اور میں اس لاش پر آگئی۔ چنانچہ جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ کو گود میں اٹھایا اور خیمہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

لیکن کتاب مبکی العیون میں آیا ہے کہ جناب زینبؑ شب شام غریباں در خیمہ پر اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا اور غشی کے عالم میں آپ نے اپنی مادر گرامی جناب سیدہ زہراؑ کو دیکھا' جناب زینبؑ نے اپنی مادر گرامی سے کہا: اماں! ہمارے ساتھ دیکھیے کیا کیا ظلم کیے ہیں نانا کی امت نے' جناب سیدہ زہراؑ نے فرمایا:

> ''بیٹی! جب میرے بچے حسینؑ کے گلے پر خنجر رواں تھا
> تب میں وہاں موجود تھی اور میں تیرے بچوں سے خبر دار
> ہوں۔ لیکن اب اٹھو کہ سکینہؑ خیمہ میں نہیں ہے اس کو
> جا کر ڈھونڈو۔'' (سرگذشت جانسوز حضرت رقیہؑ، ص ۲۷)''

شہزادہ علی اصغرؑ کے لیے کوزۂ آب

رسول خداؐ کے گھر کو تاراج کر کے فوج اشقیاء خوشیاں اور جشن منا رہے تھے اور یزیدی فوج میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا کہ چند سرداروں نے آکر عمر سعد لعین سے کہا:

''امیر! حسینؑ کے پورے گھرانے کو تباہ کر دیا اب ان بے بس عورتوں کو کھانا بھجوا دے۔ ابن سعد لعین نے سرداروں کی باہمی مشورے سے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو کھانا بھیجنا چاہا لیکن ایسا کون تھا کہ

جس کے ہاتھ ان غیور بیبیوں کو کھانا بھیجا جائے اور وہ لوگ قبول کر لیں۔

آخر جناب حرؑ کی زوجہ کا انتخاب ہوا ابن سعد لعین نے کہا: ٹھیک ہے حرؑ ان کی طرف داری میں مارا گیا ہے لہٰذا زوجۂ حرؑ کو کچھ خوراک اور پانی دیکر چند عورتوں ہمراہ کر دیں۔ عورتیں شمع کی روشنی لے کر جب آگے بڑھیں اور نزدیک پہونچیں تو جناب زینبؑ نے آواز دے کر روکا' اور کہا: اے ہمارے ستانے والو! اب تو رحم کرو' بچے روتے روتے ابھی سوئے ہیں ہم کہیں بھاگے نہیں جا رہے صبح ہمیں جس قدر چاہے لوٹ لینا۔ زوجہ حرؑ آگے بڑھیں اور آنے کا سبب بتایا اور ادب سے وہ کھانا اور پانی رکھ دیا۔

جناب زینبؑ نے زوجۂ حرؑ کو پہچانا تو آگے بڑھ کر گلے سے لگالیا اور فرمایا: بی بی! یہیں بیٹھ جائیں تجھ کو حرؑ کا پرسہ دے لوں۔ جناب زینبؑ نے بچوں کو بلایا اور ایک کوزہ آب اٹھا کر جناب سکینہؑ کو دیا بچوں نے بھی کیا صبر تھا پانی کو دیکھ کر بے تاب نہیں ہوئے' جناب سکینہؑ نے پانی کا کوزہ ہاتھ میں لیا اور پوچھا: پھوپھی اماں! پہلے مجھے پانی کیوں دیا ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا: بی بی! تم سب سے چھوٹی ہو اس لئے پہلے تم پانی پی لو۔ یہ سننا تھا کہ جناب سکینہؑ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مقتل کی طرف رخ کیا جناب زینبؑ نے پوچھا: سکینہؑ! کہاں جا رہی ہو؟ جناب سکینہؑ نے فرمایا:

''پھوپھی اماں! سب سے چھوٹا میرا بھائی علی اصغرؑ ہے اس کے پاس جا رہی ہوں۔ جناب زینبؑ نے بچی کو رو کر چمٹا لیا' بیبیوں میں بھی گریہ کا شور بلند ہوا زوجہ حرؑ بھی شریک گریہ تھیں۔

(تحفۃ الذاکرین، ص ۱۹۹)''

جناب زینبؑ اور نماز شب

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ:

میری پھوپھی زینبؑ نے اتنی مصیبتوں کے باوجود نماز شب کو ترک نہیں کیا جلے ہوئے خیمہ میں

بیٹھ کر نماز شب پڑھی، اس سے قبل میں نے بارہا پھوپھی زینبؑ کو شب و روز نماز پڑھتے دیکھا تھا، لیکن اس طرح بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پہلی بار دیکھا۔ (مصائب جناب سکینہؑ ص ۲۶)''

(یعنی بھوک و پیاس کی وجہ سے جناب زینبؑ اس قدر نڈھال ہو چکی تھیں کہ وہ کمر خمیدہ نماز پڑھنے لگیں)

جناب سکینہؑ کا لاش امامؑ پر دردانگیز بین

ابو مخنف کی روایت کے مطابق امام حسینؑ کی لاش پر ایک بی بی آئی اس کی گود میں چھوٹی سی بچی تھی اس بچی کا حال یہ تھا کہ اپنے سر پر خاک ڈالتی تھی اور ننھے ننھے ہاتھوں سے سر کو پیٹتی تھی اور بے اختیار رو کر کہتی تھی: ''کہاں ہیں میرے بابا حسینؑ؟ کدھر گئے میرے بابا حسینؑ کہ میری حالت دیکھیں یہاں تک کہ بی بی نے اپنے بابا کی لاش کو پہچان لیا وہ بی بی اس قدر روئی اور بیقرار ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اس یتیم بچی کے گریہ و ماتم کو دیکھ کر اپنے پرائے سب رو رہے تھے۔ شہزادی سکینہؑ دوڑ کر اپنے بابا کی لاش سے لپٹ گئیں اور یوں بین کرتی تھیں:

''ہائے میرا غریب بابا! کس ظالم نے آپ کے سر کو تن سے جدا کیا کہ بابا میں آپ کو پہچان بھی نہ سکی۔ ہائے میرے مظلوم بابا! کس ستمگر نے آپ کے سینہ اقدس پر تیر مارا ہے کہ اب تک اس سے خون جاری ہے۔''

پھر جناب سکینہؑ نے اپنے منہ کو پیٹنا شروع کر دیا۔ آخر کار روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس یتیم بچی کے رونے اور غش کھا جانے کی وجہ سے تمام لشکر اعداء رو پڑا یہاں تک کہ ان کے گھوڑے بھی رونے لگے ان حیوانوں کے آنسو بہہ کر سموں تک پہنچ گئے اس سے مراد یہ ہے کہ حیوانات بھی آل رسولؐ کے غم میں بہت زیادہ روئے۔

منقول ہے کہ جناب سکینہؑ اپنے بابا کی لاش سے پھر لپٹ گئیں اور کہتی تھیں کہ: بابا! دیکھو تو سہی میرے کان زخمی ہو چکے ہیں'' ظالموں نے میرے گوشوارے چھین لیے ہیں اور مجھے طمانچے مارے گئے ہیں ناگاہ شمر لعین اس شہزادی کو بابا کی لاش سے چھڑوانے آیا' جب بی بی نے نہ چھوڑا اور اپنے بابا کی لاش سے لپٹ کر روتی رہی تو اس ظالم نے اس معصومہ کو اس زور سے تازیانہ مارا کہ وہ یتیم بلبلا گئی۔

(خلاصتہ المصائب، ص ۴۰۱: جلا العیون، ص ۴۲۰: ناسخ التواریخ، ج ۳، ص ۳۰: ریاض القدوس، ج ۳، ص ۱۹۱۔)''

شمر لعین کا جناب سکینہؑ کو مارنا

روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ اپنے بابا کے زخمی جسم کو چومتی تھی اور شمر لعین معصومہ کو تازیانہ سے ڈراتا تھا اور رونے سے منع کرتا تھا مگر جناب سکینہؑ بلبلا جاتی تھیں اور پھوپھیوں سے منتیں کرتی تھیں کہ'' مجھے بچالو شمر تازیانے مار رہا ہے۔

جناب زینبؑ نے شمر سے کہا: خدا تجھ پر لعنت کرے اے شمر! اس یتیم کو نہ مار جی بھر کہ اپنے مظلوم بابا سے پیار کرنے دے پتہ نہیں دوبارہ قبر پر آسکتی ہے کہ نہیں۔ (خلاصتہ المصائب، ص ۶۸۲)''

سید بن طاؤس کی روایت

سید بن طاؤس وغیرہ لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ امامؑ کی لاش سے لپٹی ہوئی تھیں اور اپنا منہ ان کے خون سے تر کرتی تھیں اور کہہ رہی تھیں: بابا! ظالموں نے میرے کان زخمی کر کے گوشوارے چھین لیے، طمانچے مارے۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: اس وقت ایک شقی نے اس یتیم کو لاش امام حسینؑ سے چھڑانے کا ارادہ کیا اور وہ جدا نہ ہوتی تھی۔ ناگاہ اس شقی نے طیش میں آکر ایک تازیانہ اس بچی کے ایسا مارا کہ وہ تڑپ گئی۔ اس وقت میری آنکھوں میں خون اتر آیا میں نے چاہا کہ اس قوم کے لیے بددعا کروں مگر مجھے

اپنے مظلوم باباؑ کی وصیت یاد آ گئی اور میں نے صبر کیا۔ (توضیع عزا، ص ۱۲۴)''

جناب سکینہؑ کی لاش امامؑ پر بے قراری

راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک ننھی سی بچی کو دیکھا جس کا نام سکینہؑ تھا وہ اپنے بابا کی لاش کے ساتھ لپٹ کر اس بے قراری سے روتی تھی کہ میرا دل کباب ہو جاتا تھا وہ معصومہ بار بار اپنے بابا کو آوازیں دیتی تھی جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو دوڑ کر اپنی ماں ربابؑ کے پاس گئی اور کہا: اماں! بابا مجھے جواب نہیں دیتے، اماں میں تو ان کے سینے پر سونے والی سکینہؑ ہوں بابا تو مجھے آغوش میں لے کر پیار کرتے تھے ۔وداع کے وقت بھی بابا مجھے پیار کیے بغیر رخصت ہوئے جو ان کا معمول تھا اماں اب مجھے گلے بھی نہیں لگایا اماں! میں نے بابا کو کئی بار آوازیں دیں لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، یہ منظر اور بے تابی دیکھ کر جناب ربابؑ بھی اور شدت سے رونے لگیں اور کہا:

''بیٹی! کس سے شکوہ کرتی ہو؟ کس سے شکایت کرتی ہو؟ بیٹی! تیرے بابا چلے گئے تو یتیم ہو گئی''۔

جناب سکینہؑ دوڑ کر اپنے بابا سے لپٹ گئی جو بھی آگے بڑھتا معصومہ منتیں کرتی کہ مجھے بابا سے جدا نہ کرو مجھے جی بھر کر بابا سے ملنے دو۔ (بحر المصائب، ص ۳۱۰، مجلس ۳۲۔)''

مقتل جامع مقرم کے مطابق راوی کہتا ہے کہ امام حسینؑ کی چھوٹی بچی (جناب سکینہؑ) بابا کے لاشے کے پاس بیٹھ کر شاید بابا کو سونگھتی اور چومتی تھیں، اور بابا کی انگلیوں کو اپنے سینے پر رکھتی تھی اور کبھی آنکھوں پر پھیرتی تھیں اور اپنے بابا کے خون کو اپنے بالوں اور چہرے پر ملتی تھیں اور کہتی تھیں:

اے بابا! آپ کی شہادت نے شماتت کرنے والوں کی آنکھوں کو روشن کر دیا اور دشمن خوش ہو گئے ہیں۔ بابا! بنوامیہ نے مجھے یتیمی کا لباس پہنا دیا ہے۔ بابا جان! جب تاریک رات ہو گی تو میں کس کی

پناہ لوں گی، اور اگر پیاسی ہوں گی تو مجھے کون سیراب کرے گا؟

بابا جان! میرے گوشوارے اور میری ردا لوٹ لی گئی۔

بابا! کیا آپؑ ہمارے ننگے سروں اور غمزدہ دلوں کو دیکھ رہے ہیں۔ میری پھوپھی کو تازیانے مارے گئے اور میری ماں کو قیدی بنالیا گیا''۔ راوی کہتا ہے کہ اس بچی کا گریہ و ندبہ سن کر (سب کی) آنکھیں اشکبار ہوگئیں''۔ (مقتل جامع مقرم، ج۲، ص۷۰)''۔

شیعوں کیلئے امام حسینؑ کے اشعار

مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ جب سکینہؑ نے اپنے مظلوم بابا کی لاش کو پہچان لیا تو آپ نے اپنے بابا کے جسم اطہر کو اپنی آغوش میں لیا، اور آپ پر شدت غم کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی۔ آپ نے بے ہوشی کی حالت میں سنا کہ مظلوم امامؑ فرمارہے ہیں:

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذ کرونی

اوسمعتم بغریب او شهید فاند بونی

اے میرے شیعو! جب کبھی ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کرنا، یا اگر تم کسی شہید یا مسافر کا ذکر سنو تو میری غربت اور شہادت پر گریہ کرنا۔ (بحار الانوار، ج۴۵، ص۵۸: نفس المهموم، ص۳۸۶)''

جب جناب سکینہؑ کو غشی سے افاقہ ہوا، اور آپ نے ہوش سنبھالا، تو آپ اٹھیں اور اس وقت آپ اپنے منہ کو پیٹ رہی تھیں۔

کتاب سوگ نامہ آل محمد میں اسطرح ہے کہ جناب سکینہؑ نے اپنے آپ کو بابا کی لاش پر گرادیا اور آپ کئی دفعہ روئیں اور چلائیں۔ یہاں تک کہ آپ غش کھا گئیں۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے بتایا کہ جب میں غش کی حالت میں تھی تو میرے باباؑ نے فرمایا:

شیعتی مٰا ان شربتم مٰاء عذب فاذ کرونی

او سمعتم بغریب او شهید فاند بونی

واناالسبط الذی من غیر جرم قتلونی

و بجرد الخیل بعد القتل عمدا سحقونی

لیتکم فی یوم عاشورا جمیعاً تنظرونی

کیف استسقی لطفلی فابو ان یرحمونی

وسقوه سهم بغی عوض الماء المعین

یا لرزء و مصاب هد ارکان الحجون

ویلهم قد جرحوا قلب رسول الثقلین

فالعنهم ما استطعتم شیعتی فی کل حین

اے میرے شیعو! جب بھی تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کرنا' یا اگر تم کسی شہید یا مسافر کا ذکر سنو تو میری غربت اور شہادت پر گریہ کرنا۔ میں وہ سبط پیغمبرؐ ہوں کہ جسے بغیر کسی جرم وخطاء کے قتل کر دیا گیا اور میری شہادت کے بعد میرے جسم کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔ کاش تم روز عاشورہ کربلا میں موجود ہوتے تو تم سب کے سب مجھے دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے لال کے لئے پانی طلب کر رہا تھا ۔انہوں نے میرے بچے کو پانی کے بدلے تیر چلا کر خون سے سیراب کیا۔ آہ! کتنا دردانگیز اور دردناک سانحہ تھا کہ جس نے مکہ کے بلند وبالا پہاڑوں کو لرزا کر رکھ دیا اور وہ ویران ہو گئے''۔

ہلاکت ہو ان پر کہ انہوں نے قلب رسول الثقلینؐ کو زخمی کیا ہے۔اے میرے شیعو! ہر زمان و مکان میں تم میں جتنی ہمت و استطاعت ہو، ان پر لعنت کرنا۔

جب امام مظلومؑ کے سینہ اقدس پر سونے کی عادی جناب سکینہؑ نے اپنے بابا کے لاشہ پر دلسوز

بین کئے اور آپ نے ان دلخراش اشعار کو امامؑ کے لاشہ پر پڑھا تو محشر برپا ہوگیا۔ آپ کے اشعار مصائب پر دوست، دشمن سبھی نے گریہ کیا کہتے ہیں کہ:

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر
آہ صاحب درد را باشد اثر

اگر کسی ماتم میں سینکڑوں افراد نوحہ گر ہوں تو اہل دل پر اثر پڑتا ہی ہے۔

فاجتمعت عدة من الاعراب حتیٰ جروها عنه

عمر سعد لعین کے حکم پر چند لوگ جناب سکینہؑ کے پاس آئے اور انہوں نے کھینچ کر آپ کو امامؑ کے بدن سے جدا کیا۔

ای خصم بدمنش تو مزن تازیانہ ام
من از کنار کشتہ بابا نمی روم
من با علی اکبرؑ و عباسؑ آمدم
از این دیار بے کس وتنہا نمی روم
تن ھا بروی خاک چنین ماندہ بی کفن
در شام و کوفہ ہمراہ سرھا نمی روم
سیلی مزن بہ صورتم ای شمر بی حیا
من بی علی اکبرؑ لیلیٰؑ نمی روم

اے بدطنیت دشمن! تو مجھے تازیانہ نہ مارؤ میں اپنے مقتول باپ کے پہلو سے جدا نہیں ہوں گی۔ میں چچا عباسؑ اور بھیا علی اکبرؑ کے ہمراہ آئی تھی۔ میں یہاں سے بے کس وتنہا نہیں جاؤں گی۔ جسم کس حال میں خاک زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ میں کوفہ وشام سروں کے ہمراہ نہیں جاؤں گی۔ اے بے شرم شمر!

مجھے طمانچے نہ مار، میں ام لیلیٰؑ کے ساتھ اپنے بھائی علی اکبرؑ کے بغیر نہیں جاؤں گی۔

مزنیدم کہ دراین دشت مرا کاری ھست
گل اگر نیست ولی صفحہ گلزاری ھست
ساربانان مزنید این ھمہ آواز رحیل
آخر این قافلہ را قافلہ سالاری ھست
گریہ من بہ سر نعش پدر بیجا نیست
بلبل آنجا کہ بود گرمی بازاری ھست
ای پدر ھیچ ندانی کہ در این انجمنت
بال وپر سوختہ ای مرغ گرفتار ھست

مجھے مت مارو کہ اس جنگل میں مجھے ایک کام ہے۔ اگر چہ یہاں کوئی پھول نہیں ہے۔ لیکن گلزار میں پتے ضرور موجود ہیں۔ اے ساربانو! یہ کوچ کی آوازیں نہ لگاؤ اس قافلہ کا بہر حال اپنا ایک قافلہ سالار ہے۔ باپ کی لاش پر میرا گریہ غلط نہیں ہے، بلبل وہیں ہوتا ہے جہاں پھولوں کی گرم بازاری ہو۔ بابا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی اس انجمن میں ایک مرغ گرفتار ہے جس کے بال و پر جل چکے ہیں۔

(سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۵۳۰)"

دوسری روایت کے مطابق جناب سکینہؑ کو امامؑ نے قتل گاہ میں غشی کی حالت میں فرمایا:

وانا السبط الذی من غیر جرم قتلوبی
وبجرد الخیل بعد القتل عمداً سحقونی

"میں پیغمبرؐ کا بیٹا ہوں، مجھے بے جرم و بے خطا قتل کیا گیا ہے اور قتل کرنے کے بعد وہ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھ پر گھوڑے دوڑا کر میری ہڈیوں کو چور چور کر دیں۔ (سردار کربلا، ص ۶۲۰: تذکرۃ الشہداء، ص ۳۷۳: مصباح

کفعمی، ص ۷۵۔)“

جنابِ سکینہؑ کا لاشوں سے وداع

روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ جب مقتل گاہ میں پہنچی تو ایسے دلخراش بین کیئے کہ ہر آنکھ برس رہی تھی۔اس وقت وہ بی بی سید الشہداء کے کٹے ہوئے ہاتھوں اور بازوؤں کو اپنی گود میں رکھ ہوئے تھی آنکھوں پر لگاتی کبھی بوسے دیتی تھی۔

تارة تضع اصابعه على فواها

کبھی حضرت کا ہاتھ لے کر اپنے دل ہر رکھتی اور بین کر کے روتی جاتی اور کہتی تھی۔

يا ابتاه انا اظلم الليل من بعمى حملى يا ابتاه ان عطشت فمن بروى ظماى

اے بابا جان! جب اندھیری رات آئے گی تو مجھے تسلی کون دے گا۔اگر پیاسی ہوں گی تو پانی کون پلائے گا۔

يا ابتاه نهبو اقرطى وردانى

اے بابا جان! ظالموں نے میرے گوشوارے کان سے چیر کر چھین لئے اور میری ردا سر سے اتار لی۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت یتیم کے بین سن کر سب بے اختیار رو رہے تھے۔کہ یکا یک منادی ہوئی کہ اے اہل بیتؑ اب کوچ کا وقت ہے سوار ہو جاؤ اس وقت وہ صاحبزادی روتی ہوئی اس ملعون کے پاس آئی جو زبردستی سب کو سوار کرتا تھا۔جناب سکینہؑ نے فرمایا: اے شخص! تجھے قسم ہے خدا اور اسکے رسولؐ کی کہ مجھے یہ بتادے کہ تم لوگ آج یہاں ٹھہرو گے یا پھر کوچ کرو گے۔اس نے کہا: ہم کوچ کریں گے۔

بی بی نے کہا: جس وقت تم کوچ کرنا ان سب بی بیوں کو لے جانا مجھے یہیں میرے باپ کے پاس چھوڑ جانا اگر میں اپنے باپ کے پاس مرگئی تو میرا خون تمہارے ذمہ نہ ہوگا۔اس ملعون نے کہا: ایسا

نہیں ہو سکتا تم بچی ہو سب کے ساتھ سوار ہو جاؤ مگر اس صاحبزادی نے دوڑ کر پھر باپ کا ہاتھ پکڑ لیا جیسے کسی طرف پناہ لیتے ہیں اس شخص نے دوڑ کر پھر اس بی بی کو چھڑانا چاہا پھر اس صاحبزادی نے کہا: اے شخص! میرا چھوٹا بھائی بھی ان لاشوں میں پڑا ہے اسکو بن امیہ نے قتل کر دیا ہے۔ مجھے اس سے وداع ہونے دو اور آخری زیارت کروں اس شخص نے رحم کھایا اور چھوڑ دیا۔ چند قدم جناب سکینہؑ نے جا کر شہزادہ علی اصغرؑ کی لاش دیکھی تو بے تاب ہو گئیں اور بہت روئیں اور یہ نوحہ پڑھا:

"میں وداع ہوتا ہوں اس چھوٹے بھائی سے جو اس زمین پر
ذبح کیئے ہوئے پڑا ہے۔ اس کے نازک دانتوں اور آنکھوں
کے بوسے لیتی ہوں اور کہا: اے بھائی! اگر مجھے اختیار ہوتا
کہ میں تیرے پاس رہوں اگرچہ مجھے درندے کھا لیتے تب
بھی میں تیرے پاس سے نہ جاتی اے بھائی میری طرف سے
میرے جد امجد محمد مصطفیٰؐ علی المرتضیٰؑ، اور دادی فاطمہ زہراؑ
کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔"

اسکے بعد بی بی نے شہزادہ علی اصغرؑ کی لاش کا بوسہ دیا ظالموں نے جناب سکینہؑ کو شہزادہ علی اصغرؑ کی لاش سے زبردستی چھڑا لیا اس وقت بی بی کو زبردستی اونٹ پر بیٹھایا گیا تو وہ بی بی پھر پھر کر لاشوں کو دیکھتی جاتی اور سر پیٹ کر کہتی جاتی تھی: یا ابی ودعتک اللہ ایسمع العلم اقرئک السلام اے بابا جان! میں تمہیں خدا کے حوالے کرتی ہوں میرا آخری سلام قبول کیجیے۔ (توضیع عزا)"

روایت میں ہے کہ جناب سکینہؑ نے اپنے بابا کے گلے کا خون ہاتھوں پر لے کر اپنے پریشان بالوں کو خضاب کر لیا، جب جناب زینبؑ نے معصوم بچی کی یہ حالت دیکھی تو ان کے دامن کو پکڑا اور ان کے چہرے پر آستین کا پردہ بنایا تا کہ اپنے بابا کی یہ حالت نہ دیکھے۔ لیکن شہزادی نے عرض کیا: پھوپھی

اماں! میں بابا کو بوسہ دے دوں اور جو وعدہ کر کے گئے وہ اس کا پوچھ لوں۔

سب پرداروں نے کہا: اے آنکھوں کی ٹھنڈک! ابھی بابا کو نہ دیکھو کل آئیں گ، اور تمہارے لیے پانی لائیں گے۔

علیحدہ اونٹ پر جناب سکینہؑ

روایت کے مطابق ابھی قافلہ قتل گاہ سے تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ شمر ملعون اپنے کچھ سنگ دل ساتھیوں کے ساتھ اہل حرم کے قریب آیا اور اس ملعون نے کہا کہ ان قیدیوں میں حسینؑ کی ایک کم سن بچی بھی ہے جس سے وہ بے حد محبت کرتے تھے اور وہ بچی اپنے باپ کے سینے پر سوتی تھی بتاؤ وہ کون ہے ؟ کسی ظالم نے کہا: اس کا نام سکینہؑ ہے اور وہ اپنی پھوپھی کے ہمراہ اونٹ پر سوار ہے۔

شمر ملعون نے کہا: ہر اونٹ پر دو دو قیدی آسانی سے چل سکتے ہیں، مگر چونکہ حسینؑ اس بچی کو دل و جان سے چاہتے تھے اس لیے ہم نے طے کیا ہے کہ یہ تنہا اونٹ پر سفر کرے گی۔ دشمنوں نے بڑھ کر جناب سکینہؑ کو پھوپھی کی گود سے چھین لیا۔ ایک ظالم نے ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر ننھی ننھی کلائیاں رسی سے جکڑ ادیں۔ جناب سکینہؑ تڑپنے لگیں، کسی نے کہا اسے چھوڑ دو یہ بہت کم سن ہے۔ شمر ملعون نے آگے بڑھ کر اونٹ کو بٹھایا اور جناب سکینہؑ کو پیٹ کے بل اس اونٹ کی برہنہ پیٹھ پر لٹا کر رسی سے کس کر باندھ دیا اونٹ چلا اس کی رگڑ سے معصوم سکینہؑ کا سینہ چھلنے لگا زخم گہرے ہوئے اور پیرہن کے ساتھ اونٹ کی پشت مظلوم سکینہؑ کے خون سے تر ہو گئی۔ ننھی سکینہؑ فریاد کر رہی تھیں: اے بابا! آپؑ مجھے اپنے سینے پہ سلاتے تھے آج آپؑ کے بعد مجھ پر رحم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

جناب شہر بانوؑ کا مطالبہ پانی

جب اہل بیتؑ کو بے پلان اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ اسکے بعد قافلہ کوفہ کو روانہ ہو گیا ناگاہ

جناب شہر بانوؑ کی نظر اپنے بیمار بیٹے پر پڑی کہ ایک ملعون ان کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو زور سے کھینچتا ہے اور وہ بیمار ضعف اور کمزوری کی وجہ سے نہیں چل سکتا' جناب شہر بانوؑ نے فرمایا: ماں تجھ پر قربان ہو جائے سکینہؑ پیاسی ہے اس کے لیے کہیں سے پانی کا بندوبست کرو امام زین العابدینؑ نے روکر کہا کہ: اماں! میں پانی کہاں سے لاؤں۔

جناب سکینہؑ نے اپنے بھائی کی آواز سنی تو سر اقدس اٹھا کر اپنے بھائی کی حالت دیکھی تو جب جناب سکینہؑ رو پڑی اور بولی: اے ظالمو! تم نے آل رسولؐ پر کس قدر مظالم کیے ہیں ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہے راوی کہتا ہے ایک ملعون آیا اس نے جناب سکینہؑ کو نیزہ دیکھا کر کہا: چپ رہ اس کی خوف سے امام حسینؑ کی یتیم سہم کر چپ ہو گئی یہ دیکھ کر سید سجادؑ جناب سکینہؑ کی طرف آنے لگے تو ضعف و نقاہت کی وجہ سے آپ کے پاؤں کانپنے لگے اور آپ زمین پر گر پڑے اور جس لعین کے ہاتھ میں رسی تھی اس نے کھینچا اور آپ کے پشت مبارک پر ایک تازیانہ مارا کہ آپؑ درد سے تڑپ گئے اور آپ کا پیراہن مبارک پارہ پارہ ہو گیا اور آپ بے ہوش ہو گئے اور زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ جب اہل بیتؑ نے امامؑ کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھا تو سب اہل حرمؑ نے اپنے آپ کو اونٹوں سے گرا دیا اور واصیبتاہ کی فریاد کرنے لگیں۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۴۲۸)"

ایک نصرانیہ عورت مسلمان ہو گئی

عبداللہ بن اسود سے روایت ہے کہ جس سال واقعہ کربلا پیش آیا اس سال بہت سے تاجر جو عراق کی طرف گئے تھے جب وہ واپس لوٹے تو بارہ محرم کو سرزمین کربلا پر اترے ایک فرنگن بھی اپنی نوکرانیوں کے اس قافلہ کے ہمراہ تھی وہ عورت کہتی ہے کہ جب میں وہاں پہنچی تو یکدم مجھے اداسی نے گھیر لیا میرا دم گھٹتا جا رہا تھا اور اس انھونی پریشانی کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ خدا خیر کرے

جناب شہر بانوؑ کی نظر اپنے بیمار بیٹے پر پڑی کہ ایک ملعون ان کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو زور سے کھینچتا ہے اور وہ بیمار ضعف اور کمزوری کی وجہ سے نہیں چل سکتا' جناب شہر بانوؑ نے فرمایا: ماں تجھ پر قربان ہو جائے سکینہؑ پیاسی ہے اس کے لیے کہیں سے پانی کا بندبست کرو امام زین العابدینؑ نے رو کر کہا کہ: اماں! میں پانی کہاں سے لاؤں۔

جناب سکینہؑ نے اپنے بھائی کی آواز سنی تو سر اقدس اٹھا کر اپنے بھائی کی حالت دیکھی تو جب جناب سکینہؑ رو پڑی اور بولی: اے ظالمو! تم نے آل رسولؐ پر کس قدر مظالم کیے ہیں ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہے راوی کہتا ہے ایک ملعون آیا اس نے جناب سکینہؑ کو نیزہ دیکھا کر کہا: چپ رہ اس کی خوف سے امام حسینؑ کی یتیم سہم کر چپ ہو گئی یہ دیکھ کر سید سجادؑ جناب سکینہؑ کی طرف آنے لگے تو ضعف و نقابت کی وجہ سے آپ کے پاؤں کانپنے لگے اور آپ زمین پر گر پڑے اور جس لعین کے ہاتھ میں رسی تھی اس نے کھینچا اور آپ کے پشت مبارک پر ایک تازیانہ مارا کہ آپؑ درد سے تڑپ گئے اور آپ کا پیراہن مبارک پارہ پارہ ہو گیا اور آپ بے ہوش ہو گئے اور زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ جب اہل بیتؑ نے امامؑ کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھا تو سب اہل حرمؑ نے اپنے آپ کو اونٹوں سے گرا دیا اور واصیبتاہ کی فریاد کرنے لگیں۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۴۲۸)''

ایک نصرانیہ عورت مسلمان ہو گئی

عبداللہ بن اسود سے روایت ہے کہ جس سال واقعہ کربلا پیش آیا اس سال بہت سے تاجر جو عراق کی طرف گئے تھے جب وہ واپس لوٹے تو بارہ محرم کو سرزمین کربلا پر اترے ایک فرنگن بھی اپنی نوکرانیوں کے اس قافلہ کے ہمراہ تھی وہ عورت کہتی ہے کہ جب میں وہاں پہنچی تو یکدم مجھے اداسی نے گھیر لیا میرا دم گھٹتا جا رہا تھا اور اس انھونی پریشانی کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ خدا خیر کرے

عزیزوں میں سے کوئی فوت تو نہ ہو گیا ہو میں نے اپنی ایک کنیز سے کہا کہ چلو اس صحرا میں تھوڑی دیر چہل قدمی کرتے ہیں، ہم دونوں عورتیں چلتے چلتے قافلہ سے کچھ فاصلے پر آ گئیں ہم نے دیکھا ایک جگہ پرندے آ جا رہے ہیں لیکن وہ عجیب طرح کا شور بلند کرتے ہیں ان کے اس شور میں بھی غم واندوہ سنائی دیتا تھا وہ خاک اڑاتے تھے اور چیختے تھے یوں لگ رہا تھا جیسا کہ ان کا کوئی سردار مر گیا ہے اور یہ اس کے غم میں نوحہ کناں ہیں۔

میری نوکرانی نے بھی میری بات کی تصدیق کی ضرور ہی ان پرندوں کا کوئی بادشاہ مر گیا ہے کہ جس کا غم یہ منا رہے ہیں میں نے اس کنیز سے کہا کہ چلو ان کے مرے ہوئے بادشاہ کی لاش دیکھتے ہیں ہم ایک ٹیلے پر آ گئے میں نے نیچے کی طرف یکھا تو مجھے خون ہی خون نظر آیا میں نے خیال کیا کہ شاید یہاں پر کوئی بہت بڑا قافلہ اترا تھا اور انہوں نے گوسفند ذبح کیے ہوں گے لیکن چند قدم آگے چل کر میں نے دیکھا کہ انسانوں کی لاشیں پڑی ہیں ان کے جسم زخموں سے چور چور ہیں اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ لاشیں بغیر سروں کے تھیں، میں نے سوچا کہ شاید ان مقتولوں کے دشمنوں کو ان سے بہت بڑی دشمنی وعداوت تھی کہ ان کے جسموں پر تلواروں، نیزوں، تیروں، اور پتھروں کے بے شمار زخم لگے ہوئے تھے ان لاشوں میں میں ایک لاش کے قریب آئی دیکھا کہ وہ لاش قبلہ رخ ہو کر منہ کے بل پڑی ہوئی ہے اور اس کا سر بھی نہیں ہے لگتا ہے اس شخص کو حالت سجدہ میں قتل کیا گیا تھا لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ اس لاش سے مشک و عنبر کی خوشبو مہک رہی ہے اور دوسری لاشوں سے بھی خوشبو آ رہی تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم یہ لاش کوئی نیک اور متقی شخص کی ہے اور ان کے پہلو میں ایک ننھے سے بچے کی لاش ہے کسی سنگدل نے اس معصوم بچے کا سر بھی قلم کر لیا تھا اس بچے کے گلے سے خون بہہ رہا تھا اور اس نے ننھا سا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا میں نے غور سے دیکھا تو اس کے حلق پر تیر لگا ہوا ہے میں یہ کربناک منظر دیکھ کر بہت روئی اور اپنی چادر سے اس بچے کا خون صاف کیا اور اس کے زخم کا بوسہ لیا اور اسے اٹھا

کر گلے سے لگالیا اور رو کر کہا: اے فرزند مظلوم! تو کس کا نور نظر ہے، تجھے کس جرم میں قتل کیا گیا ہے۔ دشمنیاں تو بڑوں سے ہوتی ہیں تیرے ساتھ کس کو اتنی بڑی دشمنی تھی کہ تیرا سر بھی قلم کر کے لے گیا ہے اگر تیرے ماں باپ تجھے اس حال میں دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ القصہ وہ نصرانی عورت بہت روئی اور سر کے بال کھول کر سجدے میں گر گئی اور کہا: خداوندا تجھے عیسیٰؑ بن مریمؑ کا واسطہ اس بچے کے قاتل کو سخت ترین عذاب میں مبتلا فرما۔

وہ کہتی ہے کہ جو لاش قبلہ رخ ہو کر پڑی تھی اس پر سفید پرندوں نے سایہ کیا ہوا تھا تا کہ وہ دھوپ سے محفوظ رہے کنیز بولی: اے بی بی! یہ کوئی اولیاء خدا تھے یا بادشاہ سفت اقلیم تھے۔

میں نے اسے کہا کہ ان مقتولوں کا درجہ اولیاء سے بڑھ کر ہے تو نے سنا نہیں ہے کہ جناب سلیمان نبیؑ کی زندگی میں جانور اور دوسری مخلوق ان کے تابع تھی، لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو سب تابعین انہیں چھوڑ گئے اس شہید کا درجہ سلیمان علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے بعد ہم قافلہ میں واپس لوٹ آئے میں نے ان سے سارا ماجرا بیان کیا اور ان سے کہا کہ ذرا چل کر تو دیکھو کہ وہ عرب ہیں یا عجم تمام قافلے والے اس جگہ پر آئے جہاں ان بے وارث مقتولوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ان قافلہ والوں میں سے چند بزرگوں نے کہا: کہ شہیدوں کے ہاتھ پاؤں اہل مدینہ سے مشابہ ہیں اگر ان کے جسموں پر سر ہوتے تو ہم پہچان لیتے قریبی بستی کے چند بزرگوں کو بلایا گیا اور ان سے ان مقتولوں کے بارے میں پوچھا گیا تو ان زمینداروں نے کہا کہ آہ کہیں ان مظلوموں کا کیا حال بیان کریں۔

دوسری محرم کو یہ قافلہ سرزمین کربلا پر پہنچا اگر چہ یہ مختصر افراد پر مشتمل تھا لیکن ان کا رعب ودبدبہ اور ان کی شان وشوکت بادشاہوں سے بھی بڑھ کر تھی محرم کی چوتھی تاریخ کو سردار لشکر نے ہمیں بلوایا جب ہم حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کو جمع کیا ان سب کے چہرے بہت نورانی تھے وہ ہم سے بڑے کریمانہ اخلاق سے پیش آئے دیں اثناء نماز ظہر کا وقت ہوا ایک انتہائی خوبصورت نوجوان

آیا اس نے اذان کہی خدا شاہد ہے اس جوان کا چہرہ چودویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن تھا۔

ہم نے اس نوجوان کا نام پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ اس کا نام ''علی اکبرؑ'' ہے الغرض وہ سردار آگے ہوا اور سب نے اس کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ عظیم القدر بزرگ انتہائی مشفقانہ انداز میں ہماری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا ہم پردیسی ہیں آپ کی سرزمین پر آئے ہیں اگر تم ایک مہربانی کرو تو یہ زمین ہمیں بیچ دو کہ ہمیں اس زمین کی ضرورت ہے۔

اس بزرگ کی اس بات کو سن کر صدائے گریہ بلند ہوئی یہاں تک خواتین اور بچے بلند آواز سے رونے لگے پس ہم نے اشکبار آنکھوں اور رضا و رغبت کے ساتھ اس بزرگوار کی فرمائش کو قبول کیا چنانچہ انہوں نے ساٹھ ہزار درہم دے کر ہم سے یہ زمین خریدی اور آپ نے اٹھ کر چار حدیں مقرر کیں اور فرمایا: خدا نے ہمارے لیے اس زمین کو منتخب کیا ہے جس روز سے اس کو پیدا کیا اور بچھایا خداوند کریم نے اسے ہمارے ماننے والوں کے لیے جائے ورود بازگشت بنایا اور یہ زمین ان کے لیے دنیا و آخرت میں باعث امان ہے۔

غرض جب ہم اس بزرگ سے رقم لے کر جانے لگے تو انہوں نے ہمیں بلا کر فرمایا: یہ زمین بھی میں تمہیں بخشی ہے لیکن دو شرطوں پر ایک تو یہ کہ کچھ خاص قبریں جو اس سرزمین پر ہوں گی۔ ان پر زراعت نہ کی جائے اور زائرین کو ان قبروں کے بارے میں بتا دیا جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہمارے زائر کے ساتھ احسان کرنا یعنی ان قبروں کی زیارت کے لیے آئے تو اسے تین دن مہمان کرنا ہم نے آپ کی ان دو شرطوں کو قبول کر لیا۔ ساتویں تاریخ تک امن و امان رہا جب ساتویں تاریخ ہوئی تو کوفہ سے فوجوں پہ فوجیں آنے لگیں یہاں تک تا حد نظر فوج ہی فوج نظر آتی تھی اور اسی دن سے ان پر پانی بند کر دیا گیا۔ ہر چند کہ فوج یزید لعین ان کو بیعت کی طرف دعوت دیتی تو یہ شخص لا حول و لا قوۃ کہہ کر انکار کر دیتا تھا۔

دسویں محرم کے روز یزیدیوں نے ان پر حملہ کر دیا اس سردار کے عزیز و اقارب درجہ شہادت پر فائز ہوئے مگر اس سردار کا ہر جانثار سردار مخالف کا سو دو سو فوجی مار کر قتل ہوا یہاں تک کہ اس سردار کی باری آئی تو خیموں میں کہرام برپا ہوا وہ آقا بھی روتا ہوا خیمہ سے باہر نکلا اور میدان جنگ کی طرف متوجہ ہوا اگرچہ عزیزوں اور ساتھیوں کی شہادت نے اس بزرگ کو نڈھال کر دیا تھا۔

جب زخموں سے چور چور ہو گئے تو پشت زین سے روئے زمین پر تشریف لائے تو اپنا سر سجدہ خالق میں جھکا دیا ابھی آپ سجدہ میں تھے ایک سنگدل نے آ کر آپ کا سر پس گردن کاٹ دیا۔ دسویں محرم کا دن غروب ہوا اور شام غریباں آئی تو یزیدیوں نے خیام حسینؑ کو آگ لگا دی جس کے نتیجے میں ان میں نیک لوگوں کی ہر چیز جل گئی پردہ داروں کے سروں سے نیزوں کے ذریعہ چادریں اتاریں گئیں۔ ان بیبیوں کو قیدی بنا کر بے پلان اونٹوں پر سوار کیا ان پردہ داروں نے اپنے بالوں سے سر کو چھپایا اور خاک شفاء سے پردہ کیا ان کے بچوں کو بھی قید کر دیا گیا۔ وہ شہزادہ کہ جس کی ہم نے اذان سنی تھی اس کا سر نیزہ پر آویزاں کیا گیا۔

اس سردار کا ایک بیمار فرزند تھا کہ جس کے پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ہاتھوں میں رسن باندھے گئے اور سب شہیدوں کے سر نیزوں پر نصب تھے ہم حاکم وقت کے ڈر سے یہ لاشیں نہیں دفنا سکتے مگر چاہتے ہیں کہ جب لشکر یزید ملعون بہت دور چلا جائے گا تو پھر ہم ان لاشوں کو دفن کریں گے۔ پس اہل قافلہ نے کہا: ''اے زمینداروں آپ کو اس سردار کے نام کا پتہ نہیں ہے انہوں نے کہا: ہم ان کا نام نہیں جانتے تھے لیکن جب وہ شہید ہوئے تو اس وقت ایک منادی نے ندا دی کہ آگاہ ہو کہ حسینؑ پیاسا بھوکا شہید ہوا ہے پس اہل قافلہ نے جونہی نام حسینؑ سنا تو رو پڑے اور ماتم کرنے لگے اور کہا حجاز و یثرب میں تو صرف ایک ہی حسینؑ ہے اور وہ ہے جناب رسول خداؐ کا نواسہ پس انہوں لاش امامؑ پر گریہ و ماتم کیا ناگاہ وہ نصرانیہ عورت دوڑ کر لاش امامؑ کے قدموں پر گر پڑی اور بولی: اے میرے آقا! اے میرے مولاؑ

گواہ رہنا میں ایمان لائی ہوں اور میرے مسلمان ہونے کی روز قیامت گواہی دینا یہ کہ میں نے آپ کا خون پاک اپنے سر اور اپنی پیشانی پر مل لیا ہے جب روز قیامت آپ کی مادر گرامی اپنے سر اقدس کو آپ کے خون سے رنگین کر کے آئیں گی تو میں بھی اپنا سر کھول کر آپ کی مظلومانہ شہادت کی گواہی دوں گی اس کے بعد وہ خاتون غش کھا گئی۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۴۶۰۔)''

اہل بیتؑ کوفہ کے قریب

علامہ سید ابوا قاسم دیباجی لکھتے ہیں کہ اشقیاء نے اہل بیتؑ کو اسیر کر کے کوفہ کی طرف روانہ کیا، کئی منزلوں سے گزرتے ہوئے اہل بیتؑ کوفہ کی طرف بڑھتے رہے۔ اہل بیتؑ کو چالیس اونٹوں پر سوار کیا گیا تھا۔ گیارہ محرم کو اہل بیتؑ کربلا سے روانہ ہوئے۔ مغرب کے وقت کوفہ پہنچے۔ ابن زیاد ملعون کو خبر دی گئی، اس نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کے قافلے کو کوفے کے باہر ہی ٹھہرایا جائے اور اگلے دن شہر میں لایا جائے تا کہ حکومت اپنی فتح کا جشن اچھی طرح سے منا سکے۔

اشقیاء نے کوفہ کے باہر خیمے نصب کئے خیموں میں آرام کیا اور اہل بیتؑ نے زیر آسمان رات گزاری، کفار طرح طرح کے کھانے کھا رہے تھے لیکن خاندان رسولؐ جو بھوکا اور پیاسا تھا ان کے لیے نہ غذا تھی نہ پانی۔ (مسافرہ شام زینبؑ بنت علیؑ، ص ۱۶۸)''

کوفہ میں اہل بیتؑ کی آمد

بارہ محرم ۶۱ھ آ پہنچی اس دن کوفہ کے حاکم عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے سارے کوفہ میں اپنی فوج لگا رکھی تھی اور وہ ہر طرح کے احتجاج کو کچلنے کے لیے تیار تھی۔ انہیں ڈر تھا کہ کوفہ میں اہل بیتؑ کی آمد سے کہیں ان کے خلاف شورش اور بغاوت نہ ہو جائے۔

دشمنوں نے طبل و نقارے بجانے شروع کئے، سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا، کوفے کے حاکم

کوخروج کرنے والوں پر فتح حاصل ہوئی ہے' ان کے مرد مارے گئے ہیں اور ان کی عورتیں اور بچے اسیر کر لیے گئے ہیں' اس فتح پر عوام کو خوشی منانی چاہیئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرنی چاہیئے۔

جناب زینبؑ، جناب سکینہؑ اور اہل بیتؑ کو دشمن کے طعنوں سے شدید تکلیف پہنچ رہی تھی۔

(ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اہل کوفہ اہل بیتؑ کے کوفہ میں وارد ہوتے وقت خوشی منا رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے اور اہل بیتؑ کی شان میں گستاخی کر رہے تھے۔)

جناب سکینہؑ کا رونا مہراب امام علیؑ کے قریب

اہل بیتؑ کا قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا تو جناب زینبؑ کو اپنے بابا امیر المومنین جناب علیؑ یاد آ گئے اور وہ مہراب جہاں آپؑ زخمی ہوئے تھے۔ وہاں سب لوگ نماز پڑھ رہے تھے جناب زینبؑ نے سید سجادؑ سے فرمایا: بیٹے سجادؑ! ان سے کہو میں مہراب تک جاؤں گی۔

جب سارے کوفی نماز پڑھ چلے تو عمر سعد لعین نے کہا: باجا اور ڈھول بجاؤ۔ جناب زینبؑ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے مہراب تک جانے دیں وہ لوگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے: کیا یہاں تمہیں علیؑ ملیں گے؟ جناب زینبؑ کو جلال آ گیا اور فرمایا: کس میں ہمت ہے جو علیؑ کی بیٹی کا راستہ روکے یہ کہہ کر بی بی مہراب کی طرف گئیں کہ اچانک امام حسینؑ کے سر اقدس سے آواز آئی: بہن زینبؑ تیرے جلال پر بھائی قربان صبر کرو دیکھو سکینہؑ رو رہی ہے اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے جناب زینبؑ نے سلام کیا اور پھر واپس آئیں اور جناب سکینہؑ کو گود میں بیٹھا کر پیار کیا۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۶۹۔)''

جناب سکینہؑ کی عماری کے قریب سر امامؑ

روایت میں ہے کہ جب قافلہ کوفہ میں پہنچا تو جناب زینبؑ نے جناب فضہؑ کے ذریعے شمر ملعون سے کہا:

''امام زین العابدینؑ کو کوڑے نہ مارو اور ان پر سختی نہ کرو وہ پہلے سے ہی بیمار ہیں اور دوسرا یہ کہ سر امام حسینؑ عماری سے دور لے جاؤ اس لئے کہ ایک تو نہ محرم کی نگاہ ہم پر پڑتی ہے اور دوسری سکینہؑ جب اپنے بابا کا سر دیکھتی ہے تو اس قدر روتی ہے قریب ہے کہ غم سے اپنی جان دے دے۔ (مظلومہ کربلا۔)''

اے لوگوں صدقہ ہم پر حرام ہے!

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ جب ہم کوفہ پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ چھتیں عورتوں اور بچوں سے بھری ہوئی تھیں ان میں سے ایک گروہ ناچ رہا تھا اور دوسرا گروہ رو رہا تھا۔

انہیں آوازوں میں ایک مرتبہ پھوپھی زینبؑ کی آواز بلند ہوئی پھوپھی کی آواز سنکر سب چپ ہو گئے پھوپھی نے کہنا شروع کیا:

اے اہل کوفہ! اپنی آنکھوں کو بند کرلو ہماری طرف نہ دیکھو اور خدا اور رسول ﷺ کا کچھ تو خیال کرو کہ اہل بیتؑ رسول ﷺ کو سر برہنہ کھڑے دیکھ رہے ہو۔

کہ ان میں سے کچھ عورتیں ہماری طرف روٹیاں اور خرمے پھینکنے لگیں، میں نے ایک خرمہ اٹھا کر منہ کے قریب کیا ہی تھا کہ پھوپھی نے مجھ سے کہا: بیٹی خرمہ کو پھینکو اور دوسرے بچوں نے جو منہ میں رکھ چکے تھے ان کو پھینکنے کو کہا۔ میں ابھی سوچ رہی تھی کہ پھوپھی نے ہمیں پھینکنے کو کیوں کہا؟ شاید پھوپھی کو ڈر تھا کہ ان خرموں میں زہر ملا ہوا ہے ابھی میں یہ سوچ رہی تھی کہ پھوپھی زینبؑ نے فریاد کی:

''اے لوگو! ہماری طرف صدقہ کی چیزیں نہ پھینکو کیوں کہ صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے۔'' یہ سنکر چھت پر بیٹھی عورت نے پوچھا: تم کون لوگ ہو کہ تم پر صدقہ حرام ہے؟ پھوپھی نے کہا: ہم اہلبیت رسولؐ ہیں وہ رسول ﷺ کہ جس کے تم امتی ہو۔ جیسے ہی عورتوں نے جناب زینبؑ کے جملوں کو سنا تو ان کی خوشیاں غم میں بدل گئیں اور وہ اپنے سروں کو پیٹتی ہوئی اندر گئیں اور بہت سی چادریں اور مقنعے لیکر آئیں جناب

زینبؑ نے ان سے کہا: اے عورتوں! تمہارے مردوں نے ہم پر ظلم کیا اور تم ہمیں چادریں دے رہی ہو۔ پس خدا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کریگا۔ (مصائب جناب سکینہؑ ص ۳۱۔)"

اُم حبیبہ اور جناب سکینہؑ

روایت میں ہے کہ ایک مکان کی چھت پر کچھ عورتیں کھڑیں تھیں وہاں جناب زینبؑ کی عماری رکی دیر تک دھوپ میں اونٹ کھڑا رہا تو جناب سکینہؑ نے اپنا چہرہ اٹھا کر جناب زینبؑ کی طرف دیکھا، جناب زینبؑ نے کہا: بیٹی سکینہؑ! کچھ کہنا چاہتی ہو؟ بی بی سکینہؑ نے فرمایا: ہاں! پھوپھی کہنا چاہتی ہوں مگر آپ کو مجبور پاتی ہوں جناب زینبؑ نے فرمایا: بیٹی! مجھ سے نہ کہوگی تو کس سے کہوگی؟

جناب سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! سچ کہتی ہیں اگر آپ سے نہ کہوں گی تو کس سے کہوں گے۔

بی بی زینبؑ نے کہا: بیٹی! میرے کلیجے سے لگ جا بیٹی کیا بات ہے؟ کیوں نہیں بیان کرتی؟

جناب سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! کیسے بیان کروں آپ کو مجبور پاتی ہوں بی بی زینبؑ نے کہا: بیٹی! پھوپھی تیرے صدقے بتا کیا بات ہے؟ جناب سکینہؑ نے کہا: پھوپھی! العطش (ہائے پیاس) ساقی کوثر کی پوتی پانی مانگ رہی ہے اور ساقی کوثر کی بیٹی نے گردن مبارک جھکالی۔

قریب کی چھت پر ایک عورت کھڑی تھی وہ اٹھی اور اسنے کہا: بی بی! گھبراؤ نہیں تیری بچی پیاسی ہے ابھی پانی لاتی ہوں۔ اس عورت کا نام اُم حبیبہ تھا وہ جناب سکینہؑ کیلیئے پانی لائی اور کہنے لگی اے بچی! میں نے اپنی آقازادی سے سنا ہے کہ خداوند عالم قیدیوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ میری تین خواہشیں ہیں، اللہ سے دعا مانگو کہ وہ میری حاجتیں پوری کردے۔

جناب سکینہؑ نے اپنی پھوپھی زینبؑ کی طرف دیکھا بی بی نے فرمایا: ہاں بیٹی تو مشکل کشا کی پوتی ہے، دعا مانگ، میں آمین کہے دیتی ہوں۔

جناب سکینہؑ نے اس عورت سے فرمایا: بتا تیری کیا حاجتیں ہیں؟ اس نے کہا: ایک تو یہ دعا کر کہ اللہ میرے بچوں کو تیری طرح یتیم نہ کرے۔ دوسری حاجت یہ ہے کہ اللہ مجھے حج کی توفیق دے اور تیسری خواہش یہ ہے کہ خدا مجھے میری آقازادی کی زیارت سے مشرف فرمائے۔

جناب سکینہؑ نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ جانب آسمان بلند کر دیے اور اس عورت کے حق میں دعا کے بعد اس سے پوچھا: تیری آقازادی کہاں رہتی ہے؟ اس نے کہا: مدینہ میں بی بی نے فرمایا: نام کیا ہے؟ اس نے کہا: اے صاحبزادی! اگرچہ بھرے بازار میں کبھی میں نے شہزادی کا نام نہیں لیا لیکن تیرے معصومانہ سوال کی وجہ سے تجھے بتائے دیتی ہوں کہ میری آقازادی کا اسم گرامی زینبؑ بنت علیؑ ہے۔

جناب سکینہؑ نے ایک مرتبہ پھوپھی کے چہرے کو دیکھا اور روتے ہوئے فرمایا: اے مومنہ! تیری آخری دعا خدا نے اسی وقت منظور کر لی ہے۔ اس نے کہا: وہ کیسے؟ بی بی نے فرمایا: تجھے تیری آقازادی کی زیارت تو میرے دعا مانگنے سے پہلے ہوگئی اس نے کہا: عرصہ ہوا میں نے انہیں نہیں دیکھا جب وہ اپنے بابا کے ساتھ اس کوفہ میں رہتی تھیں اس وقت ضرور دیکھا تھا بی بی نے فرمایا: تو نے دیکھا ہے لیکن پہچان نہیں سکی اس نے کہا: یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں اپنی شہزادی کو نہ پہچانوں، میں نے تین سال تک ان سے درس قرآن لیا ہے۔

جناب سکینہؑ نے فرمایا: اے مومنہ! جس کی گود میں بیٹھی ہوں یہی تیری آقازادی زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔ اُم حبیبہ نے کہا: کیا یہ سچ ہے؟ اس وقت ثانی زہراؑ بے تاب ہوگئیں اور آپ نے فرمایا: اے ام حبیبہ! میرا بھائی حسینؑ اور عباسؑ قتل کر دیا گیا' آج میں کوفہ میں شہزادی نہیں بلکہ قیدی بن کر آئی ہوں یہ سن کر اُم حبیبہ غش کھا کر گر پڑی اور بے ہوش ہوگئی۔ جب اسے ہوش آیا تو اسیروں کا قافلہ بہت دور تک نکل چکا تھا۔ (انوار خمسہ، ص ۴۳۰، ۴۳۲)''

سیدہ فاطمہ بنت الحسینؑ (سیدہ سکینہؑ) کا عظیم الشان خطبہ

مولا علی کی پوتی مولا حسینؑ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ بیت الحسینؑ جو تاریخ میں سیدہ سکینہؑ کا نام سے معروف ہیں اور جن کا سن مبارک صرف ۴ برس کا تھا آپؑ نے کوفہ میں ایک ایسا عظیم خطبہ ارشاد فرمایا کہ اہل کوفہ آپ کی بلاغت وفصاحت پر دنگ رہ گئے اس خطبہ نے لوگوں کے دلوں کو کاٹ ڈالا اور لوگ غم کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے اس خطبہ کا لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر پڑا اور ان کو احساس ہوا کہ ان سے کتنا بڑا گناہ عظیم سرزد ہو گیا تھا۔

خطبہ کا اصل متن۔

حمد ہے اللہ کی ریت کے ذروں اور سنگریزوں کے برابر، عرش کے وزن سے لے کر زمین تک میں اس کی حمد بجالاتی ہوں، اس پر بھروسہ کرتی ہوں، گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اللہ کے عبد اور رسول ہیں اور آپؐ کی طاہر اولاد کو فرات کے کنارے پیاسا ذبح کر دیا گیا۔

اے اللہ! تو نے اپنی مخلوق سے علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا عہد لیا اور ان کو اس عہد کی وصیت کی لیکن مخلوق نے تیرا یہ عہد توڑ ڈالا اور آپؑ (امیرالمومنینؑ) کے حق کو غصب کر لیا گیا اور آپؑ کو شہید کر دیا جیسے کل انہی کے بیٹے (حسینؑ) کو شہید کیا گیا۔

اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرے داداؑ کو تیرے گھر میں شہید کیا گیا جس میں دیگر مسلمان بھی موجود تھے اور انہوں نے اپنی زبانوں سے ان کی مظلومی کا اقرار کیا ان پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا گیا لیکن انہوں نے تیری خاطر صبر سے کام لیا اور وہ اس حال میں دنیا سے گئے کہ ان کی حمد بیان کی گئی اور ان کے فضائل و مناقب ہر جاہ معروف ہیں اور کوئی بھی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکا۔

اے اللہ! میرا سن بہت چھوٹا ہے اور میرے دادا کے مناقب بہت عظیم ہیں میں اس پر ان کی تعریف کرتی ہوں اے اللہ تو جانتا ہے میرے دادا نے ہمیشہ تیری توحید اور تیرے رسول کی حفاظت کی اور آپؑ کو دنیا سے کوئی غرض نہ تھی آپؑ نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تو نے ان کو چن لیا اور اپنی صراط مستقیم قرار دیا۔

اے کوفیوں! اے مکر و فریب اور دھوکہ دینے والو! اللہ نے ہم اہل بیتؑ کے ذریعے تمہارا امتحان لیا اور تم کو ہمارے ذریعے آزمایا اور ہماری آزمائش کو حسن قرار دیا۔

اللہ نے اپنا علم ہمیں ودیعت فرمایا، ہم اس کے علم کے امانتدار ہیں اور ہم ہی اللہ کی حکمت کے مخزن ہیں اور ہم ہی آسمان و زمین پر اللہ کی حجت ہیں اللہ نے ہمیں اپنی کرامت سے شرف بخشا اور ہمیں ہمارے جد محمدؐ کے ذریعے اپنی ساری مخلوق پر فضلیت بخشی۔

تم نے ہمیں جھٹلا کر اللہ سے کفر کیا اور تم نے ہمارا قتل حلال جانا اور ہمارے مال کو لوٹا گویا ہم اولاد رسول نہیں کہیں اور کے رہنے والے ہیں اور جس طرح کل تم لوگوں نے ہمارے داداؑ کو قتل کیا تھا تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپکا ہے کیونکہ تمہارے سینوں میں ہمارا بغض و کینہ بہت عرصے سے پرورش پا رہا تھا تم نے ہمیں قتل کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اور تمہارے دل خوش ہوئے تم نے اللہ پر افتراء باندھا اور تم نے فریب کیا اللہ فریب کرنے والوں کے فریب کو ناکام بنانے والا ہے تم نے جو ہمارا خون بہایا ہے اس سے اپنے نفسوں کو خوش نہ کرو اور جو تم نے ہمارا مال لوٹا ہے اس سے بھی تمہیں کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے کیونکہ ہمیں جو مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ہے یہ اللہ کی محکم کتاب میں پہلے سے ہی مذکور تھا۔ ہم پر ظلم و ستم ڈھا کر خوش نہ ہو بے شک اللہ تکبر اور غرور کرنے والوں پر لعنت کرتا ہے۔

تمہارے لیے ہلاکت ہو عنقریب تم لعنت اور عذاب نازل ہوگا اور وہ تمہارا مقدر بن گیا ہے اور آسمان سے کثرت کے ساتھ تم پر عذاب آئیں گے اور تم عذاب عظیم دیکھو گے اور سختی کا تلخ ذائقہ چکھو گے اللہ کی ظالمین پر لعنت ہو۔

تمہارے لیے ویل ہے ہم جانتے ہیں کہ کس نے ہماری اطاعت کی کس نے ہمارے ساتھ جنگ کی کون ہماری طرف خود چل کر آیا تم تو ہمارے ساتھ جنگ چاہتے تھے تمہارے دل سخت ہو گئے تمہارے جگر غلیظ ہو گئے اللہ نے تمہارے دلوں، کان، آنکھوں پر مہر لگا دی تمہارا پیشوا شیطان ہے جس نے تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور تم ہدایت سے دور ہو گئے۔۔

اے کوفیو! تمہارے لیے ہلاکت ہے تمہارا رسول اللہؐ نے کیا برا کیا تھا جس کے بدلے میں تم نے اس کے بھائی اور میرے دادا علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا اور اس کی پاک عزت کے ساتھ کیا؟ ہمارے قتل اور ہمیں قیدی بنا کر تم فخر کرتے ہو کیا یہ امت اس پاک گھرانے کے قتل پر فخر محسوس کرتی ہے جسے اللہ نے پاک و پاکیزہ بنایا اور ہر رجس کو ان سے دور رکھا؟ ہر شخص کو وہی ملتا ہے جسے وہ کسب کرتا ہے اور جو وہ آگے بھیجتا ہے۔

تمہارے لیے ویل ہے تم نے ہم پر حسد کیا جو اللہ نے ہمیں عظمت و فضیلت عطا کی تھی وہ تمہارے حسد کا نشانہ بنی اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے وہ صاحب فضل عظیم ہے جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور ہو ہی نہیں سکتا۔

نبوت اور امامت کی پروردہ نے اپنے اس عظیم خطبے میں چند اہم امور پر گفتگو فرمائی ہے۔

۱۔ سیدہ سکینہ نے اپنے دادا امیر المومنینؑ کی ولایت کے عہد کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا اور آپؑ کے مصائب کی طرف اشارہ کیا اور جو حق ہے اور زمین پر مجسمہ عدل ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے گھر میں شہید کر دیے گئے۔ امیر المومنینؑ وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ نے چن لیا اور اپنی صفات و فضائل و مناقت سے آپؑ کو مخصوص کر دیا۔

۲۔ سیدہ سکینہؑ نے اہل بیتؑ کے مصائب کا ذکر فرمایا ان پر اللہ کا سلام ہو وہ امت کے روحانی پیشوا ہیں ان سے پوچھا جائے گا کہ کس نے ان کی نصرت کی اور کس نے دشمنی اور امت نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور جس طرح آل محمدؐ کا خون بہایا اور جس طرح آل محمدؐ نے مصائب و آلام برداشت کئے۔

۳۔ اہل بیتؑ پر کی جانے والی زیادتیوں کا بیان کیا کہ ظالم مسلمانوں نے کتنا ظلم ڈھایا اور ان کو اللہ کے سخت ترین عذاب کی نوید بھی سنائی۔

خطاب کا اثر۔

لوگوں کے نفوس میں اس خطاب کا گہرا اثر ہوا جس نے لوگوں کے دل جلنے لگے اور آنکھوں سے آنسو برسنے لگے اور لوگ روتے ہوئے کہہ رہے تھے اے طاہرین کی بیٹی! خدارا را اپنے کلام کو روک دیجئے آپؑ نے ہمارے دلوں میں آگ لگا دی اور ہمارے سانس ہمارے حلق میں اٹک گئے ہیں اور ہمارے آنسو سمندر کی طرح جاری ہو گئے خدارا اپنے مصائب کے کلام کو روک دیجئے ہماری بدبختی کو اور بیان نہ کریں ہم لوگوں نے انتہائی سخت گناہ کیا ہے۔

(حیات الامام الحسینؑ سید محمد باقر قرشی جلد ۳ ص ۲۳۰، سیرت سیدہ زینب الکبریٰ، تاریخ الحسینؑ)

جناب سکینہؑ نے یہ خطبہ بازار کوفہ میں دیا تھا مقتل کی بعض کتابوں میں جناب سکینہؑ کو فاطمہ صغریٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے یعنی چھوٹی فاطمہ۔ جناب زینبؑ جب بازار کوفہ میں اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ سے مخاطب تھیں تو اس وقت آپؑ نے بھی جناب سکینہؑ کو چھوٹی فاطمہ کے نام سے یاد کیا یعنی اے برادر! اپنی چھوٹی فاطمہ سے بات کرو قریب ہے کہ اس کا دل شدت غم واندوہ سے کباب ہو جائے۔ علامہ مجلسیؒ نے بھی جناب سکینہؑ کو ایک جگہ چھوٹی فاطمہ لکھا ہے۔ سید محمد باقر قرشی کی کتاب اور دوسری کتابوں میں یہ خطبہ تحریر ہے۔ ۴ برس کے سن میں جناب سکینہؑ نے خطبہ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم خاندان نبوت و رسالت سن میں کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں وقت پڑنے پر دین کی خاطر کبھی جان دے کر تو کبھی خطبے دے کر جہاد کریں گے۔

درالامارہ اور بلند و بالا محل

(جناب سکینہؑ فرماتی ہیں) ہمیں دارالامارہ کے اندر سے لے جایا گیا جو وسیع اور وحشتناک تھا، میری خواہش تھی کہ میں ایسے بلند و بالا عالیشان محل کو دیکھوں لیکن جب سے بابا اور چچا شہید ہو گئے اس روز کے بعد ہر قصر اور قصر نشین سے مجھے نفرت ہو گئی۔

اس کی فلک بوس دیواروں سے کوفہ کا مشاہدہ کیا جا سکتا تھا یہ وسیع و عریض محل مسلح سپاہیوں سے لبریز تھا اس کے اندر، باہر چاروں طرف آدمی ہی آدمی نظر آ رہے تھے قصر کے اندر لوگ قیمتی لباس زیب تن کئے ہوئے کرسی نشین تھے میں نے انہیں ان کے لباس فاخرہ سے پہچانا اور ایک گروہ دور دور تک سینہ پر ہاتھوں کو رکھ کر کھڑا ہوا تھا اور یزید کے سپاہی چاروں سے ہمارا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

بھیا زین العابدینؑ کہ جنہیں دو سپاہی پکڑے ہوئے تھے بڑی زحمت و مشقت سے چل رہے تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بھیا ابھی زمین پر گر پڑیں گے بھیا کو بیمار ہوئے کافی روز گزر چکے تھے لیکن ابھی تک انہیں دوا بھی نہیں دی گئی تھی بلکہ دوا کے بدلے مسلسل اذیت دی جا رہی تھی۔ ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے سر و پا برہنہ وگرد و خاک آلود چل رہے تھے۔

میں نے ابن زیاد کو اس کے سرخ بالوں اور داڑھی کے ذریعہ پہچانا جو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے بال اس قدر لمبے تھے کہ تخت پر پڑے تھے وہ سیب دانت سے کاٹ کاٹ کر کھا رہا تھا اور باقی سب اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

مختلف قسم کے میوہ جات اور مشروبات سونے چاندی کے برتنوں میں ابن زیاد لعین کے سامنے سونے کی میز پر رکھے ہوئے تھے۔ اس پر بابا حسینؑ کا سر بریدہ ایک چاندی کی سینی میں رکھا ہوا تھا۔ (مصائب جناب سکینہؑ، ص ۳۴)''

ابن زیاد کے دربار میں

عبیداللہ ابن زیاد ملعون جو نہایت بے رحم جلاد اور خونخوار شخص تھا۔ کوفہ پر یزید ملعون کا گورنر تھا کربلا کی ساری کاروائی اسی کے حکم سے انجام پائی تھی۔ اس نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو اس کے دربار میں لایا جائے۔ (مسافرہ شام، ص ۱۸۲۔)"

ابن زیاد ملعون اپنے محل دارالامارہ میں غرور و تکبر کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا کہ امام حسینؑ کے سر اقدس کو اس مجلس میں لایا گیا اس کے بعد اہل بیتؑ کو حاضر کیا گیا۔ جناب زینبؑ و جناب سکینہؑ اور تمام بیبیوں کو اس دربار میں لایا گیا۔ ابن زیاد ملعون نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔ ابن زیاد ملعون نے جناب زینبؑ کی طرف رخ کر کے کہا:

حمد اس خدا کے لیے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہارے جھوٹ کو واضح کیا۔

جناب زینبؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

انما یفتح الفاسق و یکذب الفاجر وھو غیرنا

فاسق و فاجر رسوا ہوتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اور وہ ہم نہیں ہیں۔

ابن زیاد لعین نے کہا: تم نے دیکھا خدا نے تمہارے بھائی اور خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

جناب زینبؑ نے اس کا جواب دیا:

ما رایت الا جمیلا ھولا قوم کتب اللہ علیھم القتل فبرز اللہ الی مضاجعھم و سیجمع اللہ بینک و بینھم فتحاجون الیہ وتختصمون ،فانظر لمن یکون الفلج یومذ ،ھبلتک امک یا بن مرجانۃ

"میں اپنے بھائی اور خاندان والوں کی شہادت کو سوائے خیر کے اور کچھ نہیں پاتی' یہ وہ لوگ تھے جن کے مقدر میں خداوند عالم نے شہادت لکھی تھی' اس وجہ سے وہ رضا کارانہ شہادت کی طرف بڑھ گئے' عنقریب خداوند عالم (قیمت کے دن) تجھے اور انہیں اکٹھا کرے گا تا کہ تیرا مواخذہ کیا جائے اور دیکھ اس فیصلہ میں کس کو فتح حاصل ہوگی اور کون مغلوب اور بے سہارا رہے گا؟ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے اے مرجانہ کے بیٹے"۔

جناب زینبؑ کی یہ بیانی سن کر ابن زیاد سیخ پا ہو گیا اور اس نے جناب زینبؑ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا' لیکن عمر بن حریث جو اس مجلس میں ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ابن زیاد سے کہتا ہے کہ یہ عورت ہے، اس کی بات پر مواخذہ نہیں کرنا چاہیے۔

ابن زیاد لعین نے اپنا غصہ کم کرنے کے لیے جناب زینبؑ سے کہا: خدا نے تمہارے بھائی حسینؑ اور تمہارے خاندان کے افراد کو قتل کر کے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی۔

جناب زینبؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

لعمری لقد قتلت کھلی و قطعت فرعی ،وا جتنشت اصلی فان کان ھذا شفاکٔ فقد اشتفیت

" تو نے میرے خاندان کے بزرگ کو قتل کر دیا' میری شاخوں کو کاٹ دیا' جڑوں کو اکھاڑ دیا' اگر تیرے دل کو اسی میں ٹھنڈک ملتی ہے تو ٹھیک ہے"۔

ابن زیاد لعین نے کہا: یہ عورت کس قدر فصیح اور مسجع بات کہتی ہے۔ خدا کی قسم اس کا باپ بھی شاعر اور قافیہ پرداز تھا۔

جناب زینبؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''اے پسر زیاد! عورت کو قافیہ پردازی سے کیا کام؟ مجھے تو ایسے شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے امام کو مار کر دل کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، اور یہ جانتا ہے کہ کل قیامت کے دن اس سے انتقام لیا جائے گا'' (اور وہ عذاب میں مبتلا ہوگا)۔ (مثیر الاحزان ابن نما، ص ۹۰: اعلام الوری، ص ۲۴۹، کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۸۲: لہوف، ص ۱۶۰۔ ۱۶۲۔ ارشاد، ج ۲، ص ۱۱۹: مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۴۲۔)''

یہاں جناب سکینہؑ بھی موجود تھیں جب آپ کی پھوپھی زینبؑ ابن زیاد لعین کے دربار میں خطبہ فرما رہی تھیں آپ بنی امیہ کی اصل چالوں کو جان چکی تھیں اور پورے طریقے سے راہ حق میں جہاد کیلئے تیار ہو چکی تھیں۔

جناب ربابؑ کا دربار میں مرثیہ

ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ جناب ربابؑ نے اپنے سرتاج حضرت امام حسینؑ کے سر اقدس کو ابن زیاد لعین کے پاس سے اٹھایا اور امامؑ کے سر قدس کا بوسہ لیا۔ پھر سر کو اپنی گود میں لے کر یہ مرثیہ پڑھا:

واحسینا فلا نسیت حسینا

اقصدته اسنة الاذ عیا

غادروہ بکربلا صریعا

لا سقی الله جانبی کر بلاء

ہائے میرے سرتاج حسینؑ! میں تجھے کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور ان نیزوں اور بھالوں کو بھی نہیں بھول سکتی کہ جو قوم اشقیاء نے آپ کے بدن اطہر پر مارے اور میں یہ سب بھولنے نہ پاؤں گی کہ قوم یزید ملعون نے تشنہ لب حسینؑ کے لاشہ کو کربلا کی گرم ریت رکھا تھا۔

شاعر نے جناب ربابؑ کے مرثیہ کی عکاسی ان اشعار کے ساتھ کی ہے۔

بر رخ فشاند اشک و بہ تن جامہ پارہ کرد
وانگہ بہ سوی ابن زیاد اشارہ کرد
گفتا لبی کہ می زنیش چوب خیزران
دیدم کہ بوسہ ختم رسل بی شمارہ کرد
خواھی اگر کہ چوب زنی پیش ما مزن
بنگر سکینہؑ بر رخ بابش نظارہ کرد

چہرے پر آنکھوں سے آنسو بہائے اور پھر ابن زیاد لعین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگیں کہ جن ہونٹوں کو چھڑی مار رہا ہے میں نے دیکھا کہ اسے رسول خداؐ نے بار بار چوما تھا اگر تو لکڑی سے ضرب لگانا چاہتا ہے تو ہمارے سامنے نہ لگا دیکھ سکینہؑ کی نظر اپنے بابا کے چہرے پر ہے۔ (سوگ آل محمدؑ ص ۲۰۳)"

زندان کوفہ

لہوف اور مقتل جامع میں روایت ہے کہ ابن زیاد لعین نے یزید لعین کو خط بھیج کر اہل بیتؑ کے بارے میں اس کا حکم دریافت کیا۔ برق رفتار سواریوں کے ذریعے کوفہ اور شام کا فاصلہ بارہ دن کا تھا ۔اس دوران اہل بیتؑ کو قید میں رکھا گیا۔ اس قید میں ان پر طرح طرح کی سختیاں ڈھائی جاتی تھیں۔

یہاں تک کہ ایک دن قید خانے میں ایک کاغذ پھینکا گیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ابن زیاد کا قاصد فلاں دن شام کی طرف روانہ ہوا ہے اور فلاں دن واپس آ جائے گا' آپ سب منتظر رہیں اگر تکبیر سنائی دے تو سمجھ لیجیے ابن زیاد آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے' لہٰذا اپنی وصیتیں کر لیں اور اگر تکبیر کی آواز سنائی نہ دے تو سمجھ یں کہ آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

جب اہل بیتؑ کو قید کیا گیا تو جناب زینبؑ نے اعلان کیا کہ ہم سے ملاقات کرنے کے لیے ام

ولد یا کنیزیں آسکتی ہیں کیونکہ انہیں بھی ہماری طرح کنیزیں بنایا گیا ہے۔

(لہوف، ص ۱۶۳: مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۴۰۷۔)"۔

مرحوم علامہ جزائری لکھتے ہیں:

ابن زیاد لعین نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو کوفہ کی مسجد اعظم کے پاس کھنڈروں میں لے جایا جائے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے اہل بیتؑ کو قید کرنے کا حکم دیا۔

علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ جن کھنڈرات میں اہل بیتؑ کو قید رکھا گیا تھا وہ بھی کسی قید خانے سے کم نہ تھا۔ کیونکہ مسجد کے نزدیک ابن زیادہ لعین کے سپاہیوں کا ان پر سخت پہرہ تھا، جس کی وجہ سے کوئی اہل بیتؑ سے ملنے بھی نہ آسکتا تھا۔ اس کے علاوہ مسجد کے قریب ابن زیاد لعین جب نماز پڑھنے آتا تو اہل بیت علیہم السلام کے سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا اور اس شماتت آمیز حرکت سے اہل بیتؑ کو مزید دکھ پہنچانا چاہتا تھا۔ (الخصائص الزینبیہؑ، ص ۲۸۸ و ۲۸۹۔)"

یہ پہلا قید خانہ تھا جہاں جناب سکینہؑ کو اتنی مصیبتوں کو جھیلنے کے بعد اپنے پھوپھیوں کے ہمراہ قید کیا گیا تھا اس قید خانہ میں آپ نے بہت سے مصائب جھیلے لیکن آپ تو اپنی حقیقی خواب گاہ قید خانہ شام کو بنا چکی تھیں۔

جنابِ سکینہؑ شام میں شہادت تک

فصل سوئم

جناب سکینہؑ شام میں

روایت میں ہے کہ اہل بیتؑ کو کوفہ سے شام کی طرف روانہ کیا گیا' یزید ملعون کے دارالخلافہ شام کی طرف سفر ایک فیصلہ کن سفر تھا۔ اس سفر میں اہل بیتؑ نے انقلاب کربلا کا پیغام پہنچانے کے لیے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

عمومی طور پر کوفہ سے شام کا فاصلہ ایک مہینے میں طے کیا جاتا تھا لیکن ابن زیاد لعین کے حکم سے اہل بیتؑ کو صرف سولہ دن میں شام پہنچایا گیا (بعض مورخین کا کہنا ہے کہ اہل بیتؑ یکم ۶۱ ھ کو شام میں پہنچے۔ (نفس المہموم، ص ۲۳۹)''

اس کے علاوہ شبث بن ربعی، شمر بن ذی الجوشن ملعون، زجر بن قیس، اور محفر بن ثعلبہ جیسے سنگدل اور شقی افراد کے ساتھ ایک کثیر فوج کا اہل بیتؑ کے قافلے کے ہمراہ ہونا بھی اہل بیتؑ کے لیے شدید اذیت کا سبب تھا۔ ابی مخنف کے قول کے مطابق ڈھیڑ ہزار (۱۵۰۰) سپاہیوں کی نگرانی میں اہل بیتؑ کو شام روانہ کیا گیا تھا۔ (مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۲۳۱: مقتل ابی مخنف، ص ۱۱۰: تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۶۵)''

ایسے سنگدل شقیوں کا قافلہ کے ساتھ ہونا اہل بیتؑ کے لئے شدید اذیت کا سبب بنا خصوصاً جناب سکینہؑ کے لیے کیونکہ ان سنگدل شقیوں میں سے شمر ملعون نے ننھی شہزادی پر سفر کے ہر موڑ پر ظلم کیا اور طمانچے مارتا تھا۔ کیونکہ ایک جگہ اس شقی نے خود اس بات کی تصدیق کی کہ یہ بچی حسینؑ کو بہت پیاری ہے لہٰذا اسے جتنا ستاؤ گے اتنا ہی حسینؑ کا بے گور و کفن لاشہ تڑپے گا اور اس مقصد کیلئے اس ملعون نے جناب سکینہؑ کو جناب زینبؑ سے چھین کر الگ پر عماری سوار کیا اور رسی سے باندھ دیا

کوفہ اور شام کے درمیان منزلوں میں جناب سکینہؑ

کوفہ اور شام کے بیچ تقریباً پندرہ منزلیں جہاں سے اہل بیتؑ کے قافلے کو لے جایا گیا یہ منزلیں اس طرح ہیں:

(۱) تکریت (۲) موصل (۳) حران (۴) دعوات (۵) قنسرین (۶) سیبور (۷) حمص (۸) بعلبک (۹) قصر بنی مقاتل (۱۰) حماۃ (۱۱) حلب (۱۲) نصیبین (۱۳) عسقلان (۱۴) دیر قیسیس (۱۵) دیر راہب (وقایع الایام خیابانی ص ۲۹۱)''

صحیفہ کربلا کے مطابق کچھ اور بھی منزلیں تھیں جن کے نام یہ ہیں: (۱) مشہد النقطہ (۲) وادی النخلہ (۳) عین الوردہ (۴) رقہ (۵) جوسق (۶) شیرز (۷) معرۃ النعمان (۸) کفر طاب۔ (صحیفہ کربلا ص ۴۱۹)''

(۹) دیر عروہ (۱۰) طریق اکبر (۱۱) اعلٰے (۱۲) صلیا (۱۳) لیتا یا ارمیاہ (۱۴) تل عفر (۱۵) کحیل (۱۶) صومعہ (مظلومہ کربلا، ص ۱۷۹۔)''

جناب سکینہؑ شہر حمص میں

روایت میں ہے کہ جناب امام حسینؑ کا سر شام کے راستے میں ۵۰۰ یزیدی لشکر کے گھیرے میں شہر حمص پہنچتا ہے قلعہ کا سردار یزید ملعون کا ماننے والا تھا اس نے فوج کے لیے کھانا اور پانی بھیجا فوج یزید ملعون نے سیر ہو کر کھایا ادھر جناب زینبؑ جلتی ہوئی ریت پر جلتی ہوئی دھوپ میں اپنے کم سن بچوں کو لیے بیٹھی تھیں۔ ان پر سایہ بھی نہ تھا۔ گود میں جناب سکینہؑ بیٹھی تھیں معصوم سکینہؑ بہت پیاسی تھیں، شمر لعین کو جانوروں کو پانی پلاتے دیکھا تو جناب سکینہؑ نے پھوپھی کا چہرہ دیکھا اور فرمایا: اے پھوپھی اماں! اگر اجازت ہو تو میں شمر سے جا کر پانی مانگوں جناب زینبؑ سر کو جھکائے ہوئے چپ بیٹھی تھیں اور کہا: بیٹی! کوئی فائدہ نہیں وہ پانی نہیں دے گا لیکن پھر بھی اگر تم چاہتی ہو تو بیٹی جاؤ۔ جناب سکینہؑ اٹھیں ننھے

قدم بڑھاتی ہوئی شمر ملعون کے قریب آئی اور کہا: اے شمر! میرے ہونٹوں پر پپڑیاں ہیں میری زبان سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے حلق خشک ہے جگر جلا جاتا ہے تیرے پاس پانی کم نہیں ہے ایک گھونٹ پانی دے دو۔

۱۰ محرم کو جب امام حسینؑ نے شمر لعین سے پانی مانگا تو شمر ملعون نے کہا: اگر روئے زمین پانی پانی ہو جائے پھر بھی حسینؑ تم کو ایک قطرہ پانی نہ دوں گا وہی شمر اگر جناب سکینہؑ سے ایسے ہی کہہ دیتا تو شاید شہزادی صبر کر لیتیں اور دوبارہ پانی نہ مانگتی لیکن شمر ملعون نے سنا اور چپ رہا۔

جناب سکینہؑ نے سمجھا کہ سب کو پانی پلا رہا ہے تو مجھے بھی ضرور دے گا شمر لعین سب کو پانی پلا رہا تھا جناب سکینہؑ بھی چھوٹے چھوٹے قدم رکھتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے چلتیں رہیں آخر تھک کر بیٹھ گئیں سوچا کہ جب سب کو پلائے گا تب دے گا جب سب کو پلا چکا تو جناب سکینہؑ آگے بڑھیں اور فرمایا: ایک پانی کا گھونٹ دے دو شمر ایک قدم آگے بڑھا مشک کا منہ کھولنا شروع کیا ننھی شہزادی سمجھیں کہ مجھے پانی دینے کیلئے مشک کا منہ کھولا جا رہا ہے۔ جناب سکینہؑ ذرا اور آگے بڑھیں۔ شمر نے اپنا رخ دوسری طرف کر کے پانی زمین پر گرا دیا جناب سکینہؑ نے بڑی حسرت اور یاس سے شمر کو دیکھا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگیں ادھر شمر ملعون کی شقاوت بڑھی اور اس نے ننھی معصوم شہزادی کو طمانچے مارنا شروع کر دیا ننھی شہزادی تڑپنے لگیں اور ایک مرتبہ کربلا کی طرف رخ کر کے کہا: چچا عباسؑ! آپ کے بعد سکینہؑ کو پانی پلانے والا کوئی نہیں شہزادی زینبؑ نے دوڑ کر جناب سکینہؑ کو کلیجے سے لگا لیا اور فرمایا: میری معصوم بچی صبر کرو۔ (جامع المصائب، ص ۲۳۳؛ سیدہ سکینہؑ، ص ۲۳۸)''

جناب سکینہؑ قصر بنی مقاتل میں

قصر بنی مقاتل پر اسیران کو ایک اور بڑا سانحہ پیش آیا۔ آل محمدؐ کے چھوٹے چھوٹے بچے دشت میں تشنگی و گرسنگی اور سورج کی تمازت سے پریشان حال تھے۔ بی بی سکینہؑ نے اس چلچلاتی ہوئی دھوپ

میں دیکھا کہ قافلہ سے دور ایک جھاڑی ہے۔ آپ اس سایہ دار درخت کے پاس پہنچیں آپ نے اپنے ننھے منھے ہاتھوں سے صحراء کی ریت کو اکٹھا کر کے اپنا سرہانہ بنایا کئی دنوں سے طمانچے کھاتی ہوئی تھکی ماندی ننھی سکینہؑ نے اپنے غموں، دکھوں اور تھکن کو دور کرنے کے لئے ریت کے تکیہ پر سر اقدس رکھا۔ پریشانیوں کی ماری جناب سکینہؑ کو نیند آ گئی۔ جناب سکینہؑ نیند کی آغوش میں تھیں کہ دشمنوں نے قافلہ آل اطہار کو روانہ کر دیا یوں سینہ امامؑ پر سونے والی جناب سکینہؑ بیابان میں تنہا رہ گئیں۔

جناب فاطمہ بنت الحسینؑ اور جناب سکینہؑ دونوں ایک محمل پر ہوتی تھیں۔ محمل پر سوار ہوتے ہوئے جناب فاطمہؑ نے دیکھا کہ ان کی بہن جناب سکینہؑ موجود نہیں ہیں انہوں نے بلند آواز سے کہا: اے ساربان! قافلہ کو روکو، میرے ساتھ میری بہن سکینہؑ نہیں ہے لیکن بے رحم اور ظالم ساربان نے بچی کی پکار پر قطعاً دھیان نہ دیا۔

جناب فاطمہؑ نے چیخ کر کہا: خدا کی قسم! جب تک میری بہن نہ آئے گی میں محمل پر سوار نہ ہوں گی۔ ساربان نے کہا: وہ کہاں ہے؟ جناب فاطمہؑ نے فرمایا: مجھے تو خود علم نہیں ہے کہ میری بہن کہاں ہے؟ اس وقت جناب زینبؑ نے کہا: سکینہؑ! بیابان میں سایہ تلاش کر رہی تھی۔

ساربان نے بیابان میں جا کر بلند آواز سے کہا: سکینہؑ جلدی آؤ قافلہ روانہ ہو رہا ہے تم تنہا رہ جاؤ گی آؤ جلدی آؤ، بیبیوں کے ساتھ قافلہ میں شریک ہو جاؤ لیکن کچھ پتہ نہ چلا کہ جناب سکینہؑ کہاں محو آرام ہیں۔ آخر کار ظالموں نے قافلہ چلا دیا اور امام حسینؑ کی لاڈلی سکینہؑ دشت عرب میں تنہا رہ گئیں۔ سورج کی سخت گرمی اور صحرائی ہوا کے گرم جھونکوں نے جناب سکینہؑ کو بیدار کیا تو آپ نے دیکھا کہ قافلہ تو کوچ کر چکا ہے سید سجادؑ بیمار ہیں اور نہ ہی پھوپھیاں ہیں، نہ کاروان کا کوئی فرد۔ جنگل بیابان ہے اور تنہا معصوم سکینہؑ، جناب سکینہؑ روتی، چیختی، چلاتی ہوئی کاروان کے پیچھے پیچھے اونٹوں کے قدموں کے نشانات پر دوڑنے لگیں اور بلند آواز سے گریہ کرتے ہوئے کہتی تھیں: بہن فاطمہؑ! کیا میں آپ کے محمل

میں نہیں تھی تم میرے بغیر محمل پر سوار ہوگئی اور مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئیں مجھے جنگل میں کون نشان منزل دکھائے گا۔

دوسری طرف جناب فاطمہؑ کی نگاہیں پیچھے کی طرف لگی ہوئی تھیں اور آپ کا دل جناب سکینہؑ کی یاد میں ڈوبا جا رہا تھا۔ آپ نے اچانک اونٹ کی پشت پر جناب سکینہؑ کی صدا کو سنا جو دوڑ بھی رہی تھیں اور گریہ و بین بھی کر رہی تھیں۔ جناب فاطمہؑ نے ساربان سے کہا: ساربان! اونٹ کو روکو مجھے میری بہن کی صدائیں سنائی دے رہی ہیں۔ اگر تم نے اونٹ نہ روکا تو میں اپنے آپ کو اونٹ کی پشت سے گرادوں گی اور قیامت کے دن اپنے جد بزرگوار رسول اسلامؐ کے سامنے تجھ سے اپنے خون کا مطالبہ کروں گی۔ ساربان کو دونوں بہنوں کی جدائی اور جناب سکینہؑ کی تنہائی پر رحم آ گیا تو اس نے اونٹ کو روکا اور ہانپتی کانپتی جناب سکینہؑ اپنی بہن کے پاس پہنچ کر محمل میں سوار ہوگئیں۔

مجروح گشته پای من اندر مسیر عشق
از بس بروی خار مغیلان دویده ام
مابین مرگ و زندگی بی حضور باب
از این دو مرگ راز میان برگزیده ام

میرا پاؤں راہ عشق میں زخمی ہو گیا، میں خار مغیلان پر بہت زیادہ دوڑی ہوں باپ نہ ہونے کی وجہ سے میں نے زندگی اور موت کے درمیان موت کو منتخب کرلیا ہے۔

منظر اس قدر سوگوار تھا اور حالت اس قدر رقت آمیز تھی کہ عرب شاعر کے مطابق

رق لها الشامت مما بها
ما حال من رق لها الشامت

جناب سکینہؑ کی حالت زار پر کمینے دشمن کا دل بھی جل اٹھا وہ کیسا منظر ہوگا کہ جب دشمن کا دل بھی جل

اٹھا ہو۔(سوگ نامہ آل محمدؐ ص ۵۶۳)''

جناب سکینہؑ کا پشت ناقہ سے گرنا

روایت میں ہے ایک رات قافلہ جا رہا تھا تو کم سن جناب سکینہؑ کو اپنے بابا کی یاد آئی جناب سکینہؑ اپنے بابا کو آواز دے رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ بابا مجھے اپنے سر کو آپ کو زانوں پر رکھ کر سونے اور باتیں کرنے کی عادت تھی اور آپ بھی محبت سے تھپکیاں دیتے رہتے تھے، جب تک میں سو نہیں جاتی تھی ،ابھی جناب سکینہؑ یہ سوچ رہی تھی کہ ایک شتربان نے جناب سکینہؑ کو چیخ کر کہا: اے لڑکی چپ ہو جا تجھے کیا ہو گیا جو اس قدر گریہ کر رہی ہے۔(مصائب جناب سکینہؑ ص ۳۷)'' جناب سکینہؑ نے فرمایا: اے ظالم! تم نے میرے بابا کو شہید کر ڈالا ،ہمیں قیدی بنایا اور اب رونے بھی نہیں دیتے۔ساربان نے کہا: بس چپ ہو جا۔لیکن شہزادی خاموش نہ ہوئی۔۔اس ملعون نے شہزادی کے ہاتھوں میں بندھی رسی کو زور سے جھٹکا دیا کہ جناب سکینہؑ اونٹ سے زمین پر آ گئیں۔قافلہ چلتا رہا اور کمسن سکینہؑ رات کی بھیانک تاریکی میں بھٹکتی رہی۔یہاں تک کہ دوڑتے دوڑتے غش کھا کر ایک مقام پر گر پڑی۔

جب غش سے افاقہ ہوا تو کبھی دوڑتی اور کبھی بیٹھ جاتی اور کہتی: اے پھوپھی! میں تنہا ہوں' اب تو مجھے اپنے ہاتھ بھی نظر نہیں آتے۔روتے روتے اور بین کرتے کرتے جناب سکینہؑ کو ایک مرتبہ پھر غش آ گیا ایک طرف مظلوم کربلا کی چہیتی اور لاڈلی بیٹی کا یہ حال تھا اور دوسری طرف وہ نیزہ جس پر امامؑ کا سر تھا' نیزہ بردار کے ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔اس نے بہت کوشش کی مگر نیزہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں تھا۔عمر سعد کو اطلاع ہوئی وہ آیا اور اس نے شامیوں کی ایک جماعت نیزہ کو زمین سے ابھارنے کے لیے لگا دی مگر نیزے کو جنبش تک نہ ہوئی۔آخر کار تھک ہار کر عمر سعد لعین سید سجادؑ کے پاس آیا اور ان سے سارا حال بیان کیا آپ سر جھکائے ہوئے پھوپھی کے پاس آئے اور فرمایا: اے پھوپھی! بچوں کا

شمار کیجیے کہیں کوئی بچی اونٹ سے گر تو نہیں گئی۔ بنت زہراؑ نے ایک ایک بچی اور بچے کا نام لے لے کر اسے پکارنا شروع کیا۔

جب جناب سکینہؑ کا نام آیا تو کوئی جواب نہ ملا۔ بنت زہراؑ خود کو اونٹ سے گرا دیا اور نالہ و فریاد کرنے لگیں سکینہؑ میری بچی! تو کہاں کھو گئی؟ تیرا بابا تیرے بغیر آگے جانے کو تیار نہیں ہے۔

اس دل خراش بین کے ساتھ جناب زینبؑ نے واپس دوڑنا شروع کیا۔ بی بی پابرہنہ تھیں اور صحرا خاردار۔ دونوں پیر لہولہان ہو گئے۔ کافی دیر تک دوڑنے کے بعد راستے میں ثانی زہراؑ کو ایک سایہ دکھائی دیا۔ جب قریب آئیں تو ایک سیاہ پوش معظّمہ کو دیکھا جو جناب سکینہؑ کو اپنی گود میں لیے بیٹھی ہوئی تھیں ۔جناب زینبؑ نے قریب پہنچ کر فرمایا: آپ کون ہیں؟ آپ نے ایک یتیم بچی پر ترس کھا کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ سننا تھا کہ وہ بی بی رونے لگیں اور فرمایا' میری بیٹی تو نے مجھے نہیں پہنچانا۔ میں امت کی ستائی ہوئی تیری ماں فاطمہؑ ہوں' کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں تجھ سے اور تیرے بچوں سے غافل ہوں۔ (ماخوذ از معالی السبطین، ج ۲: ناسخ التواریخ ص ۵۳۱۔)''

علی شیرازی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد جناب زینبؑ جناب سکینہؑ کو لے کر قافلہ سے دوبارہ ملیں اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ (داستان غم انگیز حضرت رقیہؑ ص ۳۷ تا ۳۹۔)''

شہر شیپور کی خولی ملعون کے لشکر سے جنگ

(جناب سکینہؑ فرماتی ہیں) فوج نے ہمارا قافلہ کفرطاب جو ایک چھوٹا سہ قلعہ تھا اس کی طرف موڑ دیا جب اس قلعہ کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ یہاں کے لوگوں نے بھی قلعہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

خولی ملعون غصہ میں اپنے گھوڑے کو لیکر سامنے آیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: خبردار ہم

امیر المومنین یزید کے لشکری ہیں کیا تم ہماری اطاعت نہیں کرو گے کم از کم ہمیں پینے کیلئے پانی تو دے اس کی تو کوئی قیمت نہیں ہے۔

یہ سن کر ایک جوان قلعہ کی دیوار سے گویا ہوا: تم نامردوں نے نواسہء رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کو پانی نہیں دیا اور انہیں تشنہ لب شہید کر ڈالا خدا کی قسم ہم تمہیں ایک قطرہ بھی پانی نہیں دیں گے، جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ یہ پہلی جگہ تھی جہاں ہمارے دلوں کو تھوڑا سہ سکون ملا پھوپھی اماں نے ان کے حق میں دعا کی شہر ''شیپور'' میں پھوپھی اماں نے آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی خدایا ان کے لئے یہاں کے پانی کو شیریں اور خوشمزہ اور اشیاء کی قیمت ان کے لئے کم کر دے اور ان کو ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے۔

اس شہر کے جوانوں کو جب یہ علم ہوا تو ہاتھوں میں نیزہ تلوار اور تیر کمان لئے جنگی لباس پہنکر گھوڑوں پر سوار خولی اور اس کے لشکر پر حملہ کیلئے نکل پڑے اور بڑی سخت جنگ ہوئی میں (سکینہؑ) خوفزدہ تھی لیکن ان جوانوں کے نزدیک خوف وہراس کا دور دور تک گزر نہ تھا یہ سب اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے دنیا کے بدترین انسانوں پر حملہ کر رہے تھے آخر کار خولی اور اس کے لشکر والے ہمیں لیکر فرار کر گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خولی کے لشکر سے ۶۰۰ سپاہی تہی تیغ ہو گئے اور ان جوانوں میں سے فقط پانچ شہید ہوئے۔ (مصائب جناب سکینہؑ، ص۴۰۔)

جناب سکینہؑ شہر بعلبک میں

(جناب سکینہؑ فرماتی ہیں) ہمیں فوج اشقیاء شہر بعلبک کی طرف لیکر فرار کر گئے، یہی وہ شہر تھا جس کے باشندوں پر پھوپھی ام کلثومؑ نے نفرین کی اور کہا:

پروردگار! اس شہر کی سبز و شادابی کو ان سے چھین لے اس شہر کے پانی کو ان کے لئے شیریں اور

خوش مزہ قرار نہ دے اور ان کے اوپر ظالموں کو مسلط کر دے۔

اس شہر کے لوگ ہمیں اور شہیدوں کے کٹے ہوئے سروں کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہوئے رقص سرور میں مشغول ہو گئے اور مٹھائیاں تقسیم کرنے لگے۔

ان سبھی نے اپنے شہر کو رنگ برنگی پرچموں سے سجا رکھا تھا اور نشہء شراب میں مست تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ انہیں مست کرنے والی کیا چیز ہے بھیا زین العابدین علیہ السلام نے بتایا یہ ایک نجس چیز ہے جس کو پیکر یہ دیوانے ہو گئے ہیں اور ان کی عقل ضائع ہو چکی ہے۔ (مصائب جناب سکینہؑ، ص ۴۲)''

دیر راہب کا واقعہ

اسیران آل محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ منزل بہ منزل شام کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ جب یہ قافلہ دیر راہب (عیسائیوں کی عظیم وشان عبادت گاہ) کے مقام پر پہنچا۔ تو قافلہ والوں نے تھکاوٹ دور کرنے اور طعام کے لئے قیام کیا۔ امام حسینؑ کا سر نوک نیزہ پر سوار تھا کچھ یزیدی اس کی نگہبانی کر رہے تھے۔ نگہبانوں نے کھانا کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا جب وہ کھانا کھانے میں مشغول تھے تو انہوں نے اچانک دیکھا کہ ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا جس نے راہب کی دیوار پر اس طرح لکھا

اترجو امة قتلت حسينا

شفاعة جدة يوم الحساب

''وہ امت جس نے حسینؑ مظلوم کو قتل کیا، وہ قیامت کے دن ان کے جد نامدار کی شفاعت کی آس بھی رکھتی ہے؟

ان میں سے ایک نقل کرتا ہے کہ جب ہم نے اس حیرت انگیز واقعے کو دیکھا تو ہم وحشت زدہ ہو گئے۔ ہم میں سے ایک شخص اٹھا تا کہ وہ اس ہاتھ کو پکڑ لے لیکن وہ ہاتھ نظر نہ آیا پھر ہم دوبارہ کھانا

کھانے میں مشغول ہو گئے تو دوبارہ پھر وہی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے صفحہ دیوار پر یہ لکھا

فلا واللہ لیس لھم شفیع

وھم یوم القیامۃ فی العذاب

''خدا کی قسم قاتلان امام حسین علیہ السلام کی سفارش کوئی نہ کرے گا اور یہ روز قیامت عذاب میں مبتلا ہوں گے''۔

پھر ہمارے کچھ ساتھی اٹھے تا کہ اس ہاتھ کو پکڑیں۔لیکن وہ ہاتھ دوبارہ غائب ہو گیا اور ہم دوبارہ کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے پھر وہی ہاتھ ظاہر ہوا اور یہ شعر دیوار پر لکھا

وقد قتلو الحسین بحکم جور

و خالف حکمھم حکم الکتاب

''انہوں نے حسینؑ کو ظلم وستم سے قتل کیا۔انہوں نے حکم قرآن کی مخالفت کی''

آخر کار ظالموں نے کھانا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔اس وقت راہب دیر کے اندر سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔اچانک امام حسینؑ کے سر اطہر سے نور کی عماری آسمان کی طرف اٹھی راہب نے اس سر کے قریب کھڑے نگہبانوں سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے کہا: کہ ہم حسینؑ سے جنگ لڑنے کے بعد عراق سے آئے ہیں

ایک اور روایت میں ہے کہ نگہبان امام مظلوم کربلا کے سر مقدس کو نیزہ پر بلند کر کے دیر راہب کے پاس کھڑے تھے۔ نیزہ زمین پر نصب تھا جب آدھی رات ہوئی تو راہب نے دیکھا اور سنا کہ سر اقدس سے ذکر الٰہی اور تسبیح کی آوازیں آرہی ہیں اس نے دیکھا کہ اس سر سے آسمان تک ایک نور دیکھائی دے رہا ہے پھر اس نے دیکھا کہ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھلا ہے اور اس دروازے سے فرشتے گروہ در گروہ نازل ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں۔

السلام علیک یا اباعبداللہ السلام علیک یا بن رسول اللہ

راہب ان مناظر کو دیکھ کر سخت وحشت زدہ ہوا، وہ بے تاب ہوگیا اور اس نے پریشانی کے عالم میں نگہبانوں سے کہا: یہ سر کس کا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ ایک خارجی کا سر ہے، جس نے عراق کی سرزمین پر حکوت وقت کے خلاف بغاوت کی تھی اور عبیداللہ بن زیاد نے اس کو قتل کیا ہے۔

راہب نے کہا: اس کا نام کیا ہے؟

انہوں نے کہا: اس کا نام حسینؑ ابن علیؑ ہے۔

راہب نے کہا: حسینؑ فرزند فاطمہؑ جو تمہارے نبی کی بیٹی تھیں۔

انہوں نے کہا: ہاں

راہب نے کہا: وائے ہو تم پر خدا کی قسم! اگر یہ عیسیٰؑ بن مریمؑ کا بیٹا ہوتا تو ہم اس کو پلکوں پر بیٹھاتے۔ لیکن تم مسلمانوں نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کیا۔ پھر اس نے کہا: میری تم سے ایک خواہش ہے۔

انہوں نے کہا: کونسی خواہش ہے؟

راہب نے کہا: میرے پاس ہزار دینار موجود ہیں مجھے اپنے باپ کی وراثت سے ملے ہیں وہ مجھ سے لے لو اور اس سر کو جب تک یہاں سے کوچ نہیں کرتے ہو میرے سپرد کر دو۔ جب تم روانہ ہونے لگو گے تو میں یہ سر تمہیں واپس کردوں گا انہوں نے اپنے رئیس کو اس پیشکش کے بارے میں بتایا تو وہ راضی ہوگیا۔ انہوں نے راہب سے رقم لے لی اور سر امامؑ اس کی تحویل میں دے دیا۔

راہب امام پاکؑ کے سر مقدس کو لے کر اپنے گھر چلا گیا اس نے چہرے کو خون سے پاک اور عطر سے معطر کیا اس کے بعد اس کو ریشمی کپڑے میں رکھا اور اپنی گود میں لے کر ساری رات گریہ و ماتم اور نوحہ

خوانی کرتا رہا۔

صبح ہوتے ہی نگہبانوں نے اس سے سر کا مطالبہ کیا۔ راہب نے سر مظلومؑ سے خطاب کیا اے سر! خدا کی قسم میں اپنے علاوہ کسی اور کا ذمہ دار نہیں ہوں اپنے نانا حضرت محمدؐ کے پاس جا کر گواہ رہنا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندہ اور رسول ہیں اور علیؑ ولی اللہ ہیں میں آپ کے سامنے اسلام قبول کر رہا ہوں اور میں آپؑ کا غلام ہوں۔

پھر راہب نے کہا اپنے رئیس سے کہو کہ وہ یہاں آئے میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے رئیس سے کہا تو وہ راہب کے پاس آیا تو راہب نے اس سے گزارش کی کہ اس سر مقدس کو صندوق سے باہر لاؤ اس سے بے احترامی ہوتی ہے۔

از کربلا بہ شام چو پیمود مرحلہ
آن کاروان بی کس وبی زاد و راحلہ
زان کشتگان چو مرحلہ ای می شدند دور
دوری زصبر بود بہ ہفتاد مرحلہ
تا شام در مقابل زینبؑ سر حسینؑ
کردہ است مھر و ماہ تو گوئی مقابلہ
گفتی فراز نیزہ سر آن بزرگوار
نام خدای بود پس از مد سملہ
زان ناکسان ھر آنچہ بہ آن بی کسان رسید
باھیچ کافری نکند این معاملہ

جب وہ بے کس و بے سروسامان قافلہ کربلا سے چل کر شام آیا تو مقتولین سے ایک مرحلہ دور ہونے پر صبر

سے محروم ہونے کی وجہ سے دوری ستر مرحلوں کے برابر ہوتی تھی شام تک جناب زینبؑ کے سامنے سر امام حسینؑ نے گویا چانداور سورج سے مقابلہ کیا ہے۔ نیزے کی بلندی نے اس بزرگوار سر سے کہا کہ نام خدا اس مدسملہ سے ہمیشہ رہے گا ان ناھنجاروں کی طرف سے جو کچھ ان بے کسوں پر بیتی ایسی کسی کافر پر بھی نہیں بیتی ہوگی۔ (سوگ نامہ ءآل محمدؑ ص ۵٦۸)''

روایت میں ہے کہ اس لشکر کا رئیس خولی ملعون تھا جب اس نے راہب کی دی ہوئی رقم اپنے سپاہیوں میں تقسیم کرنے کے لئے رقم کو تھیلی سے نکالا تو وہ کھوٹے سکوں میں بدل گئے اور ان پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا: سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

''عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ ان کی بازگشت کہاں ہے''

خولی ملعون نے جب یہ دیکھا تو اس نے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: خبردار تم میں سے کوئی شخص اس واقعہ کو کہیں بیان نہ کرے ورنہ ہم لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوں گے۔

شیریں کا واقعہ

شیریں جو کنیزِ جناب شہر بانوؑ تھیں اسے امام حسینؑ نے آزاد کیا تھا تب شیریں نے امامؑ سے خواہش کی کہ میری طرف سے میرے گھر آ کر مہمانی قبول فرمایئے گا امامؑ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور ان کے گھر آئیں گے

پس جب شیریں کو معلوم ہوا کہ امامؑ کا قافلہ اس کے گھر کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو اس نے خوش ہو کر انتظام کرلیا کیونکہ امامؑ آ چکے تھے لیکن جب وہ باہر آئی اور اس نے نیزے پر امامؑ کا سر اقدس دیکھا تو چیخیں مار کر رونے لگیں اور لشکر سے سفارش کی کہ تھوڑی دیر کے لئے یہ سر اقدس ان کے حوالے کر دے لیکن انہوں نے نہ مانا کہ اچانک امام حسینؑ کے سر اقدس سے آواز آئی کہ: ''اے شیریں! گریہ نہ کر دیکھو

زینبؑ کی حالت پر رحم کرو جاؤ سکینہؑ کو دلاسہ دو اس کا کوئی نہ رہا ہے اس دنیا میں (یعنی اس کے چاہنے والے سب شہید ہو گئے) دیکھ حسینؑ تیرے ساتھ ہے۔ شیریں فوراً جناب زینبؑ کے پاس گئی اس حالت میں کہ سر پر چادر نہیں تھی اور پابرہنہ تھیں جناب زینبؑ کو پرسہ دیا اور جناب سکینہؑ کو گود میں بیٹھا کر دلاسہ دیا۔

دوسری منزلوں کے مختصر حالات

روایت میں ہے کہ ان منزلوں کے باشندے اکثر اہل بیتؑ کے دشمن تھے۔ بعض لوگوں نے اہل بیتؑ کو بالکل نظر انداز کیا، بعض لوگ غافل تھے اور انہیں کسی چیز کی خبر نہیں تھی اور بعض لوگ اچھے تھے۔ ان منزلوں کے اکثر لوگوں نے اہل بیتؑ کو طعنے دیئے اور زبان سے اذیت پہنچائی۔ جس کے کچھ نمونے یہاں ذکر کیئے جا رہے ہیں:

(۱) شہر حلب میں جوشن نامی پہاڑ کے نزدیک ایک بی بی جو حاملہ تھیں ان کا بچہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس بچے کا نام محسن رکھا گیا تھا یہ امام حسینؑ کا سب سے چھوٹا اور آخری بیٹا تھا آج بھی اس مقام پر محسنؑ کی زیارت گاہ ہے جسے ''مشہر السقط'' کہا جاتا ہے۔ (وہی مدرک، ص ۲۹۷: نفس المھموم، ص ۲۳۹) ''جناب سکینہؑ نے اپنے سب سے چھوٹے بھائی کی شہادت پر صبر کیا اور اس مصیبت میں اپنی پھوپھیوں کی برابر کی شریک تھیں۔

(۲) شہر عسقلان میں دشمن کے سردار کے حکم سے جو کربلا میں دشمن کی فوج میں تھا فتح کا جشن منایا جا رہا تھا۔ وہاں کے لوگ امام حسینؑ اور ان کے انصار کے مارے جانے اور ان کے خاندان کے اسیر بنا کر شہر لائے جانے پر جشن منا رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ امام سجادؑ نے ''زریر'' نامی شخص کو جو اہل بیتؑ کو چاہنے کا دعویدار تھا، کہا: امام حسینؑ کا سر جس کے پاس ہے اسے کچھ

پیسہ دیدو تا کہ وہ آگے چلا جائے اور لوگ اہل بیتؑ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔(وہی مدرک، ص ۳۰۲۔)''

(۳) بعلبک میں بھی یہی حال تھی یہاں پر اہل حرم کو دشمنوں کے طعنے سننے پڑے، جس کی وجہ سے انہیں شدید روحانی صدمہ پہنچا۔(بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۲۷)''

جناب سکینہؑ کی امامؑ کے سر اقدس سے گفتگو

کتاب بحر الغرائب جلد دوم میں آیا ہے کہ جب اہل بیتؑ شام میں پہنچے تو یزید ملعون کے حکم سے انہیں دروازہ دمشق کے باہر تین شب و روز روکا گیا تا کہ شہر کو سجایا جائے اور چراغاں کیا جائے۔

حارث شامی جو یزید ملعون کے سپاہیوں میں سے تھا کہتا ہے۔ پہلے رات سارے نگہبان سو گئے لیکن میں جاگتا رہا، میں نے دیکھا کہ اسیروں میں ایک چھوٹی سی بچی ہے یہ بچی اٹھتی ہے اور چاروں طرف دیکھتی ہے' اس نے دیکھا یزید ملعون کا لشکر بھی بے خبر سو گیا ہے، اشقیاء نے امام حسینؑ کا سر اقدس ایک درخت پر لٹکا دیا تھا' یہ بچی کئی مرتبہ خوف کی حالت میں سر کے پاس آتی ہے اور لوٹ جاتی ہے' آخر کار اس درخت کے نیچے رک جاتی ہے اور اپنے باپ کے سر کی طرف دیکھتی ہے اور رو رو کر سر سے باتیں کرتی ہے' میں نے دیکھا کہ امامؑ کا سر خود بخود نیچے آتا ہے اور بچی کے سامنے رک جاتا ہے' بچی نے جس کا نام رقیہؑ (رقیہؑ جناب سکینہؑ کا اصل نام تھا) تھا کہتی ہے:

السلام علیک یا ابتاہ وا مصیبتاہ بعد وا غربتاہ بعد شہادتک

''بابا! آپؑ پر سلام ہو' آپ کے بعد ہمیں بہت مصائب اٹھانے پڑے
آپ کی شہادت کے بعد ہمیں غریب الوطنی سہنا پڑی''

میں نے دیکھا امام حسینؑ کا سر اس بچی سے مخاطب ہے اور آپ فرما رہے ہیں میری بیٹی تمہاری

قید کی مصیبتیں اور راہ کی سختیاں اب ختم ہوگئیں، کچھ دنوں کے بعد تم ہمارے پاس آنے والی ہو، مصائب پر صبر کرو تاکہ ثواب اور شفاعت کرنے کا مقام حاصل ہو۔

حارث شامی کہتا ہے کہ میرا گھر شام کے کھنڈرات کے پاس تھا، میں دیکھنا چاہتا تھا کیا واقعاً یہ بچی جب کہ اس کے باپ نے کہا تھا کہ کچھ دنوں بعد ان سے ملحق ہو جائے گی۔ میں نے سنا کہ ایک رات شام کے کھنڈرات (قید خانے) سے نالہ و بکا کی آوازیں آرہی ہیں، میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا سکینہؑ کا انتقال ہوگیا ہے (حضرت رقیہؑ، ص۲۲و۲۴و۶۴)"

اس کتاب بحر الغرائب میں آیا ہے کہ جب قید خانے میں جناب سکینہؑ کے پاس امام حسینؑ کا سر لے جایا گیا تو انھوں نے کہا: بابا! اپنے وعدہ پر عمل کیجیے اور مجھے اپنے ساتھ لے جایئے، امام حسینؑ نے اپنے وعدہ پر عمل کیا اور جناب سکینہؑ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ (ریاض القدوس، ج۲، ص۳۲۵)"

آیۃ اللہ سید محمد جواد ذہنی لکھتے ہیں کہ شام کے راستے میں (جناب سکینہؑ) نے شتر سواری سے بہت تکلیف کا اظہار کیا اور بہن سے کہا: اے بہن! اونٹ تیزی سے چلتے ہیں کہ مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میرا دل و جگر پانی پانی ہوگیا ہے۔ اس پرچم بردار سار بان سے کہو کہ کچھ لحظہ اس اونٹ کو روک دے تاکہ میں سانسیں لوں یا انھیں آہستہ چلائے ورنہ میں مرجاؤں گی۔ سار بان سے پوچھو کہ ہم کب منزل تک پہنچیں گے؟ (مدینہ سے مدینہ تک مقتل ص۵۴۳۔)"۔

دمشق میں آمد

اہل بیتؑ کو یکم صفر ۶۱ھ کو دمشق میں لایا گیا۔ شام کے عوام جنھیں بے خبر اور غافل رکھا گیا تھا وہ یزید ملعون کی فتح اور شہدائے کربلا کے سروں اور اہل بیتؑ کو اسیر کر کے شام لائے جانے پر جشن مسرت منا رہے تھے، اور ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔

یزید ملعون کے حکم سے کاروان اہل بیتؑ کو کئی گھنٹوں تک دروازہ دمشق پر روکا گیا اسی وجہ سے اس دروازے کو ''باب الساعات'' کہا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الشہداء: تالیف: ملا حبیب اللہ کاشانی، ص ۴۱۰)''

شام میں اہل بیتؑ کی آمد اور وہاں سے ان کے جانے کے بہت سے واقعات ہیں۔ شام میں اہل بیتؑ پر اس قدر سخت اور جان لیوا مصائب پڑے کہ مدینہ میں ایک شخص نے جب امام زین العابدینؑ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ اذیتوں اور مصائب کا کہاں سامنا کرنا پڑا، تو امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

الشام ، الشام، الشام

(عنوان کلام فشارکی، ص ۱۱۸)''

روایت میں ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے نعمان بن منذر مدائنی سے فرمایا: شام میں ہم پر سات مصیبتیں نازل ہوئیں کہ ہماری اسیری کے آغاز سے آخر تک ایسے مصائب نہیں پڑے۔ آپ نے ان مصیبتوں کو اس طرح بیان کیا:

(۱) شام میں ظالموں اور اشقیاء نے تلواریں اور نیزے تان کر ہمیں محاصرہ میں لے لیا۔ یہ لوگ ہم پر حملہ کرتے تھے اور ہمیں نیزے مارتے تھے۔ ظالموں نے ہماری تشہیر کرنے کے لیے ہمیں لوگوں کی بھیڑ میں بہت دیر تک ٹھہرائے رکھا۔ جب کہ ظالم فتح کا نقارہ بجا رہے تھے۔

(۲) شہداء کے سروں کو نیزے پر اٹھائے ہمارے آس پاس سے گھمایا کرتے تھے۔ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کو میری پھوپھی زینبؑ وام کلثومؑ اور بہن سکینہؑ کی سواری کے آگے آگے لے جا رہے تھے۔

(۳) شامی عورتیں چھتوں پر سے ہم پر گرم پانی اور آگ پھینک رہی تھیں، میرا عمامہ اسی آگ سے جل گیا اور میرا سر بھی جل گیا۔

(۴) صبح سے لے شام تک ہمیں دمشق کے کوچہ و بازار میں پھرایا گیا، جہاں لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی

اور اشقیاء یہ آواز لگا رہے تھے "اے لوگو! انہیں مار ڈالو اسلام میں ان کی عزت اور احترام نہیں ہے۔

(۵) ظالموں نے ہمیں ایک رسی میں جکڑا ہوا تھا اور ہمیں یہودیوں اور نصاریٰ کے گھروں کے پاس سے گزارا اور کہہ رہے تھے یہ وہی لوگ ہیں جن کے بزرگوں نے (خیبر و خندق) میں تمہارے بزرگوں کو قتل کیا تھا اور تمہارے گھر ویران کئے تھے یہاں تک کہ یہود و نصاریٰ نے ہم پر مٹی، پتھر اور لکڑی وغیرہ پھینکنا شروع کر دی۔

(۶) شامی اشقیاء ہمیں اس بازار میں لے گئے جہاں غلام اور کنیزیں بیچی جاتی تھیں اور ہمیں غلاموں اور کنیزوں کی طرح بیچنا چاہتے تھے لیکن خدا نے انہیں اس کام میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

(۷) ہمیں ایسے قید خانے میں بند کر دیا جس کی چھت نہیں تھی، جس میں رات کی سردی اور اوس پڑتی تھی اور دن کی گرمی سے ہمیں اذیت ہوتی، ہمیں بھوکا اور پیاسا رکھا گیا۔ (تذکرۃ الشہداء، ص ۴۱۲)"

ہائے افسوس! کہ اس کمسنی میں جناب سکینہؑ نے اتنی مصیبتیں سہیں یہ ساتوں مصیبتیں اتنی عظیم ہیں کہ کسی میں تاب نہیں کہ انہیں بیان یا تحریر کرے۔

سہل بن سعید شہروزی کی روایت

سہل بن سعید شہروزی سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے ایک چھوٹی سی بچی جو ایک بے پلان لاغر اونٹ پر سوار تھی ایک نقاب اپنے چہرے پر ڈالے ہوئے تھی۔ اس وقت اس بچی نے چلانا شروع کر دیا:

وامحمدا! واجدا! واعلیا! و احسنا! واحسینا! وا عقیلا! واعباسا! وابعد سفرا! واسوء صباحا! یہ سن کر میں ان بچی کے نزدیک گیا مجھے دیکھ اس نے ایک چیخ بلند کی اور بے ہوش ہو گئی جب ہوش میں آئی تو میں نے نزدیک جا کر عرض کی: اے میری شہزادی مجھے دیکھ کر آپ کی چیخ کیوں نکل گئی۔

بی بی نے فرمایا: اے شیخ! کیا تجھے رسول خداؐ سے شرم نہیں آتی تو حرم رسول خداؐ کی طرف دیکھتا ہے ؟میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! میں نے کسی بری نظر سے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ بچی بولی: تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: میں سہل بن سعید شہروزی آپ کے محبوں اور موالیوں سے ہوں۔ وہ کہتا ہے اس بچی کا نام سکینہؑ تھا۔

روایت میں ملتا ہے کہ اس نے امام زین العابدینؑ کی ہدایت پر ایک ہزار دینار نیزے دار کو دیے تا کہ وہ سر شہداء کو بیبیوں کی طرف نہ لے جائیں ورنہ لوگ بیبیوں کو دیکھیں گے اور امامؑ نے اسے اس کام پر کہا: خدا تمہیں قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور فرمائے گا۔ (مقتل ابی مخنف وقیام مختار، ص ۱۳۱)''

دروازۂ دمشق پر جناب سکینہؑ کا گریہ

اکثر لوگ اہل بیتؑ کی مظلومیت پر آنسو بہا رہے تھے اور بعض رو رہے تھے اور وہ قافلہ دروازہ دمشق پر کھڑا تھا۔ اس وقت اہل بیتؑ رسول حسینؑ حسینؑ کہہ کر رو رہے تھے اور سب سے زیادہ جناب سکینہؑ روتی تھیں اور بین کرتی تھیں اور کہتی تھیں ہائے میرے پیارے بابا! اگر آپ قتل نہ ہوتے تو ہمارا یہ حال تو نہ ہوتا۔

جناب زینبؑ نے فرمایا: سکینہؑ بیٹی! چپ ہو جاؤ کہ تیرے رونے سے میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے میری بچی نہ رو لیکن وہ معصومہ مسلسل روئے جا رہی تھیں اور کہتی تھیں اے پھوپھی! میں کیوں کر نہ روتی میرے بابا زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور ان کی لاش بغیر سر کے ہے اور کوئی بھی اس لاش کی نگہبانی کرنے والا نہیں ہے۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۲۱۱)''

ام الحجام ملعونہ کی سر امامؑ سے بے ادبی

روایت میں ہے کہ ابھی شہداء کے سر دروازہ یزید ملعون تک نہیں پہنچے تھے کہ پانچ عورتوں کو

دیکھا کہ وہ مکان کی چھت پر کھڑی ہوئی ہیں اور وہ اہل بیت اطہارؑ کی اس حالت کو دیکھ کر قہقہے لگا کر ہنس رہی تھی اور خوش ہو رہی تھیں۔

اور ان عورتوں میں سے ایک عورت تھی کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس ملعونہ کی کمر خم ہوگئی تھی جب امام حسینؑ کا سر اقدس اس ملعونہ عورت کے قریب پہنچا تو جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ سے دشمنی اور بغض میں اس نے ہاتھ ایک پتھر کی طرف بڑھایا اور پتھر اٹھالیا۔

اس بے حیا نے سر اقدس پر اس زور سے پتھر کا مارا کہ امام مظلومؑ کا سر مجروح ہوگیا اور اعجاز سے خون بہنے لگا یہ حال دیکھ کر سب اہل حرم نے رونا اور پیٹنا شروع کر دیا اور جناب زینبؑ نے بین کرتے ہوئے کہا: کہاں ہیں نانا رسول خداؐ؟ میرے بھائی کے سر اقدس کے ساتھ اس ملعونہ نے جو بے ادبی کی ہے اس کو دیکھتے پھر بولیں اے اماں فاطمہ زہراؑ یہ وہ سر ہے کہ جسے آپ اپنے سینہ پر رکھتی تھیں آج اس کا یہ حال ہے کہ نیزے پر رکھا ہے اور اس پر ایک ملعونہ نے یہ ظلم کیا کہ پتھر مارا جناب سکینہؑ نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا ہائے میرا غریب بابا! آپ کا یہ حال ہوا کہ اب بھی ظالم آپ پر رحم نہیں کرتے۔ کہ اچانک وہ مکان گر پڑا اور وہ ملعونہ اور عورتیں واصل جہنم ہوگئیں۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۶۱۲)''

دوسری روایت میں ہے کہ جب اس ملعونہ نے سر اقدس کے ساتھ یہ ظلم کیا تو جناب سکینہؑ نے یہ ظلم دیکھ کر اپنی پھوپھی جناب زینبؑ سے پوچھا: پھوپھی اماں! سنا ہے کہ صالحؑ نبی بھی گزرے تھے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا: ہاں بیٹی! بی بی سکینہؑ نے فرمایا: پھوپھی! یہ بھی سنا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اس اونٹنی کے بچے نے ان کیلئے بددعا کی تھی اور وہ قوم عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوگئی۔ پھوپھی اماں! کیا میں صالحؑ نبی کی اونٹنی کے بچے سے بھی کمتر ہوں؟

جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ کو سینے سے لگا کر فرمایا: بیٹی! وہ نبی تھا تم رحمت العالمین کی بیٹی ہوں۔ سکینہؑ ہرگز بددعا نہ کرنا یہ تمہارے بابا حسینؑ کی وصیت ہے پس صبر کرو۔ راوی کہتا ہے ابھی کچھ

دیر نہ گذری تھی کہ اس ملعونہ کا مکان گر گیا اور واصل جہنم ہوگئی۔

دربارِ یزید ملعون

اہل بیتؑ کو کئی مرتبہ دربار یزید میں لے جایا گیا۔ یزید ملعون کی گستاخیوں کی کوئی حد نہیں تھی، یزید ملعون کے دربار میں آنا اہل بیتؑ کے لیے بہت اہانت آمیز اور شدید دکھ کا باعث تھا، تاریخ نے ان واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہم یہاں پر صرف سید سجاد علیہ السلام کے بیان پر اکتفا کر رہے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں:

لما و فدنا الیٰ یزید بن معاویة ، اتونا بحبال و ربقونا کالا غنام و کان الحبل فی عنقی و عنق ام کلثوم و کتف زینب و سکینة والبنات و کلما قصرنا عن المشی ضربونا . حتیٰ وقفونا بین یدی یزید وھو علیٰ سریر مملکته

"جب ہمیں یزید کے دربار میں لے جایا گیا، ہمیں چاپایوں کی طرح رسی سے باندھا ہوا تھا۔ میری پھوپھی ام کلثومؑ اور بہن سکینہؑ کی گردن میں رسی بندھی ہوئی تھی اور پھوپھی زینبؑ اور دوسری بچیوں کے بازو بندھے ہوئے تھے چلتے چلتے اگر ہم رک جاتے تو ہمیں مارا جاتا، ہمیں جب یزید کے دربار میں پہنچایا گیا، یزید تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا تھا"۔ (منتخب طریحی، ص ۴۸۷)"

جناب سکینہؑ اور دربارِ یزید

دربارِ یزید میں جناب سکینہؑ کے ساتھ کئی مصیبتیں پیش آئیں بہت سی روایات بھی ہیں جن میں ان مصیبتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان مصیبتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

جناب سکینہؑ کی دربار یزید میں المناک حالت

منتخب طریحی میں مذکور ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ آل محمدؐ کے قیدیوں کو دربار میں داخل کرو اسیران آل محمدؐ کو یزید ملعون کے سامنے لایا گیا تو یزید پلید نے ان کی طرف نگاہ کی اور ایک ایک سے پوچھنے لگا کہ یہ کون ہے اور وہ کون ہے ایک شخص نے کہا: یہ ام کلثومؑ ہیں اور وہ زینب کبریٰؑ، ام ہانیؑ، صفیہؑ، رقیہؑ اور یہ سکینہؑ اور فاطمہؑ دختران حسینؑ ہیں اور یہ علی ابن الحسینؑ ہیں۔

اس وقت امام حسینؑ کی بیٹی جناب فاطمہ کبریٰؑ نے فرمایا: اے یزید! یہ رسول خداؐ کی بیٹیاں ہیں جو قید ہو چکی ہیں یہ سن کر تمام دربار والے رونے لگے اور رونے کی آواز یزید ملعون کے محل سے باہر تک آئی جناب سکینہؑ چادر نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کے ساتھ چہرے کو چھپاتی تھیں۔ یزید ملعون نے کہا: ھذہ من یہ بچی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ ہے یزید ملعون نے کہا: تو سکینہؑ ہے تو جناب سکینہؑ رونے لگیں اور اس قدر بے چین ہوئیں کہ قریب تھا کہ جان دے دیتیں۔ یزید ملعون نے پوچھا: کہ اپنے ہاتھوں کو کیوں منہ پر رکھا ہے تو شہزادی نے جواب دیا: کہ اے ملعون! یہ ملکہ عصمت کی بیٹیاں درباری بے غیرتوں سے منہ چھپانا چاہتی ہیں۔

پھر اس ملعون نے پوچھا: اے لڑکی! تو کیوں رو رہی ہے؟ معصوم سکینہؑ نے کہا: کس طرح گریہ نہ کروں کہ میرے پاس نہ کوئی کپڑا ہے تا کہ میں اپنے چہرے کو تجھ سے اور درباریوں سے چھپاؤں۔

یزید ملعون نے کہا: اے سکینہؑ! تیرے باپ نے میرے حق سے انکار کیا۔ اس نے میرے ساتھ قطع رحمی کی، اور حکومت کے حصول کی خاطر میرے ساتھ برسر پیکار رہا۔

جناب سکینہؑ نے رو کر فرمایا: اے یزید! میرے باپ کو قتل کر کے راضی مت ہو وہ تو خدا اور رسولؐ کے فرنبردار بندے تھے۔ انہوں نے حق کی دعوت کو قبول کیا اور شہادت کی سعادت حاصل کی۔ لیکن ایک

دن آئے گا کہ تجھے ان مظالم کا حساب ضرور دینا ہوگا اپنے آپ کو اس وقت کے لیے تیار رکھنا۔ لیکن تجھ میں کہاں ہمت کہ تو اس وقت جواب دے سکے۔

یزید ملعون نے غصہ میں چلا کر کہا: اے سکینہؑ! خاموش ہو جاؤ تمہارے باپ کا میرے اوپر کوئی حق نہیں ہے۔ (سوگ نامہ آل محمدؑ ص ۵۸۳)''

جناب سکینہؑ کے زخمی کان مبارک

یزید ملعون کی نظر جناب سکینہؑ کے زخمی کانوں پر پڑی تو پوچھنے لگا: اس کے کان کس نے زخمی کیے ہیں؟ امام سجادؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: شمر نے اسے طمانچے مار مار کر اس کے کانوں سے بالیاں کھینچ کر اس کے کان زخمی کیے ہیں۔

شمر ملعون کو ڈر لگا اور کہنے لگا: نہیں امیر! میں نے اس کے کان زخمی نہیں کیے اے امیر! دس محرم کی شام کے وقت جب میں خیمہ میں مال لوٹنے کے لیے آیا تھا تو یہ بچی سہمی ہوئی بیٹھی تھی میں اس کے قریب گیا اور وہ قدم پیچھے کرتی تھی۔ اچانک اس کے کانوں میں دو بالیاں چمکیں میں نے اس کو ایک طمانچہ مار کر بالی اتاری اور وہ زمین پر بیٹھ گئی اور رو کر کہنے لگی: مجھے طمانچہ نہ مارو اور نہ ہی ہاتھ لگاؤ میں تمہیں ایک بالی خود اتار کے دیتی ہوں۔

جناب سکینہؑ کا کلام

دوسری روایت میں ہے کہ جب اہل بیتؑ دربار یزید ملعون میں آئے تو یزید ملعون ایک ایک کے بارے میں پوچھنے لگا کہ ناگاہ یزید ملعون کی نظر جناب سکینہؑ پر پڑی اور پوچھنے لگا یہ بچی کون ہے؟

جناب سکینہؑ نے کہا: وائے ہو تجھ پر اے یزید! میرا حسب و نسب کس پر چھپا ہے؟ میں بیٹی ہوں اس حسینؑ کی جن کو تیری فوج نے تین دن کا پیاسا ذبح کیا ہے۔ یزید ملعون نے کہا: اے سکینہؑ! تیرے

باپ نے میرے حق کو بھلا دیا اور میری حکومت میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی۔

جناب سکینہؑ رو کر بولیں: وائے ہو تجھ پر اے یزید! میرے بابا کے قتل پر خوش ہو رہا ہے۔

(خلاصۃ المصائب، ص ۶۳۲: بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۶)"

ابو مخنف کی روایت کے مطابق یزید ملعون نے امام حسینؑ کا سر اقدس جناب سکینہؑ کی طرف بلند کر کے ان سے کہا: تمہارے باپ نے میری حکومت میں فساد کیا اور وہ چاہتا تھا کہ میری نسل کو مٹا دے۔ جناب سکینہؑ نے رو کر اس کے جواب میں فرمایا: اے یزید! تو میرے بابا کو قتل کر کے خوش نہ ہو انہوں نے اپنا نیک انجام پا لیا ہے البتہ تو اپنی جوابدہی کے لیے تیار رہ"۔

یزید ملعون بولا: خاموش ہو جاؤ! تمہارے باپ کا میرے اوپر کوئی حق نہیں تھا۔ بلکہ (معاذ اللہ) مجھ پر ظلم و زیادتی کی اسی لیے خدا نے (معاذ اللہ) اسے کمزور کر دیا اور میری مدد کی۔

(مقتل ابی مخنف و قیام مختار، ص ۱۳۹)"

یزید ملعون کا جناب سکینہؑ سے سوال

روایت ہے کہ جب اہل حرمؑ کو دربار یزید میں لایا گیا تو اس وقت یزید ملعون نے جناب سکینہؑ سے کہا: اے سکینہؑ! اس قید میں گزرے ہوئے وقت کے بارے میں بتاؤ؟

بی بی نے رو کر فرمایا:

اے یزید! ہم اہل بیتؑ پر جو ظلم ہوئے ہیں کہ ان کو شمار کرنا نہ ممکن ہے
پس ان مصائب میں سے سب سے ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ جب سے
میرے بابا شہید ہوئے تب سے مجھے سونا نصیب نہیں ہوا، اور میرے
نہ سونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب کو بے پالان اونٹوں پر سوار کر دیا گیا

تو مجھے ایک انتہائی کمزور اور لاغر اونٹ پر بیٹھایا گیا جو راستے میں ٹھوکریں کھا کر گر پڑتا تھا اور میں بھی اس سے گر پڑتی تھی اور اونٹ سے گرنے کے خوف سے اگر پیدل چلتے چلتے گر پڑتی تو یہ بے رحم اجز بن قیس جو تیرے سامنے کھڑا ہے مجھے تازیانے مارتا تھا۔ ایسے میں میری فریاد سننے والا بھی نہ تھا۔ اے یزید ملعون! تم کیا کیا سنو گے تمہارے سپاہیوں نے جب میرے بیمار ناتواں بھائی سجادؑ کو اونٹ پر سوار کرایا اور شدت مرض اور کمزوری سے گر پڑتے تھے پس انہوں نے میرے بھائی کی دونوں ٹانگوں میں رسیاں باندھ کر اونٹ کی پیٹ کے ساتھ باندھ دیں جس کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں زخمی ہوگئیں۔ (ماخوذ از بحر المصائب)''

طشت میں سر امام حسینؑ

روایت میں ہے کہ اہل حرم کو دربار یزید میں لایا گیا تو ایک رسی میں بارہ گلے بندھے ہوئے تھے اسی رسی میں جناب سکینہؑ کا گلا بندھا ہوا تھا۔ سب بیبیاں جھک کر کھڑی تھیں تا کہ ننھی سکینہؑ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اگر کوئی بی بی سیدھا کھڑے ہونے کی کوشش کرتی تھی تو جناب سکینہؑ معلق ہو جاتیں۔ اسلئے بار بار پنجوں کے بل کھڑی ہوتیں دیر تک یزید ملعون نے کوئی توجہ نہیں کی ایک مرتبہ جناب سکینہؑ پر پھر نظر پڑی تو پوچھا: یہ بچی کون ہے؟ شمر لعین نے بتلایا کہ حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکینہؑ ہے حسینؑ اس سے بہت محبت کرتے تھے۔

یزید ملعون نے جناب سکینہؑ کا گلا کھولنے کا حکم دیا روایت میں ملتا ہے کہ جناب سکینہؑ نے سپاہی کو پیغمبر اسلام کا واسطہ دیا کہ ان کی رسی نہ کھولیں امام سجادؑ نے فرمایا: میری بہن جان دے دے گی لیکن

کسی نامحرم کو ہاتھ لگانے نہیں دے گی یہ چاہتی ہے کہ میں اس کی رسی کھولوں چنانچہ امام سجادؑ نے ان کی رسی کھولی۔ (سیدہ سکینہؑ، ص ۲۵۴۔)'' اس کے بعد یزید ملعون نے جناب سکینہؑ سے پوچھا: سکینہؑ! حسینؑ تم سے بہت محبت کرتے تھے بچی نے معصومیت سے سر اقدس ہلا کر اقرار کیا تو وہ ملعون کہنے لگا: تم کو کیا کھلاتے تھے؟ جناب سکینہؑ نے جواب دیا: ''رطب'' یزید ملعون نے تخت پر رکھے ہوئے طشت کی طرف اشارہ کیا جو کہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اور کہا: سکینہؑ! میں نے تمہارے لئے رطب تازہ منگوائے ہیں آگے بڑھ کر لے لو۔ جناب سکینہؑ نے کپڑا اٹھایا لیکن سہم کر رہ گئی بابا کا سر طشت میں دکھائی دیا ہائے کمسن پر کیا گزری ہوگی۔ بابا! کہہ کر تیزی سے آگے بڑھی یزید ملعون نے شمر ملعون کو اشارہ کیا ملعون نے جناب سکینہؑ کو روک لیا زبان سے نہیں بلکہ تازیانہ دکھا کر جناب سکینہؑ اشک بار آنکھوں سے پھوپھیوں کو دیکھتی تھیں لیکن وہ بھی ناچار تھی کیونکہ وہ خود اسیر تھیں۔ (تحفۃ الذاکرین، ص ۲۱۹۔)''

جناب سکینہؑ کا دربار یزید میں اعجاز

روایت میں ہے کہ یزید ملعون جناب سکینہؑ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا: سکینہؑ! بابا کا سر لینا چاہتی ہو؟ بابا تم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اچھا میں بھی جانوں کہ حسینؑ تم سے واقعی محبت کرتے تھے کہ جب حسینؑ کا سر خود بخود تیری گود میں آجائے۔

جناب سکینہؑ نے محبت بھری نگاہ بابا کی سر اقدس پر ڈالی اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا: بابا! آپ کا امتحان کربلا کے تپتے بن میں ختم ہو گیا اب اس بھرے دربار میں بیٹی کا امتحان ہو رہا ہے بابا! میری محبت کا واسطہ آپ کو میرے حق کی قسم میری گود میں آجایئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ سر امام حسینؑ کو جنبش ہوئی اور سر اقدس اٹھ کر جناب سکینہؑ کی گود میں چلا گیا۔ جناب سکینہؑ نے منہ پر منہ رکھ کر ایک چیخ ماری اور فرمایا: بابا مجھ کو اکیلا چھوڑ گئے اب میں کس کے سینے

پر سوؤں گی۔

دربار ی حیرت وتعجب سے دیکھتے رہے شمر ملعون آگے بڑھا اور سر امام حسینؑ جناب سکینہؑ سے چھین لیا اور وہ بے ادبی کی کہ بچی تھرا گئی۔ (تحفۃ الذاکرین، ص ۲۲۰)"

امام حسینؑ کے دندان مبارک کی توہین

روایت میں ہے کہ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ اور جناب سکینہؑ نے دیکھا کہ یزید ملعون اپنی چھڑی سے امام حسینؑ کے لبوں اور دندان مبارک پر ضرب لگا رہا ہے، یہ دیکھ کر جناب فاطمہؑ اور جناب سکینہؑ کو شدید قلق ہوا، ان دونوں نے بڑے دکھ بھرے لہجے میں جناب زینبؑ سے کہا:

یا عمتاه ان یزیدا ینکث ثنایا ابینا بقضیبه

"اے پھوپھی جان! یزید اپنی چھڑی بابا کے دانتوں پر مار رہا ہے"

جناب زینبؑ اٹھیں اور یزید ملعون سے مخاطب ہو کر بولیں:

اتضربها شلت یمینک انها

وجوه لوجه الله طال سجودها

اے یزید! تیرے ہاتھ شل ہو جائیں، کیا تو ایسے چہرے پر چھڑی مار رہا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں جن کے سجدے طولانی ہوا کرتے تھے۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۵۶۔)"

دوسری روایت میں جناب سکینہؑ سے مروی ہے کہ جب ہمیں یزید کے دربار میں لایا تو ہمارا دل پہلے سے ہی زخموں سے چور چور تھا کہ اچانک میری نظر یزید کی چھڑی پر پڑی جس سے وہ میرے بابا حسینؑ کے لبوں کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا پس میں اس کے تخت کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بلند آواز سے کہا:

"اے یزید! آخر اس سر نے تیرا کیا بگاڑا ہے کہ اس کو شہید کرنے کے بعد اب اس کے لبوں کے

ساتھ بے ادبی کر رہا ہے۔ یزید نے حیران ہو کر پوچھا: تم کون ہو؟ بی بی نے جواب دیا: میں اسی شہید کی بیٹی ہوں میرا نام سکینہؑ ہے۔ (منہاج الولایہ، ص ۳۸۲)''

تیسری روایت کے مطابق ایک شامی کا کہنا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو یزید ملعون کے دربار میں لایا گیا تو اس حرام زادے نے اس سر اقدس پر چھڑی مارنا شروع کر دی۔ میں نے ایک تین سالہ بچی کو دیکھا جب یزید ملعون سر مطہر پر چھڑی مارتا تھا وہ بچی اپنے ہاتھوں کو اوپر لے جاتی اور اپنے سر پر چہرے پر مارتی اور کہتی تھی:

یا ابتاہ ،لیتنی کنت عمیاء ولا اراک بھذا الحال ،ابتاہ لیتنی مت قبل ھذا الیوم ولا اری راسک مخضبا بالدماء ومضرباً برمح الاعداء''

اے بابا جان! کاش میں اندھی ہوتی اور آپؑ کو اس حال میں نہ دیکھتی۔

اے پدر! کاش اس سے پہلے میں مر گئی ہوتی اور آپؑ کے کٹے ہوئے سر کو اس حالت میں نہ دیکھتی کہ دشمن اس پر چھڑیاں اور نیزے مار رہے ہیں۔ اور اس طرح ہمارے دل کو جلاتے ہیں۔ اور ہمیں محفل میں خوار و ذلیل کرتے ہیں''۔

اس شامی کا کہنا ہے کہ میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے؟

کہا گیا: یہ حسینؑ کی بیٹی (سکینہؑ) ہے۔

میں نے اس کے پہلو میں ایک عورت کو دیکھا کہ جو دست بستہ اور گریاں چشم کھڑی تھیں اور سوز دل سے نالہ و فریاد کرتی تھیں اور اس کی آنکھوں سے اشک حسرت رواں تھے۔ اور آہستہ آہستہ کہتی تھی:

اے بھائی! کاش آپؑ کی بہن زینبؑ مر گئی ہوتی اور آپؑ کو اس حال میں نہ دیکھتی۔

وہ شامی کہتا ہے: جب میں نے ان قیدیوں کا یہ حال زار دیکھا تو میرا دل سوختہ ہو گیا اور میں صبر نہ کر سکا اور محفل یزید ملعون سے باہر نکل گیا۔ (انوار الشہادۃ، ص ۲۶، ف ۲)''۔

ایک شامی کی گستاخی

ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں کہ یزید ملعون کے دربار میں ایک سرخ چہرہ شخص نے جناب سکینہؑ کی طرف اشارہ کر کے یزید ملعون سے کہا: اے امیر! مجھے یہ کنیز بخش دے۔

جناب سکینہؑ یہ سن کر لرز اٹھیں آپ پر خوف طاری ہو گیا کہ آپ نے اپنی پھوپھی کا دامن تھام لیا اور کہا: پھوپھی اماں! کیا نبی زادیاں ان جیسے بے غیرتوں کی خدمت کریں گی؟

جناب زینبؑ نے اس مرد شامی سے کہا:

كذبت والله ولومت ماذاك لك ولا له

''خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا! ایسا نہ تیرے اختیار میں ہو گا اور نہ یزید کے''

یزید ملعون جناب زینبؑ کا شدید جواب سن کر سیخ پا ہو گیا اور اس نے کہا: تم نے جھوٹ کہا۔ یہ کام میرے ہاتھ میں ہے اگر میں چاہوں تو اسے انجام دے سکتا ہوں، اس کے جواب میں جناب زینبؑ نے کہا:

''خدا نے ہرگز یہ کام تیرے اختیار میں نہیں دیا ہے، مگر یہ کہ تو ہمارے دین سے خارج ہو جائے اور کوئی دوسرا دین اختیار کر لے''

یزید ملعون نے غصہ میں جناب زینبؑ سے کہا:

تم مجھ سے اس طرح سے پیش آ رہی ہو جیسے تمہارے باپ اور بھائی دین سے خارج ہو چکے ہیں۔

جناب زینبؑ نے فرمایا:

تو اور تیرے باپ دادا اگر مسلمان تھے تو میرے جد اور بھائیوں کے دین پر ہیں۔

یزید ملعون نے کہا: دشمن خدا تم نے جھوٹ کہا۔

اس کے جواب میں جناب زینبؑ نے کہا:

اے یزید! تو حکمران اور مسلط ہے تو کیا ہم سے اس طرح بات کرے گا؟

یزید ملعون چپ ہو گیا۔ اس مرد شامی نے دوبارہ اپنی بات دہرائی۔ یزید جس کو جناب زینبؑ کے جوابوں سے اپنی شکست وخواری کا احساس ہو چکا تھا، اس مرد شامی سے کہتا ہے کہ خدا تجھے قتل کرے تو مجھ سے دور ہو جا'' (اعلام الوری، ص ۲۴۹: احتجاج طبرسی، ج ا، ص ۳۸۔)''

دوسری روایت کے مطابق جب اس شامی نے جناب سکینہؑ کو کنیزی میں مانگا تو جناب سکینہؑ اپنی پھوپھی جناب ام کلثومؑ سے لپٹ گئیں اور کہا: پھوپھی اماں! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ نبیؐ کی بیٹیاں ان جیسے بے حیا لوگوں کی خدمت گزاری کریں؟!!

جناب ام کلثومؑ نے اس ملعون کی طرف رخ کر کے بلند آواز سے فرمایا:

اے پست فطرت ملعون! خاموش ہو جا خدا تیرے ہاتھ پیر قطع کر دے تیری زبان خون میں رنگین اور تیرا ٹھکانہ جہنم ہو، خبردار رسولؐ کی بیٹیاں تا قیامت تجھ جیسے کمینے اور بد بخت کی خدمت گزار نہیں ہو سکتیں۔

ابھی جناب ام کلثومؑ کی نفرین ختم نہ ہوئی تھی کہ اس ملعون نے ایک نعرہ لگایا اور اس طرح اس نے اپنی زبان کو دانتوں تلے دبایا کہ اس کے منہ سے خون بہنے لگا اور اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

(مصائب جناب سکینہؑ، ص ۵۰۔ جلاء العیون، ص ۴۴۱: بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۶ و ۱۳۷۔)''

جو کی شراب

روایت میں ہے کہ یزید ملعون نے جو کی شراب مانگی (مروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جو کی شراب پینے کا حکم یزید نے دیا تھا اور سب سے پہلے اس نے اس دسترخوان پر پی تھا جہاں سر حسینؑ رکھا تھا، دشمنان اہلبیتؑ اس دسترخوان پر کھانا کھاتے اور شراب پی کر اس عظیم مصیبت پہ خوشی مناتے تھے امام رضا نے فرمایا: ہمارے شیعہ ہرگز جو کی شراب نہیں پیتے کہ وہ دشمنان اہل بیتؑ سے مخصوص ہے، (عیون اخبار، ج ۲، ص ۲۲۔) "اس میں سے کچھ پی اور اپنے آدمی کو دیتے ہوئے کہا: یہ بابرکت شراب ہے اس کی ایک برکت یہ ہے جب ہم اس میں سے پہلا جام پیتے ہیں تو ہمارے دشمن "حسینؑ" کا سر ہمارے دسترخوان پر ہوتا ہے اسی لئے ہمارے کھانے کا دسترخوان بچھا ہوا ہے اور اطمینان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں، اور شراب پی رہے ہیں۔

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں نے یزید سے بڑا کافر، ظالم اور سنگدل نہیں دیکھا ہے۔ (قمقام زخار، ص ۵۷۷۔)"

جناب زینبؑ کا دربار یزید میں خطبہ

جناب زینبؑ نے دربار یزید ملعون میں نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ نے اہل بیتؑ کی حقانیت اور بنی امیہ کی گمراہی ظاہر کی۔

مورخین کا کہنا ہے کہ دربار یزید میں مرد شامی کی اس گستاخی کے بعد کہ اس جناب سکینہؑ کو دیکھنے کے بعد یزید سے انہیں کنیز کے طور پر مانگا اور یزید نے بھی غرور و تکبر میں چور ہو کر کہا کہ یہ کام اس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ یزید ملعون کی اس گستاخی کے بعد جناب زینبؑ نے خطبہ دیا۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب جناب فاطمہؑ اور جناب سکینہؑ نے دیکھا کہ یزید ملعون اپنی چھڑی

سے امام حسینؑ کے دندان مبارک کی بے ادبی کر رہا ہے تو انہوں نے اپنی پھوپھی زینبؑ سے اس بات کا گلہ کیا' اس وقت جناب زینبؑ نے خطبہ دیا۔

ایک روایت جو قرین صحت ہے وہ یہ ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اس کے سامنے امام حسینؑ کے سر مبارک کو طشت طلا میں رکھا جائے' اس کے بعد یزید ملعون نے بڑی گستاخیاں کیں۔ عبداللہ بن زبعری کے اشعار پڑھے جو مشرکین میں سے تھا اور اس نے یہ اشعار جنگ احد میں حضرت حمزہؑ کی شہادت کے بعد کہے تھے۔ یزید ملعون نے ڈھٹائی کے ساتھ کفر آمیز تکبر سے یہ اشعار پڑھے اور اپنے کفر کو ظاہر کیا۔ یہاں پر ضروری تھا کہ اس مغرور کافر کو جواب دیا جائے جو جناب زینبؑ نے اپنے خطبہ میں دیا۔ (الطراز المذہب، ج ۲، ص ۳۸۵: کبریت الاحمر، ص ۲۵۳۔)''

اور آپ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ کے ذریعہ یزید ملعون کے تمام ارادوں پر پانی پھیر دیا۔

یزید ملعون نے جو اشعار پڑھے وہ یہ ہیں:

اے کاش! اس وقت میرے قبیلہ کی بزرگ شخصیتیں موجود ہوتیں جو جنگ بدر میں ماری گئیں تھیں (جنگ احد) میں نیزے کی ضرب کی بنا پر قبیلہ خزرج کی آہ و بکا دیکھتے اور مجھے دعائیں دیتے۔

ہم نے ان کی بزرگوں کو قتل کر کے جنگ بدر میں اپنے بزرگوں کا بدلہ لیا ہے اور ہمارا حساب برابر ہو گیا ہے۔ بنی ہاشم نے حکومت کو اپنے مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا تھا' نہ آسمان سے کوئی خبر آئی ہے نہ وحی نازل ہوئی ہے۔ میں اگر آل محمدؐ سے انتقام نہ لوں تو خندف کی نسل سے نہیں ہوں۔

(احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۳۴ و ۳۵۔ لہوف، ص ۱۷۸: بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۱)''

خطبہ جناب زینبؑ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ علیٰ جدی سید المرسلین

صدق الله سبحانه کذالک یقول : ثم کان عاقبة الذین اسائوا
السو ان کذبو ابآیات الله و کانو بها یستهزون "(سورہ روم: آیت،۱۰۔)" اظننت
یا یزید حیت اخذت اقطار الارض وافاق السماء
فاصبحنا نساق کما تساق الاساری ان بنا علی الله هوانا
وبک علیه کرامة وان ذالک لعظم خطرک عنده،
فشمخت بانفک ونظرت فی عطفک جدلان مسرورا،
حیت رایت الدنیا لک مستوسقة والامور متسة وحین
صفالک ملکنا وسلطاننا؟ فمهلا مهلا! انسیت قول الله
عزوجل : ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لا
نفسهم انما لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین. (آل عمران: آیت۱۷۸۔)"
امن العدل یابن الطلقاء تخدیرک حرائرک وامائک و
سوقک بنات رسول الله سبایا ،قد هتکت ستورهن وابدیت
وجوههن ، تحدوا بهن الاعداء من بلد الی بلد ویستشرفهن
اهل المناهل والمناقل ویتصفح وجوههن القریب والبعید
والدنی والشریف لیس معهن من رجالهن ولی ولا من حماتهن
حمی و کیف یرتجی مراقبة ابن من لفظ فوه اکباد الازکیاء
ونبت لحمه من دماء الشهداء؟ وکیف لا یستبطافی بغضنا اهل
البیت من نظر الینا بالشف والشنان والاخن والاصغان ، ثم
یقول غیر متاثم ولا مستعظیم لا هلو واستهلو فرحاثم قالو ایا

منتحیا علیٰ ثنایا ابی عبداللہ ، سید شباب اهل الجنة تنکتهاٰ
بمخصرتک و کیف لا تقول ذلک وقد نکات القرحة
واستاصلت الشاقة ، باراقتک لدماء ذریة محمد صلی اللہ علیه
وآله وسلم و نجوم الارض من آل عبد المطلب وتهتف
باشیاخک زعمت انک تنادیهم فلتردن وشیکا موردهم ولتودن
انک شللت وبکمت ولم تکن قلت ماقلت و فعلت ما فعلت
اللهم خذلنا لحقنا و انتقم ممن ظلمنا واحلل غضبک بمن
سفک دمائنا وقتل حماتنا ، فواللہ ماٰ فریت الا جلدک ولا
جزرت الا لحمک ولتردن علیٰ اللہ بما تحملت من
سفک دماء ذریته وانتهکت من حرمته فی عترته ولحمته ،حیث
یجمع اللہ شملهم ویلم شعتهم ویاخذ بحقهم . ولا تحسبن الذین
قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون (آل عمران: آیت۱۶۹)''
حسبک باللہ حاکما و بمحمد صلی اللہ علیه وآله وسلم
خصیما و بجبرئیل ظهیرا! و سیعلم من سول لک و مکنک
رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا وایکم شرمکانا واضعف
جندا! ولئن جرت علی الدواهی مخاطبتک انی لا ستصغر
قدرتک و استعظم تقریعک واستکثر تو بیخک لکن العیون
عبری والصدور حری''

الا فالعجب كل العجب حزب الله النجاء بحزب الشيطان الطلقاء فهذه الا يدی تنطف من دمائنا والا فواه تتحلب من لحومنا وتلک الجثث الطواهر الزواکی تنتابها العواسل و تعفرها امهات الفراعل ولئن اتخذتنا مغنما لتجدنا وشیکا مغرما! حین لا تجد الا ما قدمت وما ربک بظلام للعبید ، فالیٰ الله المشتکی والیه المعول فکد کیدک واسع سعیک وناصب جهدک فوالله لا تمحو ذکرنا ولا تمیت وحینا ولاتدرک امدنا ولا ترحض عنک عرها وهل رایک الا فند وایامک الا عدو وکمعک الا بدو ، یوم ینادی المنادی الا لعنة الله علی الظالمین ، فالحمد الله رب العالمین، الذی ختم لاولنا باسعادة والمغفرة ولاخرنا بالشهادة و الرحمة ونسال الله ان یکمل لهم الثواب ویوجب لهم المزید ویحسبن علینا الخلافة انه رحیم ودود وحسبنا ونعم الوکیل

جناب زینبؑ نے ارشاد فرمایا:

”تعریف اللہ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا پروردگار ہے اور درود و سلام رسولؐ و اہل بیت رسولؐ پر۔ کتنی سچائی ہے خدا وند عالم کے اس ارشاد میں ”آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام بھی بہت برا ہوا، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔

”کیوں یزید! زمین و آسمان کے تمام راستے ہم پر بند کر کے اور خاندان نبوت کو عام قیدیوں کی طرح دردر پھرا کر تو نے یہ سمجھ لیا کہ خدا کی بارگاہ میں ہمارا جو مقام تھا اس میں کوئی کم آ گئی اور تو خود بڑا معزز بن گیا؟ پھر تو اس خام خیالی کا شکار ہے کہ وہ المیہ جس سے ہمیں تیرے ہاتھوں دو چار ہونا پڑا اس سے تیری وجاہت میں کچھ اضافہ ہو گیا اور شاید اس غلط فہمی کے باعث تیری ناک اور چڑھ گئی، اور غرور کے مارے تو اپنے کندھے اچکانے لگا؟ ہاں! یہ سوچ کر تو خوشی سے ہوا میں اڑ رہا ہے کہ تیری مستبدانہ حکومت کی حدیں بہت پھیل چکی ہیں اور تیری سلطنت کی نوکر شاہی بڑی مضبوط ہے“

”اور ہو سکتا ہے کہ تو یہ بھی سمجھ بیٹھا ہو کہ خالق عالم نے ہماری مملکت میں تجھے بغیر کسی خطرے کے پھیل پھیل کر اطمینان سے اپنا حکم چلانے اور من مانی کرنے کا موقعہ دیا ہے“

ٹھہر، یزید! ٹھہر، ایک سانسیں اور لے لو۔ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ دراصل تو رب ذوالجلال کے اس فیصلے کو بھلا بیٹھا ہے، کہ ”کفر کی راہ اختیار کرنے والے یہ نہ گمان کریں کہ جو انہیں مہلت دی جاتی ہے، وہ ان کے حق میں کوئی بہتری ہے ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب جبھر کر گناہ سمیٹ لیں۔ اس کے بعد ان کے واسطے سخت ذلت آمیز سزا اور رسوا کرنے والا عذاب ہے“

اے ہمارے آزاد کیے ہوؤں کے جائے! کیا یہی تیرا عدل ہے؟ اسی کو

انصاف کہتے ہیں؟ کہ تیری تو عورتیں اور کنیزیں تک پردے میں ہوں، اور نبی ؐ زادیوں کی چادریں چھین کر انہیں بے پردہ، سر برہنہ، ایک شہر سے دوسرے شہر، پھرایا جائے!"

ہاں! یزید! تو نے ہی ہمیں ان حالوں کو پہنچایا ہے۔ ہم بے وارثوں کا قافلہ جس جگہ پہنچتا ہے، جہاں سے کوچ کرتا ہے، وہاں تماشائیوں کا ہجوم لگ جاتا ہے ہر قسم کے لوگ، ہر طرح کے آدمی راہ راہ، منزل منزل، جوق در جوق دور اور نزدیک سے ہمیں دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کارواں کا نہ کوئی ساتھی ہے، نہ حمایتی، نہ دوست، نہ نگہبان"

"ہاں! مگر جس کا تعلق ہمارے بزرگوں کا کلیجہ چبانے والوں سے ہو اس سے کسی رو رعایت کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور جس کا گوشت، پوست ہمارے شہیدوں کے لہو سے اُگا ہو، بھلا اس کے دل میں ہمارے لیے کوئی نرم گوشہ کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے؟"

ہاں! ہاں! جو اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی دشمنی میں انگاروں پر لوٹ رہا ہو اس سے کب یہ امید باندھی جا سکتی ہے کہ وہ حقیقتوں کے بارے میں بھی ٹھنڈے دل سے غور بھی کرے گا؟"

"اے یزید! تو احساس جرم کے بغیر اور جس ڈھٹائی سے کہتا چلا جا رہا ہے کہ "اگر اس وقت میرے بزرگ مجھے دیکھتے تو کتنے شاد ہوتے، وہ شاباشی دیتے اور کہتے یزید! تیرے ہاتھوں و بازو کو نظر نہ لگے کہ تو نے محمدؐ کے گھرانے سے کیا خوب انتقام لیا ہے"

''یزید! تو جو کچھ کر رہا ہے اور جو کہتا چلا جا رہا ہے وہ تیری اندرونی کیفیت کا اظہار ہے! ذرا دیکھ تو سہی! بے ادب! اپنی چھڑی سے جس ہستی کے مقدس ہونٹوں کے ساتھ گستاخی کر رہا ہے، وہ جوانان جنت کا سردار ہے۔ تو نے محمدؐ کے پیاروں کا خون بہا کر اور عبدالمطلبؑ کے چاند تاروں کو خاک میں ملا کر اپنے سوکھے ہوئے زخموں کو پھر سے ہرا اور بھرے ہوئے گھاؤ کو کچھ اور گہرا کر دیا ہے! اور اس سے تو اپنے گذرے ہوؤں کو پکار رہا ہے! اپنے گڑے ہوئے مردوں کو آواز دے رہا ہے اور اس سے بے خبر کہ عنقریب تو خود بھی اسی گھاٹ اترنے والا ہے، جہاں وہ ہیں، اور جب تو اپنوں کے پاس پہنچ جائے گا تو پھر رہ رہ کر تیرا دل یہ چاہے گا، کہ کاش! نہ زبان میں سکت ہوتی اور نہ ہاتھوں میں جنبش تا کہ جو کہا ہے وہ نہ کہتا اور جو کیا ہے وہ نہ کرتا!''

''پروردگار! تو ان ظالموں سے ہمارا حق دلا دے اور ان ستمگروں سے ہمارے بدلے چکا دے۔ بارالہا! جن جفا شعاروں نے ہمارا لہو بہایا ہے اور ہمارے طرف داروں کو قتل کیا ہے، ان پر اپنا غضب نازل فرما''

''قسم بخدا! اے یزید! تو نے خود ہی اپنی کھال نوچی ہے! اور اپنے ہاتھوں سے گوشت پوست کو پارہ پارہ کیا ہے''

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ تجھے انتہائی ذلت وخواری کے عالم میں اللہ کے رسولؐ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تو نے نبیؐ کی ذریت کو خاک وخون میں غلطاں کیا ہے اور ان کی

عترت، ان کے پیاروں کو نشانہ ستم بنا کر ان کی حرمت زائل کی ہے!

یزید! جب تو اپنے سنگین جرائم کا بوجھ اٹھائے قیامت کے دن خدا کی عدالت میں پیش ہو گا، تو پھر دیکھنا کہ حشر کس عنوان سے ریاض رسالتؐ کے بکھرے ہوئے پھولوں کو اکٹھا کر کے ہر برگ گل کو آماجگاہ صد بہار قرار دیتا ہے اور وہ منصف حقیقی کس طرح جور و جفا کرنے والے باغیوں سے ہم کو حق دلاتا ہے!

اس پیدا کرنے والے کا ارشاد ہے ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو درحقیقت زندہ ہیں! اور اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں''

سن یزید! سن! تیرے لئے تو بس اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ بہت جلد خدا ذوالجلال فیصلہ دے گا۔ محمد مصطفیٰؐ مدعی ہوں گے اور جبرئیل امین ان کے حامی ہوں گے۔

''ہاں! جس نے تیرے لئے راستہ ہموار کیا اور تجھے مسلمانوں پر مسلط کیا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کی کیا سزا ہے اور یہ بھی جان لے گا کہ تم میں سے کون زیادہ بدتر اور کس کی فوج ناتواں ہے''

اے یزید! یہ تو زمانے کا انقلاب ہے کہ مجھے تجھ جیسے آدمی سے بات کرنے پر مجبور ہونا پڑا! لیکن میری نظروں میں تیری اتنی بھی وقعت نہیں ہے کہ میں تجھے سرزنش کروں یا تیری تحقیر کروں''

تجھ سے مخاطب ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ آنکھوں میں آنسو امنڈ رہے ہیں اور کلیجے سے آنچیں نکل رہی ہیں! کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ وہ خاصان خدا جنہیں اس نے عز و شرف دے کر سرفراز فرمایا، وہی فتح مکہ کے دن ہمارے آزاد کئے ہوئے شیطان صفت گروہ کے ہاتھوں تہی تیغ ہوں"

آہ! آہ! دشمن کی آستین سے ابھی ہمارے شہیدوں کا لہو ٹپک رہا ہے اور ان کے دہن سے آج بھی ہمارے گوشت کے ریشے نکل ہیں اور ان پاکیزہ لاشوں کے آس پاس درندے چل رہے ہیں۔

جس چیز کو آج تو مال غنیمت سمجھ رہا ہے کل وہی تیرے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی اور جو کچھ تو نے کیا ہے اسے دیکھ لے گا، خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے تو اپنے اعمال کی صورت میں جو بھیجے گا بس وہی پائے گا ہم اللہ کے سوا کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے پاس فریاد لے جاتے ہیں!

صرف اسی کی ذات کا بھروسہ ہے اور وہی سب کا مرکز اعتماد ہے"

اے یزید! تیرے پاس مکر و فریب کا جتنا ذخیرہ ہے اسے جی کھول کر کام میں لے آ، ہر طرح کی سعی و کوشش میں بھی کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا اپنی سیاسی جد و جہد کو مزید تیز کر دے اور ہاں ساری حسرتیں نکال دے تمام آروزوئیں پوری کر لے"

مگر اس کے باوجود تو، نہ تو ہماری شہرت کو کم کر سکتا ہے اور نہ ہی اس

موقف میں ہے کہ ہمیں جو مقبولیت حاصل ہے اسے متاثر کر سکے!
پھر یہ بھی تیرے بس میں نہیں کہ ہماری فکر کو پھیلنے اور ہمارے پیغام
کو نشر ہونے سے روک دے! نیز تو ہمارے مقصد کی گہرائی تک پہنچنے
اور غرض و غایت کی گہرائی کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے''
یزید! تیری فکر غلط ہے تیری رائے خام ہے! زندگی کے محض چند دن
باقی رہ گئے ہیں تیری بساط الٹنے والی ہے اور بہت جلد تیرے ساتھیوں
کا شیرازہ بکھرنے والا ہے''
اس کے علاوہ وہ دن قریب ہے جب منادی آواز دے گا ''ظالموں پر
خدا کی لعنت ہے''
حمد و سپاس اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے وہ رب الارباب
،جس نے ہمارے پیشرو بزرگوں کو انجام کار، خیر و سعادت کے خزانہ
عامرہ سے افتخار بخشا اور ہماری آخری شخصیتوں کو شہادت و رحمت
کی نعمت اعظمٰی سے سرفراز فرمایا''
اے پروردگار! ہمارے شہداء کے ثواب کو کمال فرما، ان کے اجر کو
فراوان، اوران کے وارثوں اور جانشینوں کو اپنے حسن و کرم سے
بہرہ مند فرمائے۔ یقیناً وہ بڑا مشفق اور حد درجہ مہربان ہے۔ ہمارے
لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۳۔۱۳۵: احتجاج
طبرسی، ج ۲، ص ۳۴۴ و ۳۴۶: لہوف: ص ۱۸۱، نفس المہموم، ص ۲۵۳: الطراز المذہب، ص ۳۸۶۔۳۸۸۔ بلاغات النساء، ص ۲۱۔)''

ہر شخص یادِ حسینؑ میں

ابی مخنف نقل کرتے ہیں:

ذکر امام حسین علیہ السلام فراگیر تھا، ہر شخص امام حسینؑ کی یاد میں ڈوبا ہوا تھا، امام حسینؑ سے لوگوں کا دل موڑنے کے لیے یزید ملعون نے قرآن کے چند حصے لئے اور مسجد میں تقسیم کروا دیا، تاکہ عوام آیات قرآن پڑھنے کی وجہ سے امام حسینؑ اور انصار حسینؑ کو فراموش کردیں، لیکن کوئی چیز یاد حسینؑ سے مانع نہ ہوسکی۔ (ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۱۹۸؛ نفس المہموم، ص ۲۶۲۔ تذکرۃ الشہداء ج ۱، ص ۴۳۰۔)''

یزید لعین نے حکم دیا کہ شہداء کے سروں کو دمشق کے دارالامارہ کی بلندی پر لٹکایا جائے اور سید الشہداء امام حسینؑ کے سر کو چالیس دن تک دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر لٹکایا جائے، لیکن جناب زینبؑ اور امام زین العابدینؑ کے خطبے نے یزیدیوں کے دل میں ایسا رعب و دبدبہ پیدا کردیا کہ فوراً! یزید ملعون نے حکم دیا کہ شہداء کے سروں کو احترام کے ساتھ جمع کرکے قصر میں لے جائیں۔

(معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۸۱۔)''

جناب سکینہؑ زندان شام میں

لہوف میں روایت ہے کہ جناب زینبؑ کے خطبے کے بعد دربار یزید درہم برہم ہوگیا اور حاضرین کو حقیقت کا علم ہوا، لوگوں نے جناب زینبؑ کے بیان کا تجزیہ و تحلیل شروع کردیا، انہیں اپنی گمراہی کا احساس ہوا، اس وجہ سے یزید ملعون نے اہل بیتؑ کو قید کرنے کا حکم دیا۔ (لہوف، ص ۲۰۷۔)''

مرحوم صدوق نے روایت کی ہے کہ اہل بیتؑ کو اس طرح قید کردیا گیا تھا کہ نہ وہ کہیں جاسکتے تھے اور نہ کوئی ان سے ملنے آسکتا تھا۔

شیخ صدوق لکھتے ہیں:

ان يزيد امر بنساء الحسين ، فجس مع علي بن الحسين في محبس لا يكنهم من حر ولا قر، حتى تقشرت وجوههن

''یزید ملعون نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو قید کر دیا جائے، انہیں ایسی جگہ قید کیا گیا جہاں دن کو دھوپ پڑتی اور رات کو اوس جس کی وجہ سے اہل بیتؑ کے چہروں کی جلد پھٹ گئی تھی۔ (امالی صدوق، مجلس ۲۱۔)''

مشہور یہی ہے کہ جناب سکینہؑ اسی قید خانے میں شہید ہوئیں۔ اہل بیتؑ کے قید کی مدت کے بارے میں بھی مورخین میں اختلاف ہے۔ اس قید خانے میں اہل بیتؑ کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

جب ہمیں شام کے قید خانے میں قید کر دیا گیا وہاں بھی ہم پر ہر طرح کی مصیبتیں روا رکھی گئی' اشقیاء اہلبیتؑ کو کافی غذا نہیں دیتے تھے جس کی وجہ سے بچے بھوکے رہتے تھے اور وہ ہمیشہ جناب زینبؑ سے روٹی اور پانی کا مطالبہ کرتے تھے، یہاں تک کہ شام کی عورتیں اہل بیتؑ کے بچوں کے لیے کھانا لے کر آتی تھیں۔ (ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۱۹۱، ۱۸۲، ۱۸۷ سے اقتباس۔)''

روایت ہے کہ قید خانہ شام کی حالت کچھ اس طرح تھی کہ مدتوں سے صفائی نہیں کی گئی تھی زہریلے جانور جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے چھوٹے بچے اپنی ماؤں کی گودوں میں چمٹ جاتے تھے (تحفۃ الذاکرین، ص ۲۲۱)''

جب جناب سکینہؑ نے منزل خرابہ زندان دیکھا تو ان کا دل بہت آرزودہ ہوا، نہ فرش، نہ پانی، نہ چراغ، نہ کھانا، دن کو سورج کی دھوپ اور رات کو گریہ وزاری کہیں سے سکون نہ تھا۔ دکھ ہی دکھ تھا۔ ایک رات بابا کی زیارت کو دل اسقدر مجبور ہوا کہ سر کو زانو مبارک پر رکھا اور بابا کے فراق میں رونا شروع کر دیا اور یہ فرمایا:

بازارِ شام شنیدم دشنامہا شنیدم
دشوار ترندیدم از این خرابہ جائی
این دختران شامی سرگزارند
بالین من شدہ خشت غافل چرا زمانی
بودی ہمیشہ جایم در دامن روی تو
از تو ندیدہ بودم اینگو نہ بےوفائی

''بابا شام کے بازار دیکھے، ہمیں گالیاں دیں گئیں وہ سنیں۔اس زندان سے پریشان کُن اور کوئی مقام تھا؟ شامی لڑکیوں کے سروں کے نیچے تکیے ہیں اور میں سر کے نیچے اینٹ رکھتی ہوں۔اس قدر زمانہ غافل ہے۔ہمیشہ میری جگہ آپ کے دامن میں ہوتی تھی۔''' (مدینہ سے مدینہ تک، ص ۵۴۳)''

یزید ملعون اہل بیتؑ کیلئے غذا نہیں بھیجتا تھا اور اگر بھیجتا بھی تھا تو وہ (اہل بیتؑ) اس غذا کو کھاتے نہیں تھے۔(مقتل مقرم، ج ۲، ص ۱۸۷۔)''

منہال کہتا ہے کہ حضرت سجادؑ نے فرمایا:

''ہماری خواتین نے تا حال سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور بھوک سے (نڈھال) ہیں''

قید خانہ شام ایک قبر

اہل حرم کو زندان شام میں قید کر دیا گیا تھا تو یہ قید خانہ اسقدر سیاہ تھا۔کسی کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔جناب سکینہؑ نے غور سے اپنی پھوپھی کو دیکھا اور ان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر فرمایا: پھوپھی اماں! کیا یہی قبر ہے کیا اسی کو قبر کہتے ہیں؟ کیا ہمیں ظالموں نے اتنے ظلموں کے بعد اندھیرے میں دفن کر دیا؟۔اور پھر جناب سکینہؑ اپنی پھوپھی کا چہرہ ڈھونڈنے لگیں۔جناب زینبؑ نے فرمایا: بیٹی! کہاں

جارہی ہو؟ جناب سکینہؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں! بابا اور چچا کو ڈھونڈ رہی ہوں شاید وہ بھی یہاں ہوں۔

جناب ربابؑ نے کہا: بی بی! دیکھو تم نے بابا سے وعدہ کیا تھا کہ اسیری کو قبول کروگی آ جاؤ میری گود میں لیٹ جاؤ دیکھو تمہیں چوٹ بھی لگ سکتی ہے۔ جناب سکینہؑ نے فرمایا: ہاں اماں! لیکن یاد ہے ایک دن گھر میں چراغ بجھ گیا تھا تو میں اسقدر روئی تھی کہ بابا اور چچا آ گئے اور مجھے پیار کیا، چچا جان مجھے گودی میں اٹھا کر حجرے سے باہر لے گئے تھے جب آپ نے چراغ کو دوبارہ روشن کیا تھا تب چچا مجھے حجرے کے اندر لیکر آئے تھے۔ اس کے بعد جناب سکینہؑ جناب زینبؑ کی گود میں بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں: پھوپھی اماں! بابا اور چچا کی باتیں سناؤ شاید دل بہل جائے۔ جناب سکینہؑ کو بہلانے کے لیے جناب مسلمؑ، امام حسنؑ، اور جناب عباسؑ کی بیٹیاں آپ کے پاس بیٹھ گئیں۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۱۳ مرحوم منصور الحسن رضوی)''

جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ کی گفتگو

(جناب سکینہؑ فرماتی ہیں) ہمیں ایسے قید خانہ میں بند کیا گیا جہاں ہمارا دم گھٹتا تھا ایک طرف میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی تو دوسری طرف باقرؑ رو رہا تھا۔ ہم نے دربانو سے کہا کہ دروازہ کھولو! لیکن انہوں نے ہماری ایک نہ مانی۔ میں اپنے بابا اور چچا جان کو پکارتی تھی صرف ان کی آوازیں آتی تھیں لیکن وہ دکھائی نہیں دیتے تھے۔

ایک دن میں رو رہی تھی کہ پھوپھی زینبؑ نے کہا: بیٹی سکینہؑ! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے بیٹی دربدری سے بہتر تو یہی جگہ ہے کیا تم چاہتی ہو کہ ہم بازاروں میں پھرائے جائیں؟ یہ سن کر میں دل میں سوچنے لگی کہ پھوپھی اماں! تو سچ کہہ رہی ہیں۔ میں نے کہا: نہیں پھوپھی اماں! میں نہیں چاہتی کہ دوبارہ بازاروں میں پھرائے جائیں۔ یہ سن کر پھوپھی اماں نے مجھے بوسہ دیا اور کہا: میری گود میں سو جاؤ۔ اس

کے بعد میں پھوپھی اماں کی گود میں لیٹ گئی۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۲۱۔)''

اہل حرم کو دلاسہ دینا

جناب سکینہؑ قید خانہ میں اہل حرم کو دلاسہ دیتی تھیں اگر ان کی ماں کے رونے آواز ان تک پہنچ جاتی تھی تو فوراً اپنی ماں کے قریب جا کر ان سے کہتیں؛ اماں! اصغرؑ کو نہ روو وہ تو راہ خدا میں قربان ہوا ہے۔ اگر جناب زینبؑ روتی تھیں تو ان سے رو کر کہتیں؛ پھوپھی! بابا کو نہ روو وہ بھی راہ خدا میں قربان ہوئے ہیں۔ جب بھی کسی کے رونے کی آواز شہزادی تک پہنچ جاتی تھی تو بی بی اٹھ کر فوراً دلاسہ دیا کرتی تھیں۔ یعنی آپ کا چھوٹا سا دل تو زخموں سے چور چور ہو چکا تھا لیکن آپ کسی دوسرے کو روتا دیکھ نہیں سکتی تھیں اور اپنی مصیبت بھول کر اس کی مصیبت میں شریک ہو جاتی تھیں۔

پرندوں کو دیکھ کر رہائی کی تمنا کرنا

روایت ہے کہ اہل بیتؑ کو ایسے قید خانہ میں قید کیا گیا تھا جس کی چھت کھولی ہوئی تھی اس طرح جب شام میں شام ہوتی تھی تو پرندے گذرتے تھے اور اس کھولی چھت کے نیچے جناب سکینہؑ بیٹھ کر ان پرندوں کو دیکھا کرتی تھیں۔

ایک دن شہزادی سکینہؑ نے ان اڑتے پرندوں کو دیکھ کر اپنی پھوپھی سے سوال کیا: پھوپھی اماں! یہ پرندے روز شام کو کہاں جاتے ہیں: جناب زینبؑ نے فرمایا: میری بچی! یہ دن بھر غذا کھا کر اور سیر کر کے شام کو اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ جناب سکینہؑ نے جب یہ سنا تو پوچھا: پھوپھی اماں! کیا ہمارا گھر نہیں ہے۔ بی بی زینبؑ نے فرمایا: بیٹی! کیوں نہیں ہمارا گھر مدینہ میں ہے۔ جناب سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! کیا سکینہؑ بھی ان پرندوں کی طرح اپنے گھر جائے گی؟

اس سوال پر جناب زینبؑ نے گردن اقدس کو جھکا لیا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اہل بیتؑ میں سے

سوائے جناب سکینہؑ کے رہائی پا کر گھر جائیں گے اور جناب سکینہؑ کا گھر یہی قید خانہ ہوگا۔

دوسری روایت کے مطابق جب اولاد رسولؐ اور ذریت بتولؑ کو شام کے خرابے میں ٹھہرایا گیا تو یہ ستم زدہ اور داغ دیدہ غریب صبح و شام اپنے شہداء کے لئے نالہ و بکا کرتے رہتے تھے۔ جب عصر کا وقت ہوتا تھا تو کم سن بچے اس زندان کے دروازے میں کھڑے ہو کر دیکھتے کہ شام کے لوگ خوش وخرم اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑے خورد و نوش اشیاء لئے گھروں کو جا رہے ہیں۔

اہل بیتؑ کے بچے (یہ صورت حال دیکھ کر) شکستہ پرندوں کی طرح (تڑپتے ہوئے) پھوپھی کا دامن پکڑ کر کہتے۔ اے پھوپھی اماں! ہمارا گھر نہیں ہے؟ ہمارے بابا نہیں ہیں؟!!

بی بی فرماتیں: کیوں نہیں میرے نور چشم! تمہارے گھر مدینۃ النبیؐ میں ہیں اور تمہارے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ (سردار کربلا ص ۷۵۹۔ داستان غم انگیز حضرت رقیہؑ ص ۴۰۔)'' ان بچوں میں امام حسینؑ کی ننھی بچی جناب سکینہؑ بھی تھیں۔

روایت میں ہے کہ جب جناب سکینہؑ قید شام میں اپنے بابا کو روتے روتے انتقال کر گئیں تو جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اس بیتابی سے گریہ وزاری کی کہ کبھی قید خانہ میں اس طرح بے چین ہو کے نہیں روئی تھیں جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے پوچھا اے بہن! میں آپؑ کو اسقدر بے چین قید خانہ میں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جناب زینبؑ نے فرمایا: میرا رونا اس کی مظلومی اور خردسالی پر ہے کہ اس کم سنی میں اس نے کیا کیا مصائب اٹھائے باپ اور بھائی کو روئی، قید ہوئی، یہاں تک کہ زندان ہی میں دنیا سے گزر گئی اور سب سے زیادہ یہ وجہ ہے کہ کل یہ یتیم در زندان پر کھڑی رو رہی تھی کہ دفعتہً دوڑی دوڑی آئی اور مجھ سے لپٹ کر کہنے لگی اے پھوپھی جتنے لوگ اس رہ سے گذرے سب کے بچوں کو ان کے باپ کے ساتھ دیکھا کسی کو اپنی طرح قیدی اور مصیبت زدہ نہ پایا پس اے ام کلثومؑ! میرے دل سے وہ بات اس بچی کی کسی طرح نہیں بھولتی جب یاد کرتی ہوں دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ (زندگانی شہزادی ام کلثومؑ ص

جناب سکینہؑ کا قید خانہ شام میں خواب

روایت ہے کہ امام حسینؑ کی لاڈلی بیٹی جناب سکینہؑ نے شام میں آنے کے بعد چوتھے روز خواب دیکھا۔ یہ خواب بہت طویل ہے یہاں پر ہم اس کے آخری حصے کو بیان کرتے ہیں جناب سکینہؑ فرماتی ہیں:

میں نے خواب میں حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، اور حضرت رسول خداؐ کو دیکھا پھر یہ میں نے نور کے پانچ ھودج دیکھے ہر ھودج کے درمیان ایک خاتون تھی۔ وہ میری طرف آئی پہلی حضرت حواؑ، دوسری حضرت آسیہؑ، تیسری حضرت مریمؑ، چوتھی حضرت خدیجہؑ تھیں۔ اچانک میری نگاہ پانچویں خاتون پر پڑی میں نے دیکھا کہ اس بی بی کا ہاتھ سر پر ہے اور گرتی اٹھتی میری طرف بڑھ رہی ہے میں نے کہا کہ بی بی آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ میں تمہاری دادی فاطمہ زہراؑ بنت محمدؐ ہوں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا خدا کی قسم! جو مصائب کے پہاڑ ہم پر ٹوٹے اور ہمیں رسن وبستہ اسیر کر کے درباروں میں پھرایا گیا۔ ہمیں قید کی اذیت سے گزارا گیا۔ میں اپنے درد دل کھول کر دادی زہراؑ سے بیان کروں گی کہ آپ کے بابا کی امت نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ میں دادی زہراؑ کے قریب گئی اور آپ کے برابر کھڑی ہوگئی۔

میں نے روتی آنکھوں اور زخمی دل سے اپنا حال بیان کیا:

یا امتاہ جحدوا واللہ حقنا یا امتاہ! بددوا واللہ شملنا یامتاہ!

استباحوا واللہ حریمنایاً امتاہ تلوا واللہ الحسین ابانا

اے اماں! خدا کی قسم انہوں نے ہمارے حق کا انکار کیا۔

اے اماں! خدا کی قسم! انہوں نے ہماری جمعیت کو پراگندہ کیا۔

اے اماں! خدا کی قسم! انہوں نے ہماری حرمت کو مباح سمجھا۔

اے اماں! خدا کی قسم! انہوں نے ہمارے والد حسینؑ کو قتل کیا۔

جب دادی زہراؑ نے میری مصیبت بھری باتوں کو سنا تو آپ تڑپ گئیں اور آپ نے فرمایا

لاکفی صوتک یا سکینة فقد اقرحت کبدی و قطعت نیات قلبی

هذا قمیص ابیک الحسین معی لا یفارقنی حتیٰ القی الله به

اے میری سکینہؑ! بیٹی اس سے آگے اور کچھ مت کہو کہ مجھ سے تمہاری غم بھری باتیں سنی نہیں جارہی۔ تیری غم بھری باتوں نے میرے جگر کو جو پہلے ہی چھلنی ہے اور چھلنی کر دیا ہے اور میرے دل کی رگوں کو کاٹ دیا ہے۔ یہ تمہارے شہید بابا حسینؑ کی قمیص ہے، یہ مجھ سے جدا نہ ہوگی یہاں تک کہ میں روز قیامت خداوند کریم سے ملاقات کروں گی''

جناب سکینہؑ بیدار ہوئیں اور آپ نے اپنا خواب اپنے تمام گھر والوں سے بیان کیا۔ یہ پریشان حال خواب سن کر سب کے زخم تازہ ہو گئے اور سب نے بلند آواز سے گریہ کیا۔ (سوگ نامہ آل محمدؐ ص ۶۲۹: نفس المہموم، ص ۲۵۹: جلاء العیون، ج ۲، ص ۶۱۸: سردار کربلا ص ۵۲۷: لہوف، ص ۱۸۸۔ مثیر الاحزان، ص ۱۰۴، بحار الانوار، ۱۴۵، ۱۴۰۔)''

جناب عباسؑ کے گھوڑے کی وفاداری

صاحب حدیقۃ الاحزان لکھتے ہیں کہ جناب عباسؑ کی شہادت کے بعد عمر بن سعد ملعون نے آواز دی'' خذوہ و اقبجوہ'' حضرتؑ کے گھوڑے کو پکڑ کر اپنے قبضہ میں کرلو۔ چنانچہ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ پھر یہاں سے واپس لے جا کر یزید ملعون کے پاس ہدیہ بھیج دیا۔ وہ ملعون بہت خوش ہوا

۔یزید ملعون نے چاہا کہ سواری کرے مگر اس گھوڑے نے سواری نہ دی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس جانور کو میرے ''اصطبل'' میں رکھا جائے۔ چنانچہ وہ وہاں رہا اور کبھی کبھی برآمد کیا جاتا رہ۔ بروایت عین البکاء ایک دن یزید ملعون کی سواری قید خانہ کی طرف سے گزری' جناب سکینہ سلام اللہ علیہا نے اسے (جناب عباسؑ کے گھوڑے کو) پہنچان لیا۔ اور اسے پکارا وہ گھوڑا جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے قریب جا پہنچا۔ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا اپنے چچا جان کو یاد کر کے رونے گیں۔ بالآخر اسی غم اس گھوڑے نے دانہ پانی چھوڑ دیا اور یزید ملعون کے اصطبل میں وفات پا گیا۔ (تلخیص المصیبۃ، ص ۲۶۵)''۔

شام میں زلزلہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ شام میں زلزلہ آیا زلزلہ اس قدر شدید تھا کہ اس سے یزید ملعون کا محل بھی ہلنے لگا اور وہ ملعون گھبرا کر باہر آ گیا اور اپنے برابر میں کھڑے آدمی سے پوچھا: کہ یہ ماجرا ہے یہ زلزلہ اچانک کیسے آ گیا؟ اس آدمی نے کہا: اے یزید! جہاں تک میرا خیال ہے تو تم نے اہل بیتؑ کو قید کیا ہے انہیں رہائی دے دو اگر دیر کر دی تو عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگا، یزید ملعون نے اس سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے تم نے زلزلہ کو کیسا پایا ہے کہ یہ کیوں آیا ہے؟ اس آدمی نے کہا: میں نے دیکھا ایک بچی ہے جو قید خانہ کی دیوار سے اپنا سر ٹکرا رہی ہے اور بابا! بابا! پکار رہی ہے اور جیسے جیسے وہ سر ٹکرا رہی ہے ویسے زمین بھی ہلتی جا رہی ہے۔

یزید ملعون کی بیٹی رملا سے ملاقات

روایت ہے کہ ایک دن زندان بان نے آواز دی کہ قیدیوں! استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ ہند زوجہ یزید تمہاری خبر گیری کے لئے تشریف لا رہی ہیں۔ جناب زینبؑ سر اقدس کو جھکا کر اہل حرم کے

درمیان بیٹھ گئیں۔

درِ زندان کھلا، دیکھا کہ ہند خواصوں کے ساتھ بڑی شان سے چلی آ رہی ہے اندر آ کر سب کے چہروں کو غور سے تکنے لگی جیسے کسی کو تلاش کر رہی ہو۔ جب جناب زینبؑ نہ دکھائی دیں تو سید سجادؑ بیمار سے حال پوچھنے، بولی تمہاری حالت بہت نازک ہے قریب المرگ معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری دوا اور غذا کا بندوبست کر دوں گی۔ سید سجادؑ نے یہ سن کر ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا ابھی چالیس برس زندہ رہنا ہے۔ میری مصیبت بازندگی ابھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

رملہ جو یزید ملعون کی بیٹی تھی ہند کے ہمراہ تھی جس کی عمر قریب پانچ سال تھی اس نے جناب سکینہؑ کو اپنی ہم عمر دیکھا تو آ کر جناب سکینہؑ کے پاس بیٹھ گئی جناب سکینہؑ زمین پر بیٹھی ہوئیں نام ''حسینؑ'' لکھتی جاتیں اور روتی جاتی تھیں۔ جب رملہ نے دیکھا کہ میری طرف کوئی توجہ نہیں ہے تو خود حال پوچھنے لگی جب جواب نہ ملا تو کرتے کا دامن پکڑ کر پوچھا: تمہارے کپڑے تو بالکل بوسیدہ ہو گئے ہیں اور جگہ جگہ سے پھٹ رہے ہیں۔ جناب سکینہؑ نے رو کر جواب دیا: یتیموں کا کُرتہ اس طرح پھٹا رہتا ہے یہ بے وارث بچوں کی نشانی ہے۔ میرے بابا شہید کر دیئے گئے میرا پورا کنبہ تاراج کر دیا گیا۔ ہائے میرے چاہنے والے چچا بھی شہید ہو گئے یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگی۔ (تحفۃ الذاکرین، ص ۲۲۴۔)''

دوسری روایت

دوسری روایت ہے کہ ہند زندان میں اپنے بیٹی رملہ کے ہمراہ آئی۔ رملہ نے تمام بیبیوں کو بغور دیکھا سوائے جناب سکینہؑ کے کسی کو اپنا ہم سن نہ پایا۔ انہی کے قریب آ بیٹھی اور پوچھنے لگی:

اے بہن! تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟

جناب سکینہؑ نے آہ سرد کھینچی اور فرمایا: ہم یثرب سے آئے ہیں۔ اے بہن تو جو ہمارے نام و نشان کی

طالب ہے پہلے یہ بتا:

هل تعرفين محمداً

کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتی ہے؟

رملہ نے کہا: کیونکہ نہیں پہنچانتی وہ ہمارے پیغمبر آخرالزماںؐ ہیں“

جناب سکینہؑ نے فرمایا: جناب فاطمہؑ سے بھی واقف ہے؟

رملہ نے کہا: کیونکہ نہیں جانتی؟ وہ ہمارے پیغمبرؐ کی صاحبزادی ہیں۔

جناب سکینہؑ نے فرمایا: کیا تو جناب علیؑ ابن ابیطالبؑ کو بھی جانتی ہے؟

رملہ نے کہا: کیونکرنہیں جانتی کہ وہ برادر رسولؐ اور زوج بتولؑ ہیں۔

قالت اتعرفين حسين بن علی

پھر پوچھا: کیا تم حسینؑ ابن علیؑ سے بھی مطلع ہے؟

رملہ نے کہا: کیونکرنہیں جانتی کہ وہ جناب فرزند رسولؐ اور دلبند بتولؑ ہیں۔

جناب سکینہؑ نے فرمایا: فاطمہؑ اور سکینہؑ دختران حسینؑ سے بھی واقف ہے؟

رملہ نے کہا: ان کے نام میں نے سنے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ امام حسینؑ سکینہؑ سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہ سن کر جناب سکینہؑ رونے لگیں:

وقالت اختی انا سکینة بنت الحسینؑ

اور فرمایا: بہن! وہ لاڈلی بیٹی اپنے بابا کے سینے پر سونے والی سکینہؑ میرا ہی نام ہے آہ تیرے باپ نے میرے پدر غریب کو قتل کیا اور ہمیں قید کر کے شتران بے کجاوہ پر کربلا سے شام میں بلوائے عام میں اس طرح لائے ہیں کہ نہ بی بی کے سر پر چادر ہے نہ کسی بچی کے سر پر اوڑھنی ہے۔

رملہ یہ سنتے ہی بیقرار ہوگئی اور روکر کہنے لگی: اے بہن! تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو کہو کہ حاضر

کر دوں۔ جناب سکینہؑ نے فرمایا: اے بہن! مجھے کوئی حاجت نہیں سوائے اس کے کہ اپنے بابا کے سر اقدس کی زیارت کی مشتاق ہوں میں چاہتی ہوں کہ بابا کی خوشبو سونگھوں۔ ان کے کٹے ہوئے سر کو سینہ سے لگاؤں۔ اس نے کہا: میں ابھی لاتی ہوں رملہ خولی کے پاس گئی اور اس سے امامؑ کا سر اقدس مانگا اس نے انکار کیا اور کہا: صندوق میں منتقل ہے اور تیرے باپ نے منع کیا ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں نہ کھولوں۔ رملہ نے یزید ملعون کے سر کی قسم کھائی کہ اگر نہ دے گا تو تیری شکایت اپنے باپ سے کروں گی وہ ملعون قسم سے خائف ہوا کیونکہ جانتا تھا کہ رملہ اپنے باپ کے سر کی قسم نہیں کھاتی اور یزید ملعون اسے بہت دوست رکھتا ہے۔ ناچارہ وہ شقی اٹھا اور صندوق کھول کر پتوں میں لپٹا ہوا سر نکال کر رملہ کے حوالہ کیا۔ رملہ وہ سر کر آئی اور جناب سکینہؑ کو دیا وہ صاحبزادی جناب زینبؑ کی خدمت میں وہ سر لائیں اور عرض کیا: آپ دیکھیں میرے پدر مظلوم کا سر یہی ہے؟ جب جناب زینبؑ نے کھولا تو پہچان کر فرمایا: بیٹی! یہ آپ کے بابا کا سر نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے ناصر و محبؓ حبیب ابن مظاہرؓ کا سر ہے پھر اس کو زمین پر رکھ دیا اور کمال بیقراری سے رونا شروع کیا اور سب بیبیاں حلقہ باندھ کر باآواز بلند رونے لگیں۔ جب رونے سے افاقہ ہوا تو جناب سکینہؑ نے حبیب ابن مظاہرؓ کا سر رملہ کے حوالہ کیا اور فرمایا: یہ میرے بابا کا سر نہیں ہے۔ رملہ خولی ملعون کے پاس آئی اور کہا: اے دشمن خدا! تو نے مجھ سے مکاری کی اور امام حسینؑ کے سر کے بدلے حبیبؓ کا سر دے دیا؟ اب اگر امام حسینؑ کا سر نہ دے گا ضرور میں تیری شکایت کروں گی۔ رملہ نے اپنے قول پر قسم کھالی خولی ملعون نے دوسرا سر پتوں سے لپٹا اسے دیا اور قسم کھالی کہ یہ امام حسینؑ کا سر ہے جب جناب سکینہؑ نے جناب زینبؑ کو دکھایا تو معلوم ہوا کہ یہ سر شہزادہ قاسمؑ کا ہے اس پر بیبیوں نے خوب گریہ و ماتم کیا پھر رملہ خولی ملعون کے پاس غضبناک آئی اور کہا: او مکار! تو نے دوبارہ دھوکہ دیا وہ شقی کہنے لگا: اے میری سردارزادی! حسینؑ کا سر یزید کے دیکھے بغیر نہیں کھول سکتا مجھے اس سے انعام لینا ہے۔ رملہ نہ خوش ہوئی اور کہا: اے لعین! میں ابھی جاتی ہوں اور تیرے ظلم و مکر کی شکایت

کرتی ہوں۔ رملہ کے اس کلام سے خولی ملعون بہت ڈرا اور صندوق سے سر نکال کر بہت قسمیں کھائیں کہ یہ سر حسینؑ کا ہے جب جناب زینبؑ نے سر مبارک کو ہاتھ میں اٹھایا اور پہچانا تو جناب عباسؑ کا سر مبارک تھا جناب سکینہؑ نے جناب عباسؑ کا نام سنتے ہی سر کو سینے سے لگایا اور بہت روئیں بیبیوں نے بہت ماتم کیا اور پھر اسی طرح سر مبارک جناب علی اکبرؑ آیا تب رملہ کو جناب سکینہؑ سے بہت ندامت ہوئی اور بکمال طیش میں خولی ملعون سے کہا: اب مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں ہے اپنے باپ سے امامؑ کا سر مانگوں گی اور تیرے قتل کی خواہش کروں گی۔ یہ کہہ کر اس کے قریب سے چلی تب تو خولی ملعون کو بہت ڈر لگا اور رملہ کے پاؤں پر گر گیا اور قسم کھائی کہ اب خلاف ورزی نہ کروں گا پس صندوق سے ایک سر منور نکال کر دیا۔ رملہ وہ سر اقدس جناب سکینہؑ کے پاس لائی اور کہا: بلاشبہ یہی امامؑ کا سر ہے دیکھو جبین مبارک سے نور ساطع ہے اور مشک و کافور سے بہتر خوشبو آرہی ہے۔ جب جناب زینبؑ نے پہچانا کہ یہ سر امام حسینؑ کا ہے تو اپنا منہ پیٹ لیا اور پیٹتے پیٹتے بے ہوش ہو گئیں جب افاقہ ہوا تو کہا: ہائے سکینہؑ یہی تیرے مظلوم بابا کا سر ہے۔ جناب سکینہؑ ہائے بابا ہائے بابا کہہ کر دوڑیں اور اس سر اقدس کو اپنے سینے سے لگا کر سوکھے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے پھر کھڑے ہو کر چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر و سینہ پیٹنے لگیں اور سب بیبیاں حلقہ باندھ کر اس سر انور کو بیچ میں رکھ کر خوب روئیں خصوصاً جناب زینبؑ ایسی سینہ زنی کرتی تھیں کہ غش پر غش آنے لگے۔ (بحور الغمہ ،ص ۶۸۹۔)''

ہند کی آمد پر تفصیلی روایت

دمشق میں صبح ہوئی تو دربانوں نے قید خانہ میں ہند کی آمد کی خبر دی۔ جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ سے فرمایا: بیٹی! ہند زن یزید آرہی ہے اس کے سامنے بابا (حسینؑ) کا نام مت لینا اور دیکھو صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ جناب سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! زن یزید سے ہمارا کیا کام؟ وہ

یہاں آ کر کیا کرے گی، کیا ہمیں پہچانتی ہے؟ شہزادی زینبؑ نے فرمایا: سکینہؑ بیٹی! ہمارے اپنے گھر میں ایک سال کام کر کے گھر گئی ہے۔ پس اس کے سامنے بابا کا نام مت لینا۔ جناب سکینہؑ نے معصومیت سے کہا: پھوپھی اماں کیوں؟ کیا وہ ہم پر رحم کھائے گی، کیا وہ مجھے بابا سے ملائے گی؟ پھوپھی اماں! میں نے کب سے بابا اور چچا جان کو نہیں دیکھا حاکم شام سے سفارش کر کے بابا کا سر لے آئے۔ جناب زینبؑ نے پیار کیا اور سینے سے لگایا۔ جناب سکینہؑ نے رو کر کہا: پھوپھی اماں! مجھے بابا اور چچا کی آنکھیں یاد آتی ہیں جو ہر وقت مجھ پر ٹھہرے رہتی تھیں اب تو وہ مجھے پیار بھی کرتے۔ جناب سکینہؑ نے اپنی مادر گرامی جناب ربابؑ سے کہا: اے اماں! تم ہی بتاؤ میں کیسے جیوں؟ جناب ربابؑ نے کہا: بیٹی بس نہ رو۔ کہ اتنے میں جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ کو سینے سے لگا لیا اور کہا: بیٹی صبر کرو۔ کہ اتنے میں دروازہ کھولا اور دیکھا کہ ہند بڑی شان وشوکت کے ساتھ کنیزوں کے ہمراہ آئی ہے۔ ہند نے اپنی کنیزوں سے کہا: کچھ اور مشعلیں لے کر آؤ اس اندھیرے میں کیسے بات ہوگی؟ یزید ملعون نے حکم دے رکھا تھا کہ قید خانہ میں زیادہ روشنی نہ ہو (یزید ملعون نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ ہند اہل بیتؑ کے چہروں کو اچھی طرح پہچان نہ سکے) اس لئے کنیزوں نے بھی وہی جواب دیا تو ہند نے کہا: تم لے کر آؤ یہ میرا حکم ہے۔ وہ ساری کی ساری مشعلیں لینے چلی گئیں۔

ہند نے قیدیوں سے کہا: السلام وعلیکم یا اہل مدینہ! لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ جواب نہ پا کر ہند نے کہا: ارے تم کون لوگ ہو جو سلام کا جواب بھی نہیں دیتے؟ پھر بھی کوئی جواب نہیں آیا، ہند نے کہا شاید تم سب میں طاقت نہیں رہی ہے۔ پھر اپنی کنیزوں کو آواز دی کہ مشعلیں لے کر آئیں، چند لمحوں کے بعد خود ہی مشعلیں لے کر آئی اور کہا: اے اہل مدینہ! جب تم مدینہ سے چلے تھے تو میرے آقا حسینؑ کیسے تھے؟ ان کی کچھ خبر دو مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو چھڑوانے کیلئے آ رہیں ہوں گے۔ جناب سکینہؑ نے جب یہ سنا تو آہ کھینچ کر خود پر قابو پا لیا اور خاموش رہیں۔ اس کے بعد ہند امام سجادؑ کے پاس آئی اور کہا: تم بیمار لگتے ہو

میں تمہاری غذا کا بندبست کردوں گی لیکن میرے مولا حسینؑ کا حال بتا دو۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو کہا: کیسے قیدی ہو کہ کچھ جواب نہیں دیتے؟ پھر جناب عباسؑ کی زوجہ جناب لبابہؑ کے پاس آئی اور کہا: مجھے بتاؤ شہزادی زینبؑ کا بھائی عباسؑ تو سلامت ہے نا! اتنے میں کنیزوں نے کہا چلیئے ملنے کا وقت ختم ہو گیا ہے کہ ہند نے طیش میں آ کر کہا: تم کون ہوتی ہو مجھے روکنے والی زبان درازی کرتی ہو۔

پھر جناب سکینہؑ کے پاس آئی اور کہا: اے بچی! مجھے امام حسینؑ کا کچھ حال بتاؤ وہ خیریت سے تو ہیں ۔لیکن شہزادی رو رہی تھیں، اس کے بعد جناب شہربانوؑ کے پاس آئیں اور کہا: بانوؑ کا راج تو سلامت ہے نا! بی بی بانوؑ کانپ گئیں اور کوئی جواب نہیں دیا۔

ہند آخر میں جناب زینبؑ کے پاس آئی اور کہا: میں تمہیں واسطہ دیتی ہوں تمہارے شہید وارث کا مجھے امام حسینؑ کا کچھ حال بتاؤ، جناب زینبؑ نے جب یہ سنا تو چیخ کر کہا: اے ہند! میرا راج کہاں جس کی تو قسم دیتی ہے ہمارا بادشاہ بے گور و کفن خاک و خون میں غلطاں زمین کربلا پر پڑا ہے ہم لاوارث ہیں جتنا چاہے ستا لو مگر ان زخمی ہاتھوں سے صبر کا دامن نہیں چھوٹے گا۔ پس اتنا کہنا تھا کہ ہند نے کہا: ہائے فلک! ہائے بی بی! ہائے ثانی زہراؑ! یہ کیا غضب ہو گیا"۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۲۲۔)"

اس کے بعد ہند ننگے پاؤں دربار میں یزید ملعون کے پاس پہنچی اس نے دربار میں بلند آواز سے رونا شروع کر دیا اور چلانا شروع کر دیا: اے یزید! کیا تم نے حکم دیا ہے کہ امام حسینؑ کے سر اطہر کو شام کے دروازہ پر آویزاں کیا جائے؟

یزید ملعون کے سر پر اس وقت خوبصورت تاج رکھا ہوا تھا وہ بڑے فخریہ انداز سے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی زوجہ ننگے پاؤں، ننگی سر اور پھٹے ہوئے لباس کی حالت میں ہے تو فوراً اٹھا اور اس نے اپنی عباء سے ہند کے سر کو چھپایا (سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۶۳۴۔)" اور کہا:

ہند تو نے میری عزت کا خیال نہ کیا اور ننگے سر دربار میں چلی آئی۔

ہند نے دیکھا کہ یزید ملعون اس کے سر پر پردہ ڈال رہا ہے اور اس کے سر کو چھپا رہا ہے تو اس نے چیخ کر کہا:

ویلک یا یزید اخذتک الحمیة علی فلم لا خذتک الحمیة علیٰ بنات فاطمة الزهراء هتکت ستورهن ابدیت وجوههن انزلتهن فی دار خربة

اے یزید! ہلاکت ہو تجھ پر تو میرے بارے میں تو غیرت کرتا ہے اور میرے سر کا پردہ بناتا ہے، لیکن فاطمہ زہراؑ کی بیٹیوں کا پردہ کیوں نہ بنایا؟ تجھے ان کے بارے میں کیوں غیرت نہیں آئی؟ تو نے ان کے پردوں کو کیوں چاک کیا اور ان کے چہروں کو کیوں آشکار کیا اور انہیں کیوں خراب جگہ پر رکھا؟؟؟ (سوگ نامہ آل محمدؐ ص ۶۳۴ ـ)''

جناب سکینہؑ کی وصیت

علامہ محمد علی لکھنوی لکھتے ہیں کہ ایک دن جناب سکینہؑ در زندان پر اپنے پدر مظلوم کے تصور میں رونے لگیں۔ یہاں جو جناب زینبؑ نے خیال فرمایا تو جناب سکینہؑ کو اسیروں میں نہ پایا۔ بیتابانہ در زندان پر آئیں تو کیا ملاحظہ فرماتی ہیں کہ وہ ناز پروردۂ حسینؑ در زندان پر سر جھکائے بیٹھی بلک بلک کے رو رہی ہے۔ جناب زینبؑ اس شہزادی کے قریب گئیں اور جناب سکینہؑ کا سر مبارک اپنے سینے سے لگایا اور بکمال شفقت یوں دلاسہ دینے لگیں:

اے یادگار برادر! تو یہاں تنہا کیوں رو رہی ہے؟ ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن خاندان رسولؐ دیکھ لے اور تجھ کو آزار پہنچائے''۔ معصوم یتیم سکینہؑ نے عرض کیا: ''اے پھوپھی اماں! ہمارے ایام مصیبت گزر گئے ۔سختی وصعوبت کے دن بسر ہو گئے اب آسائش کا وقت قریب پہنچ گیا ہے۔ بی بی زینبؑ نے فرمایا: اے بیٹی! تجھے کیونکر معلوم ہوا؟ شہزادی نے عرض کیا: ابھی میں نے اپنی جدۂ ماجدہ جناب فاطمہ زہراؑ کو عالم

خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کو اپنی آغوش مطہر میں لئے ہوئے تشریف لائیں ہیں اور ارشاد فرماتی ہیں: اے سوگوار پدر! اے سکینہؑ میری بچی! غم نہ کر، ایام مصیبت کٹ گئے آج کی شب تو میرے پاس ہوگی۔

اب اے میری پھوپھی اماں! میری دو وصیتیں ہیں اول، کہ میں اس دار فانی سے گزر جاؤں اور شاید یزید ملعون مرگ کی خبر پاکر کوئی کفن بھیجے تو ہرگز ذرا سا بھی احسان اس ملعون کا نہ لیجئے گا اور اسی پھٹے ہوئے کرتے میں مجھے دفن کر دیجیے گا دوسری وصیت یہ ہے کہ آپ جانتی ہیں کہ سات محرم سے آج تک پانی میسر نہ ہوا کہ میں کبھی سیر ہو کر پیتی، حرارت تشنگی سے ایسی آگ لگی ہے کہ میرے بدن کی ہڈیاں تک سلگ رہی ہیں شاید صدمہء عطش موت کے بعد بھی قبر میں چین سے سونے نہ دے۔ اگر ممکن ہو تو ٹھنڈی جگہ پر میری لاش دفن کیجیے گا کہ زمین کی طروات اور خنکی سے مرنے کے بعد تو تسکین پاؤں۔ وصیت کے مطابق شہزادی کے ملبوس میں ہی کفن دے کر ایک ٹھنڈی جگہ پر دفن کر دیا اور بیبیوں نے وہاں خوب ماتم اور گریہ وزاری کیا جس سے زمین ہلنے لگی۔ (بحوالغمہ، ص ۲۱۷۔)"

دیدارِ پدر در خواب

کتاب مرقات الایقان میں سید محمد باقر بن سید حسین علوی موسوی گنجوی لکھتے ہیں کہ قید خانہ شام کی سختیوں کی وجہ سے شہزادی رقیہؑ (سکینہؑ) کا چین برباد ہو چکا تھا۔ آپ ہمیشہ اپنے بابا کا مطالبہ کیا کرتے تھیں۔ ایک روز اپنی پھوپھی اماں جناب زینب سلام اللہ علیہا سے پوچھنے لگیں: میرے بابا کہاں ہیں؟ جناب زینبؑ نے جناب سکینہؑ کے آرام کیلئے (کہ معصومہ کو دکھ نہ ہو) یہ کہہ کر دلاسہ دیا کہ آپ کے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں۔

ایک شب قید خانہ شام میں جناب سکینہؑ پھر اپنے بابا کی یاد میں رونے لگیں یہاں تک کہ

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کو گودی میں بٹھایا اور جناب سکینہؑ پھوپھی کی گودی مین سوگئیں یہاں تک کہ آپؑ خواب دیکھنے لگیں۔ خواب میں جناب سکینہؑ نے اپنے بابا کو زخمی حالت میں دیکھا تو جناب سکینہؑ نے خواب میں اپنے بابا کے دامن کو پکڑا اور رو رو کر کہا: بابا! آپؑ کہاں تھے؟ بابا! آپؑ نے کیوں اپنی بچی (سکینہؑ) کی احوال پرسی نہیں کی؟

جناب زینبؑ نے دیکھا کہ جناب سکینہؑ عالم خواب میں بات کر رہی ہیں۔ آپؑ نے فوراً زنان اہلبیتؑ سے کہا: اے بیبیوں! تم سب یہاں آؤ اور دیکھو میرے بھائی کی نورِ نظر کواب دیکھ رہی ہے، دیکھو کیا کہہ رہی ہے؟ سب مخدرات چپ ہو کر جناب سکینہؑ کی باتوں کو سننے لگیں۔ آپؑ کربلا سے کوفہ، اور کوفہ سے شام تک کے تمام حالات اور جو مصیبتیں پڑیں وہ اسطرح بیان کرتی تھیں:

اے بابا! دیکھو میرے چہرے پر شمر لعین کے طمانچوں کے نشان ہیں۔ اے بابا! پھوپھی امام! کی پشت پر تازیانوں کے نشان ہیں۔ بابا! ہمارے یہاں زندان میں نہ ہی روشنی ہے نہ ہی کوئی فرش ہے۔ آپ کی بیٹی مجبور مٹی کا تکیہ بنا کر اس پر اپنا سر رکھتی ہے!!!۔ (مرقات الایقان، ص ۵۱)"۔

شہادت کے متعلق روایات

جناب سکینہؑ کی شہادت کے متعلق بہت سی روایات ہیں ایک یہ کہ آپ کو علیحدہ قید خانہ میں قید کیا گیا تھا جہاں آپ ماں، پھوپھی، بھیا، بابا اور چچا کے نہ ہونے کی وجہ سے شہید ہو گئیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہند نے امامؑ کا سر اقدس بھیجا اور سر اقدس کی زندان میں آمد اور جناب سکینہؑ کی شہادت تیسری روایت جو کہ ان روایات کے مقابل میں بہت مشہور ہے وہ یہ کہ آپ نے خواب میں اپنے بابا کو دیکھا اور بیداری کے بعد اپنے بابا کا مطالبہ کیا اور سر اقدس کی زندان میں آمد کے بعد آپ نے اپنے بابا سے اپنا درد بیان کیا اور بیان کرتے کرتے آپ غش کھا کر گر پڑیں اور اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ اور ہم

نے تیسری روایت جو کہ معتبر ہے اس کو اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ یہ روایت بہت لمبی ہے اس کے مختصر سے حصے ہم نے تحریر کئے ہیں

شہادت جناب سکینہؑ

جناب حسین صبوری کی کتاب مصائب جناب سکینہؑ میں جناب سکینہؑ کی شہادت کا طویل منظر بیان کیا گیا جس میں جناب سکینہؑ ایک طویل گفتگو کی ہے امام حسینؑ کے سر سے۔ یہاں پر اس روایت کا مختصر حصہ بیان کیا جا رہا ہے قید خانہ میں جناب زینبؑ اور امام زین العابدینؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ امام زین العابدینؑ کا بدن اس قدر ضعیف اور کمزور ہو چکا تھا کہ ہڈیاں تک نظر آ رہی تھی، اور جناب زینبؑ کمزوری اور تکلیف کے باعث کمر خمیدہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

امام زین العابدینؑ اور جناب زینبؑ عبادت الٰہی میں مصروف تھے امامؑ حالت قیام میں تھے اور جناب زینبؑ حالت تشہد میں کہ اسی ثناء میں ننھی سکینہؑ کے رونے کی آواز قید خانہ کی سن سان فضا میں گونجنے لگی جناب زینبؑ نے جلدی سے سلام پڑھا اور دوڑ کر روتی ہوئی ننھی سکینہؑ کے قریب پہونچیں ان کو گود میں اٹھایا اور پھر ان کے سر کو سینہ سے لگا کر دستے شفقت پھیرنے لگیں۔ جناب سکینہؑ کا پھول سا چہرہ سفر اور سورج کی تپش سے مرجھا گیا تھا جناب زینبؑ ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئی کہنے لگیں:

''بیٹی سکینہؑ! تم کیوں رو رہی ہو؟ بیٹی کیا تمہیں بھوک لگی ہے؟ بیٹی اس وقت تو کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے تم تھوڑی دیر سو جاؤ تا کہ صبح ہو جائے صبح کے وقت قید خانہ کا نگہبان ہمارے لئے کھانا لیکر آئے گا اس وقت میں اپنے حصہ کا کھانا بھی تم کو دے دوں گی تا کہ تم شکم سیر ہو جاؤ۔

لیکن جناب سکینہؑ اسی طرح بلند آواز سے گریہ کرتی ہوئی کہہ رہی تھیں کہ پھوپھی اماں میرے بابا کو بلا دیجیے میرے بابا ابھی یہیں میرے پاس موجود تھے وہ مجھے اپنی آغوش میں بیٹھائے ہوئے میرے

سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے لیکن اس روز کی طرح نہ جانے کیا ہوا کہ بابا پھر چلے گئے؟

جناب زینبؑ نے کہا: بیٹی سکینہؑ! چپ ہو جاؤ گریہ نہ کرو انشاء اللہ بہت جلد تمہارے بابا سفر سے واپس آجائیں گے اور پھر تم کو اپنی آغوش میں بٹھا کر پیار کریں گے اور پھر تم ان سے اپنا درد بیان کرنا جناب سکینہؑ اسی طرح روتی ہوئی کہنے لگیں: لیکن میرے بابا تو سفر سے پلٹ آئے ہیں میں نے ابھی اپنے بابا کو دیکھا ہے ابھی وہ مجھے اپنی آغوش میں بٹھائے ہوئے پیار کر رہے تھے لیکن نہ جانے کیا ہوا کہ وہ اچانک غائب ہو گئے پھوپھی جان میرے بابا کہاں چلے گئے؟ میرے بابا کو بلا دیجیے، بابا خدا کے واسطے سفر سے واپس چلے آئیں۔

یہ سن کر جناب زینبؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور جناب سکینہؑ کی پیشانی پر گرنے لگے، جناب سکینہؑ اسی طرح بین کر کے رو رہی تھیں کہ جناب سکینہؑ کے گریہ کی آواز سن کر جناب ام کلثومؑ وام لیلیٰؑ اور دوسری بی بیاں اور بچے بھی بیدار ہو گئے اور پھر سبھی چیخیں مار مار کر رونے لگے، دربان اسلحہ لیکر مخدارات عصمت وطہارت کی طرف بڑھے یہ بدبخت نیزے اور قدموں سے اذیت دے کر انہیں چپ کرانے کی کوشش کرنے لگے۔

امام زین العابدینؑ ابھی جناب سکینہؑ کی طرف بڑھے ہی تھے کہ ایک نگہبان نے امامؑ کو پیچھے سے دھکہ دیا اور امامؑ وہیں گر پڑے۔ اس کے بعد اس ملعون نے کہا:

تم سب چپ ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ امیر یزید، گریہ کی آواز سن کر بیدار ہو جائیں اور دوسرے افراد بھی یہاں جمع ہو جائیں۔

قید خانہ کے باہر اس طرح سے شور و غل بلند تھا کہ جیسے جمعیت قید خانے کی طرف چلی آرہی ہو اور وہ نگہبان عورتوں اور بچوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور یہ کوشش کر رہے تھے کہ ان سب کو جناب سکینہؑ کے قریب سے دور کر دیں نگہبان یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے عورتوں اور بچوں سے مخاطب تھے: تم سب ہٹ

جاؤاور سکینہؑ کو تنہا چھوڑ دو اسلئے کہ امیر یزید نے سکینہؑ کے لئے کچھ بھیجا ہے۔

جناب سکینہؑ کے علاوہ سب چپ ہو کر ایک طرف دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور غمگین و مخزون آنسو بہا رہے تھے۔ جناب سکینہؑ تھوڑی دیر کیلئے چپ ہو کر قید خانہ کے باہر دیکھنے لگیں۔ کہ کچھ مامورین رزق و برق لباس پہنے اور ہاتھوں میں مشعلیں لئے ہوئے قید خانے کی طرف چلے آرہے تھے، ان کے آگے آگے ایک سپاہی سینی میں کوئی چیز رکھے ہوئے چلا آرہا تھا، جس کے اوپر سرخ رنگ کا کپڑا اڈالے ہوئے تھا۔

جب اندر آئے تو سپاہی جو سینی لئے ہوئے تھا آگے بڑھا اور سینی کو جناب سکینہؑ کے سامنے رکھ دیا آپ نے ایک حیرت بھری نظر اس طرح سے قید خانہ کے گردوپیش ڈالی جیسے کسی عزیز کے آنے کا انتظار کررہی ہوں گویا جیسے بابا کا انتظار کررہی ہوں لیکن جب کچھ نظر نہیں آیا تو جناب سکینہؑ پھر گریہ کرتے ہوئے کہنے لگیں میرے بابا کہاں ہیں انہیں بلا دیجیے۔

اتنے میں ایک سپاہی آگے بڑھا اور اس سخت لہجہ میں کہا کہ یہ غذا نہیں ہے بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم طلب کررہی ہو۔ یہ سن کر جناب سکینہؑ کہنے لگیں میں نے تو اپنے بابا کا مطالبہ کیا تھا میرے بابا تو اس سینی میں نہیں آسکتے۔

اس سپاہی نے ہنس کر کہا دیکھو ہم نے جادو کے ذریعہ تمہارے بابا کو اس سینی میں داخل کردیا ہے تم جیسے ہی سرپوش سینی اٹھاؤ گی تمہارے بابا تم کو نظر آجائیں گے پھر تم ان سے اپنا درد بیان کرنا۔

جناب سکینہؑ چپ ہو گئیں اور چند لمحہ اپنی اشکبار آنکھوں سے اس سپاہی کو حیرت واستعجاب سے دیکھتی رہیں اور پھر اس سینی کی طرف دیکھا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے سینی کے اوپر سے کپڑے کو اٹھایا اور وہ چیز جو سینی میں رکھی ہوئی تھی اسے حیرت سے دیکھتی رہ گئیں ایک نور تھا جو آسمان کی طرف بلند ہورہا تھا جناب سکینہؑ کی بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ آپ نے کپڑا کو دور پھینک دیا گریہ کی آوازیں بلند ہو گئیں

اور بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔

امام حسینؑ کا سر اقدس سینی میں رکھا ہوا تھا اور ریش مبارک خون آلودہ تھی، یہ منظر دیکھ کر اسیروں کی چیک وآہ وبکا کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ جناب سکینہؑ نے اپنے بابا کے کٹے ہوئے سر پر گر کر چیخ مار مار کر رونا شروع کر دیا اور جلدی جلدی خاک وخون میں غلطاں اپنے بابا کے سر کو بوسہ دینے لگیں، اور اپنے سر وصورت پر طمانچے مارنے لگیں یہاں تک کہ جناب سکینہؑ کا چہرہ مبارک خون آلودہ ہو گیا۔

جناب زینبؑ وجناب ام کلثومؑ اپنی جگہ سے اٹھیں تا کہ جناب سکینہؑ کو سنبھالیں لیکن نگہبان نیزہ لیکر آگے آگیا اور اس نے راستہ روک لیا۔

جناب سکینہؑ نے روتے ہوئے کہنا شروع کیا:

بابا! آپ کے سر کو تن سے کس نے جدا کر دیا؟

بابا! کون تھا جو آپ کے سینہ پر بیٹھ کر آپ کی ریش مبارک کو پکڑے ہوئے تھا؟

بابا! کس نے آپ کی ریش مبارک کو آپ کے خون سے رنگین کیا؟

بابا! کس ملعون نے آپ کا سر تن سے جدا کیا؟

بابا! کس ملعون نے مجھے بچپنے میں یتیم کر دیا؟

بابا! آپ کی یتیم بیٹی کس کے پاس جا کر پناہ لے؟

بابا! یہ سر برہنہ بیبیاں کیا کریں؟

بابا! یہ بے سر وسامان بیبیاں کہاں جا کر پناہ لیں؟

بابا! ان روتی ہوئی آنکھوں کو کون چپ کرائے گا؟

بابا! ہم آپ کے بعد کیا کریں؟ وائے ہو اس زندگی پر، وائے ہو اس غربت پر؟

بابا! کاش میں آپ پر فدا ہو جاتی؟

بابا! کاش میری آنکھیں نہ ہوتیں اور آپ کے کٹے ہوئے سر کو نہ دیکھتی؟

بابا! کاش میں مرگئی ہوتی اور آپ کی داڑھی کو آپ کے خون سے رنگین نہ دیکھتی؟

اسی طرح بین کرتے کرتے جناب سکینہؑ اپنے چہرے کو بابا کے خاک وخون میں غلطاں چہرے پر رکھ کر چپ ہوگئیں عورتیں اور بچے چیخیں مار مار کر فریاد کررہے تھے۔

چند لمحہ بعد جناب سکینہؑ کو ہوش آیا تو آپ نے امام حسینؑ کے سر مبارک کو اس طرح اپنے سینہ سے لگایا کہ جیسے مائیں چھوٹے بچوں کو سینہ سے لگا کر لوریاں دیتی ہیں۔

جناب سکینہؑ نے فرمایا: بابا! آپ کو معلوم نہیں کہ میں چند شب وروز سے سوئی نہیں اور اس زندان میں آپ کا انتظار کررہی ہوں اور بار بار تا حد نظر سر اٹھا کر دیکھتی ہوں کہ شاید آپ سفر سے پلٹ آئیں اور میں دوڑ کر سب سے پہلے آپ کے نزدیک پہونچوں اور آپ کی آغوش میں بیٹھ کر گریہ وزاری کروں اور آپ کے بعد اپنے اوپر پڑنے والی مصیبتوں کو بیان کروں لیکن بابا جان حسرت ویاس کی صبح نمودار نہیں ہوتی اس رات جیسے ہی تھوڑی دیر کے لئے سوئی تو میں نے آپ کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا اور دوڑ کر آپ کی آغوش میں بیٹھ گئی اس وقت آپ کا سرتن سے جدا نہیں تھا۔ بابا جان! پھوپھی اماں! کہتی تھیں کہ تمہارے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں بابا جان آپ سے پلٹ تو آئے لیکن فقط سر کے ساتھ کیوں پلٹے بابا آپ کا جسم کہاں ہے۔

بابا! آپ کے بعد مجھے اتنا ستایا گیا کہ اگر میں بیان کروں تو صبح نمودار ہو جائے گی لیکن داستان غم تمام نہیں ہوگی۔

بابا جان! مجھے اب تک یاد ہے کہ میرا سر ہمیشہ آپ کی آغوش میں رہتا تھا لیکن بابا آج میں چاہتی ہوں کہ آپ کے سر کو اپنی آغوش میں لیکر پیار کروں اور بوسہ دوں جیسے آپ مجھے پیار کرتے تھے لیکن اس طرح نہیں کہ آپ کا جسم ریگزار کربلا پر ہو، بابا جان کیا ہم اہل بیتؑ رسولؐ نہیں یا یہ لوگ مسلمان نہیں

ہیں؟ مسلمانوں کو یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ اہل بیت رسول ﷺ کو پتھر ماریں اور فحش کلامی سے پیش آئیں۔

بابا جان! میرے پیروں کو دیکھئے کس قدر زخمی ہیں اور خون بہہ رہا ہے اس لئے کہ میں آدھی رات کو پا برہنہ تیرو تاریک بیابان میں دوڑ رہی تھی تاریکی اور آنکھوں میں آنسوؤں کی وجہ سے میں اپنے سامنے کی چیز نہیں دیکھ سکتی تھی بابا اگر پھوپھی جان مجھے تلاش نہ کرتیں تو شاید آپ کی تلاش میں کانٹوں اور پتھروں پر دوڑتے دوڑتے صبح ہو جاتی اور مجھے درندے کھا جاتے تو پھر آپ کس کے سر پر دست شفقت پھیرتے اور پیار کرتے۔

آپ اب پہلے کی طرح اپنی بیٹی کو پیار نہیں کر سکتے اور اپنے ہاتھوں کو میرے سر پر نہیں پھیر سکتے لیکن بابا آپ کی بیٹی آپ کو اسی طرح پیار کرے گی جس طرح آپ مجھے پیار کرتے تھے میں آپ کے خاک آلود بالوں میں اس طرح ہاتھ پھیروں گی جیسے آپ پھیرتے تھے۔

بابا جان! میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنی آنکھیں کھولیں، اور دیکھیں کہ میرے چہرے پر طمانچوں کے نشان ہیں بابا! مجھے تازیانے اور نیزے مارے گئے، جن کی وجہ سے شانہ اور پشت زخمی ہو گئے۔

بابا جان! شمر کس قدر بد اخلاق اور بے رحم ہے، خولی اور سنان بھی شمر ہی کی طرح ہیں بلکہ اس قافلہ کے تمام نگہبان، ہی شمر کی طرح ہیں۔

بابا! میں چاہتی تھی کہ کاش میرے چچا عباسؑ بھی سفر سے واپس آتے اور ان ملعونوں سے انتقام لیتے۔ بابا آپ تو جانتے ہیں میرے چچا کس قدر بہادر و شجاع تھے ان کا مدمقابل کوئی نہیں تھا۔

بابا جان! ہم پر کس قدر سختیاں کی گئیں ایسی سختیوں میں انسان گریہ بھی نہیں کر سکتا بابا! دستور دنیا یہ ہے کہ جب انسان مارا اور ستایا جاتا ہے تو فریاد کرتا ہے لیکن ہمارے ساتھ انداز بدل گیا جب ہم مصیبتوں اور سختیوں پر گریہ کرتے تھے تو ہمیں طمانچے مارے جاتے تھے۔

بابا جان! وہ زمانہ تو آپ کو یاد ہو گا جب آپ کہیں سے واپس آتے تھے تو میں دوڑ کر آپ کی آغوش

میں بیٹھ جاتی تھی لیکن افسوس کہ اب آپ نہ رہے بھیا علی اکبرؑ، چچا عباسؑ و جعفرؑ بھی نہ رہے نہیں معلوم کہ یہ سب ایک دم سے کہاں چلے گئے اور بھیا علی اصغرؑ کو بھی لے گئے لیکن مجھے ساتھ نہیں لے گئے مجھ سے کہتے تھے تم بہت چھوٹی ہو سفری صعوبتیں برداشت نہیں کر سکتی۔

آپ کے بعد بھیا زین العابدینؑ نے مجھے اپنی آغوش میں بٹھا لیا حالانکہ وہ شدید بیماری کی بنا پر مجھ سے بھی زیادہ کمزور ہو گئے تھے، اگر آپ انہیں دیکھتے تو آپ کا دل تڑپنے لگتا اور آپ زمین پر بیٹھ کر گریہ کرنے لگتے بابا! ہم اہل حرم کے ساتھ مردوں میں فقط یہی تھے اور ان کی حالت بھی دگرگوں تھی ان کے پیر تنکے کی طرح خشک ہو گئے اور جگہ جگہ سے خون بہہ رہا تھا ان کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور بھوک کی وجہ سے شکم پشت سے جا لگا، ان کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ بہت زیادہ بھوکے اور پیاسے ہیں جیسے میں (سکینہؑ) مگر پھوپھی زینبؑ ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بھوک و پیاس نڈھال سے ہو چکی ہیں لیکن پھوپھی اماں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتیں لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ بہت زیادہ بھوکی اور پیاسی ہیں کیوں کہ اپنے حصے کی روٹیاں ہم بچوں کو کھلا دیتی ہیں۔ اس وجہ سے کمر خمیدہ اور بال سفید ہو گئے

بابا جان! وہ زمانہ تو یاد ہو گا جب میں محبت سے آپ کے پاس سویا کرتی تھی اور آپ میرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت بھری باتیں کیا کرتے تھے اور بوسہ دیا کرتے تھے تاکہ میں سو جاؤں اور میں سونے کے بعد اچھے اچھے خواب دیکھا کرتی تھی اور اب شام سے صبح ہو جاتی ہے مگر مجھے نیند نہیں آتی اگر تھوڑی دیر کیلئے سو بھی جاتی ہوں تو چند لمحہ کے بعد چیخ کر بیدار ہو جاتی ہوں، میں جتنی دیر بھی سوتی ہوں مجھے برے برے خواب نظر آتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی قتل کرنے کیلئے آ رہا ہے اور جب رات کے وقت نیند سے بیدار ہو جاتی ہوں تو پھر دوبارہ نیند نہیں آتی میرا پورا جسم کانپتا ہے کسی میں اتنی جرات نہیں کہ اس دیوار کے نیچے سوئے بابا جان دیکھئے تو سہی کہ دیوار کس قدر بوسیدہ اور اس میں جگہ جگہ دراز پڑی ہوئی ہے بابا جان میں نے خود اپنے کانوں سے نگہبانوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب

آدھی رات ہو جائے اور یہ سب سو جائیں تو پھر دیوار کو ان کے اوپر گرا دو تاکہ ہمیں ان سے نجات مل جائے بابا جان اس بوسیدہ دیوار کے نیچے مجبوراً سوتی ہوں اس لئے کہ سونے کیلئے کوئی اور جگہ بھی نہیں ہے۔اس کے بعد جناب سکینہؑ نے رو رو کر اپنا درد بیان کیا اور آخر میں کہا: بابا جان! یہ مصیبتیں جو میں نے بیان کی ہیں ہمارے اوپر پڑنے والی مصیبتوں کا ایک ذرہ جیسے سمندر کے مقابل میں ایک قطرہ ہو۔

بابا! ابھی تو بیان کرنے کیلئے بہت کچھ باقی ہے لیکن کیا کروں بابا اب میری قوت گویائی جواب دے رہی ہے آہستہ آہستہ جناب سکینہؑ کی آواز دھیمی ہونے لگیں یہاں تک کہ آپ خاموش ہو گئیں، امام حسینؑ کے سر مبارک کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے بے حال ہو کر گر پڑیں اور پھر اپنے بابا کے پاس چلی گئیں۔(مصائب جناب سکینہؑ،ص۸تا۱۸: سرگذشت جانسوز حضرت رقیہؑ۔)''

جب اہل حرم نے جناب سکینہؑ کو امامؑ کے سر اقدس سے جدا کرنا چاہا تو انا للہ و انا الیہ راجعون امام حسینؑ کے سینے پر سونے والی ننھی معصومہ سب بیبیوں کو روتا چھوڑ کر چلی گئی بابا حسینؑ چچا عباسؑ اور سب شہیدوں کو یاد کرنے والی ننھی سکینہؑ اپنی دردناک بین سے سلطنت یزید ملعون کو ہلانے والی ننھی مجاہدہ انتقال کر گئی۔ہائے غربت ہائے پردیس ہائے اسیری ہائے یتیمی سکینہؑ اپنے بابا کے پاس چلی گئی۔جناب سکینہؑ کی لاش مبارک پر تمام اہل حرم روئے اور اس بے تابی سے روتے تھے کہ تمام اہل شام ان کے رونے سے روتے تھے۔(خلاصۃ المصائب،ص۵۹۶)''

زندان شام کی عکاسی

شاعر نے اہل بیتؑ کے زخمی کلیجوں سے نکلنے والے بینوں کو شاعری میں بیان کیا ہے اور شام کے زندان کی عکاسی کچھ یوں کی ہے:

بگفت ای سرور و سالار سلام

زقتلت مر مرا روز است چون شام

پدر بعد از تو محنتها کشیدم

بیابانها و صحراها دودیدم

همی گفتند مان در کوفہ و شام

کہ اینان خارجند از دین اسلام

مرا بعد از تو ای شاہ یگانہ

پرستاری نبود جز تازیانہ

زکعب نیزہ و از ضرب سیلی

تنم چون آسمان گشتہ است نیلی

تو برگو کی بریدت سر ز پیکر

مرا تو در خردسالی در بدر کرد

همی گفت و سرشاهش در آغوش

پرید از این جهان و در جنان شد

در آغوش بتولش آشیان شد

از این غم شد بہ آل اللہ اطهار

دوبارہ کربلا از نو نمودار

اے سردار و سالار اسلامؑ! آپ کے قتل سے میرا روز روشن شام کی طرح تاریک ہوگیا۔ بابا جان! تیرے بعد ہم نے بہت تکالیف برداشت کیں، جنگلوں اور صحراؤں میں پھرائی گئیں۔ کوفی اور شامی کہتے تھے کہ ہم دین اسلام سے خارج ہیں۔ اے شاہ ہگانہ! تازیانوں میں کوئی پرسان نہ تھا۔ نیزوں کی چوبوں اور

طمانچوں سے میرا بدن آسمان کی طرح نیلا ہو گیا۔ آپ بتائیں آپ کا سر بدن سے کس نے جدا کیا ہے اور مجھے در بدر رلایا ہے بچی یہی کہہ رہی تھی اور گود میں امام حسینؑ کا سر اقدس تھا کہ اچانک خاموش ہوگئیں بچی کی روح اس جہان سے جنت کی طرف پرواز کر گئی اور اس نے آغوش بتولؑ کو اپنا آشیانہ بنایا۔ اس غم سے اہل بیتؑ کا یہ حال ہو گیا کہ کربلا جیسا غم دوبارہ نمودار ہو گیا۔

عمہ بیا گمشدہ پیدا شدہ
کنج خرابہ شب یلدا شدہ
شام رقیہ(سکینہؑ) بہ سحر رسیدہ
باب رقیہ(سکینہؑ) بہ سفر رسیدہ
پدر فدای رخ نورانیت
سنگ جفا کہ زد بہ پیشانیت
ای گل خوشبو ذختت کہ چید؟
تیغ کہ رگھای گلویت برید
بسکہ دودیدم عقب قافلہ
پای من ازرہ شدہ پر آبلہ

پھوپھی جان! آؤ کہ گمشدہ مل گیا ہے! مصیبت کا حصہ ہمارے لیے نہ ختم ہونے والی رات بن چکا ہے۔ آؤ دیکھو سکینہؑ کی شام، سحر میں تبدیل ہوگئی اور بدرقہ سکینہؑ سفر سے واپس لوٹا ہے؟ بابا جان! میں آپ کے نورانی چہرے پر قربان جاؤں۔ کس نے آپ کی پیشانی پر سنگ جفا مارا۔ اے خوشبو کے پھول! تجھے کس نے شاخ سے توڑا اور کس تلوار نے تیرے گلے کی رگیں کاٹی؟ چونکہ میں اس قافلے کے پیچھے دوڑتی رہی۔ اس لیے میرے پاؤں راستے کی سختی سے پُر آبلہ ہو گئے۔ (سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۶۳۸)"

سرِ امام حسینؑ محل کی بلندی پر

طاہر بن عبداللہ دمشقی کہتا ہے: یزید کا سر میرے زانو پر رکھا تھا، فرزند فاطمہؑ کا سر پاس ہی طشت میں رکھا تھا۔ جب خرابہ شام سے گریہ وشیون کی صدائیں بلند ہوئیں تو میں نے دیکھا کہ اس طشت سے سرپوش ایک طرف جا گرا اور سر مبارک نے محل کی چھت تک بلند ہو کر بآواز بلند فرمایا:

اختی سکتی ابنتی

''میری بہن زینبؑ! میری بیٹی کو چپ کرائیے''۔

طاہر کہتا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ یہ سر واپس آ گیا اور یزید کی طرف منہ کر کے فرمایا:

''اے یزید! میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے قتل کر دیا اور میرے اہل وعیال کو قیدی بنا لیا یزید نے اس آواز اور صدائے گریہ وشیون سے سر اٹھایا اور مجھ سے دریافت کیا: طاہر کیا خبر ہے؟ میں نے کہا: مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ خرابہ زندان میں کیا ہوا ہے؟

یزید ملعون نے ایک غلام کو بھیجا کہ پتا کر کے آؤ۔ غلام نے واپس آ کر سارا ماجرا یزید ملعون کو سنایا (سردار کربلا، ص ۱۶۷)'' اور اس کے بعد یزید ملعون نے وہ سر اقدس جناب سکینہؑ کے پاس زندان میں بھیجا۔

علیحدہ قید خانہ

ہم اپنے کتاب میں پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ جناب سکینہؑ کی شہادت کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں لیکن روایات میں سے معتبر روایتیں دو ہیں جن میں ایک سرِ امامؑ کی روایت اور دوسری علیحدہ قید خانے کی۔ زندانِ شام میں امامؑ کے سرِ اقدس کی آمد اور جناب سکینہؑ کی شہادت کا ذکر ہم کر چکے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ دوسری روایت کا بھی ذکر کیا جائے جس میں یہ ہے کہ جناب سکینہؑ کی

شہادت علیحدہ قید خانہ میں ہوئی تھی۔

وہ روایت یوں ہے کہ جب اہل بیتؑ کو قید خانہ میں بند کیا گیا تھا تو جناب سکینہؑ اپنے بابا کیلئے بہت زیادہ رویا کرتی تھیں۔ اہل بیتؑ کی مخدرہ آپؑ کو دلاسہ دیا کرتی تھیں لیکن آپؑ ہمیشہ اپنے بابا کا مطالبہ کیا کرتی تھیں۔ یزید ملعون کے سپاہی امامؑ کے پاس آ کر کہا کرتے تھے کہ اپنی بہن کو چپ کرواؤ۔ لیکن معصومہؑ کو اپنی بابا کے بغیر قرار نہ آتا تھا۔

ایک دن امام زین العابدینؑ نے جناب سکینہؑ سے کہا: بہن سکینہؑ! سو جاؤ دیکھو آج نہ رونا۔ جناب سکینہؑ نے اپنی باہیں امامؑ کی گردن مبارک میں ڈال دیں اور کہا: بھیا! پہلے تم سو جاؤ۔ امامؑ نے اپنی تمام زنجیریں سمیٹیں اور لیٹ گئے۔ جناب سکینہؑ بھی اٹھیں اور ایک کونے میں سہمی ہوئی سو گئیں کہ کچھ لمحوں کے بعد در زندان پر سپاہی آئے انہوں نے امامؑ کو جگایا اور کہا: آپؑ کی بہن کو علیحدہ قید خانہ میں بند کرنے کا حکم ملا ہے۔ مولاؑ نے حیرت سے کہا: علیحدہ قید خانہ اور میری بہن؟ سپاہیوں نے زبردستی کی تو مولاؑ اٹھے اور اپنا دستِ مبارک جناب سکینہؑ کے ننھے سر مبارک پر پھیرنے لگے کہ شہزادی نے آنکھیں کھولیں اور کہا: بھیا کیا ہوا؟ یہ شور کیسا ہے؟ مولاؑ نے فرمایا: سکینہؑ! یہ سپاہی تمہیں علیحدہ قید خانہ میں بند کرنے کیلئے آئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ شہزادی نے اپنی ننھے ننھے ہاتھ جوڑے اور رو کر کہا: بھیا! اب سکینہؑ نہیں روئے گی تم سپاہیوں سے کہو کہ اب میں نہیں رووں گی۔ لیکن سپاہیوں نے ایک نہ مانی اور آخر کار شہزادی اٹھیں اور ایک ایک بی بی سے ملتی جاتی تھیں اور کہا: پھوپھی، اماں تم سب پر میرا آخری سلام۔

آخر کار بد بخت سپاہیوں نے شہزادی کو قید کر دیا یہ قید خانہ پہلے والے قید خانے سے زیادہ سیاہ تھا۔

امامؑ ہر روز یہاں سے جناب سکینہؑ کو آواز دیتے تھے اور جب اندر سے ننھی ننھی آوازیں آتی تھیں تو مولاؑ کو سکون مل جاتا تھا۔ لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ مولاؑ نے آواز دی: سکینہؑ!۔ لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں۔ مولاؑ نے پھر پکارا لیکن کوئی آواز نہیں آئی۔ تب مولاؑ نے پھوپھیوں کو آواز دی اور کہا: سکینہؑ

کی جلد خبر لو کہ اندر سے آواز نہیں آرہی۔ سپاہیوں نے آکر قید خانہ کے ساتویں دروازے کو کھولا اور جب اندر داخل ہوئی دیکھا کہ ننھی شہزادی دیوار پر ٹیک لگا کر سو رہی ہے۔ جب مولا زین العابدینؑ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ شبیرؑ کی معصوم بچی اس دنیا سے کوچ کر گئی ہے قید خانہ میں ایک عظیم شور برپا ہوگیا''

جناب سکینہؑ کا مدفن اور اہل بیتؑ کا گریہ

جناب سکینہؑ اس دنیا سے کوچ کر گئی تھیں اور اپنا درد بیان کر کے خاموش ہوگئیں تو جناب ربابؑ جو آپ کی مادر گرامی تھیں انہوں نے جناب زینبؑ سے کہا: یا بنت علیؑ دیکھو میری بچی کیوں چپ ہوگئی۔ اس کے بعد سید سجادؑ سے کہا: بیٹا سجادؑ دیکھو سو تو نہیں گئی۔ جب جناب زینبؑ جھکیں اور کہا: بیٹی سکینہؑ! اٹھو اب دوسروں کو بھی ملنے دو سب بے چین ہیں دیکھو کبراؑ بھی رو رہی ہے اس کو بابا سے ملنے دو جناب ربابؑ کی بے چینی بڑھ گئیں اور کہا: بیٹا سجادؑ دیکھو سکینہؑ کو اٹھاؤ۔ جناب زینبؑ نے جب یہ دیکھا تو بے قرار ہوگئیں اور جناب سکینہؑ کو ہلایا لیکن شہزادی اس دنیا میں ہوتی تو اٹھتیں۔ پس جناب زینبؑ نے اشکبار آنکھوں سے جناب سکینہؑ کو لٹایا اور منہ پر منہ رکھ کر کہا: سکینہؑ! سکینہؑ! سکینہؑ! اٹھو بی بی تجھے بابا کا واسطہ ہے پھوپھی کی جان نکلی جاتی ہے سکینہؑ!

سید سجادؑ نے اشکبار آنکھوں سے جناب سکینہؑ کو دیکھا اور پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ جناب ربابؑ نے امام وقت کا ہاتھ تھام کر کہا: بیٹے سجادؑ تم امام ہو بتاؤ میری بیٹی کو کیا ہوا ہے لیکن مولاؑ رو رہے تھے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اور جب سب کی آنکھوں میں آنسوں دیکھے تو بی بی چلائی: ہائے میرے آقا حسینؑ! میری بچی کو لے گئے اب بتاؤ ربابؑ کیسے جیئے؟ میں اس بچی کے سہارے جیتی تھی۔ ادھر جناب لبابہؑ نے رو کر کہا: ہائے میرے آقا عباسؑ! آپ نے جو ذمہ داری مجھے سونپی تھی وہ مجھ سے لے لی ہائے شہزادی زینبؑ کی قسمت ہر مصیبت پر صبر کیا لیکن آج بی بی کی کمر ٹوٹ گئی قید خانہ میں ایک کہرام برپا

ہوگیا یہاں تک کہ دربان بھی آگئے اور چلانے لگے۔ (کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۳۶) ''شور قصر یزید ملعون تک پہنچ گیا یزید ملعون نے ماجرا پوچھا: تو بتایا گیا کہ ایک بچی اپنے بابا کے سر کے آتے ہی اتنا روئی کہ اپنے بابا سے جاملی یزید ملعون نے فوراً ایک آدمی کو امام زین العابدینؑ کے پاس بھیجا تاکہ جس چیز کی ضرورت ہو وہ بھیج دیں۔ وہ آدمی امامؑ کے پاس گیا روایت کے مطابق امامؑ نے کہا: یزید سے کہہ دو ہمیں کسی سامان کی ضرورت نہیں صرف ایک چھوٹی سی جگہ قبر کے لیے درکار ہے۔ (سیدہ سکینہؑ، ص ۲۶۸۔) '' اور دوسری روایت کے مطابق جناب زینبؑ نے اس آدمی سے کہا: اپنے حاکم سے کہہ دو ہمیں کسی سامان کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ کہ لوٹے ہوئے سامان میں سے میری چادر دے دو تاکہ اس یتیم کو کفن دے دوں لیکن یزید ملعون نے وہ چادر نہیں دی۔ شام ہوتی چلی گئی ادھر یزید ملعون سے ہند نے کہا: مجھے بی بی کی چادر لوٹا دو اور ہاں خدا کا غضب عنقریب نازل ہونے والا ہے۔ یزید ملعون نے کہا: ہند! اُدھر رسوائی ہے اور اِدھر چین ہی چین ہے ہند نے کہا: یہ قصر چند لمحوں کا ہے یہ کہہ کر ہند دوڑیں اور جناب زینبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور قدموں سے لپٹ کر کہا: شہزادی! کیا سر اقدس اسی لئے زندان میں آیا تھا؟ ادھر امام سجادؑ نے جنازہ اٹھایا راوی کہتا ہے اس وقت جو کہرام برپا ہوا کوئی آگے آتا تھا تو کوئی پیچھے اسی حالت میں رات ہوگئی پس جوں ہی جناب سکینہؑ کا جنازہ اٹھا تو جناب ربابؑ بے ہوش ہوگئیں ان کو جناب ام لیلیٰؑ اور جناب لبابہؑ سہارا دے رہی تھیں امام حسینؑ کا سر اقدس آگے آگے تھا جناب ربابؑ بال بکھیرائے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں وہ منزل آگئی تھی جہاں جناب سکینہؑ کو دفن کرنا تھا۔

جناب ربابؑ فوراً آگے بڑھیں اور رو کر کہا: بیٹی سکینہؑ! تم اندھیرے سے ڈرتی تھی نا! کہو کہ یہاں ماں کیسے آئی گی پھوپھیاں، بہنیں، کیسے آئیں گی۔ جناب ربابؑ نے کہا: بیٹی اٹھو دیکھ تو موت کو یاد کرتی تھی مجھے بھی ساتھ لے چل تاکہ تجھے اندھیرے سے ڈر نہ لگے اچانک امام حسینؑ کے سر اقدس سے آواز آئی: ربابؑ دے دو میری راحت جان کو دیکھو یہ دنیا سکینہؑ کیلئے تنگ ہو چکی تھی کیا تم چاہتی ہو کہ

اسے پھر مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مولاؑ نے فرمایا: دیر مت کرو ربابؑ تمہیں حسینؑ کے خون ناحق کا واسطہ
۔ جناب ربابؑ لرز گئیں اور کہا: مولاؑ! اتنا بڑا واسطہ نہ دیں ربابؑ سب سننے کو تیار ہے۔

(کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۳۶)"

سید سجادؑ جو اس وقت بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ہاتھوں میں ننھی بہن کا جنازہ اٹھایا ہائے کیا صبر تھا سید سجادؑ کا ایک امام نے کربلا میں مردوں کی لاشیں اٹھائیں تو دوسرے امامؑ نے بچوں اور عورتوں کی لاشیں اٹھائیں۔ سید سجادؑ نے جناب سکینہؑ کی میت قبر میں اتاردی دو ہاتھ نمودار ہوئے اور جناب سکینہؑ کو باہوں میں لے لیا۔ اس کے بعد جناب زینبؑ نے امام سجادؑ سے فرمایا: بیٹا! یزید سے کہدو کہ میں یہاں اپنی بچی کے پاس رہوں گی سید سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں! کوئی فائدہ نہیں وہ سنگدل نہیں مانے گا۔ اہل حرم جب واپس قید خانہ کی طرف آئے تو راستہ میں دیکھا کہ ہند ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی ہے جناب زینبؑ نے آگے بڑھ کر فرمایا: ہند ہماری امانت تیرے حوالے ہے پھر زندان میں آئے تو نہ امام حسینؑ تھے اور نہ ہی معصوم سکینہؑ تھیں جناب ربابؑ اسی جگہ پر بیٹھ گئیں جہاں جناب سکینہؑ بیٹھا کرتی تھیں اور رو کر کہا: بیٹی سکینہؑ! نہ رو دربان آجائے گا آجاؤ میرے سینے سے لگ جاؤ بیٹی صبح تیرے بابا آئیں گے یہ سن کر جناب زینبؑ آئیں اور کہا: ربابؑ رومت صبر کرو حسینؑ نے تم سے کہا تھا تمہارے رونے سے سکینہؑ بے چین ہوگی۔ جناب ربابؑ نے کہا: سچ کہتیں ہیں اے بنت علیؑ! کیوں گھبرائے گی اپنے چاہنے والوں کے پاس پہنچ گئی ہے یہاں رہ کیا کرتی کبھی میں اسے مصیبتوں سے بچانہ سکی بیٹی آج راحت کے ساتھ سونا دیکھو بابا کے پاس جا کر ماں کیلئے ضد نہ کرنا بابا کے پاس جانا آسان تھا اب ماں کے پاس آنا مشکل ہے

(کربلا والوں کی کہانی، ص ۱۴۳، مرحوم منصور الحسن رضوی)"

سیاہ علم

راوی کہتا ہے کہ جب جناب سکینہؑ کی لاش کو خرابہ شام سے اٹھایا گیا تو سیاہ علم لہرایا گیا اور تمام شامی مرد اور عورتیں جمع ہو گئے، وہ گریہ وفریاد کر رہے تھے اور اپنے سینوں پر پتھروں سے ماتم کرتے تھے ۔جناب سکینہؑ کو غسل دیا گیا اور اسی کہنہ لباس میں تکفین کی گئی۔

(ستارہ درخشان شام، ص ۲۲۱: الخصائص الزینبیہؑ، ۲۹۶۔)"۔

جناب ربابؑ کا جناب سکینہؑ کی قبر پر نوحہ

روایت ہے کہ جناب ربابؑ جناب سکینہؑ کی قبر اقدس سے لپٹ کر کہنے لگیں:

"اے باپ کی پیاری! اے چچا کی لاڈلی! تم کو بابا کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ پالنے والی کو دل سے بھلا دیا پردیس میں چھوڑ کر کہاں سدھاریں؟ ماں کی کوکھ اجڑی گود سنسان کر گئیں؟ بیٹی تم نے چھوٹی سی عمر میں میرے ساتھ بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ اپنے بابا کے پاس جا کر میرا گلہ نہ کرنا۔ رخساروں پر طمانچوں کے نشان اور پشت پر تازیانوں کے زخم دکھانا تو یہ کہہ دینا کہ ماں کیا کرتی؟ کچھ بس نہ چل سکتا کیونکر بچاتی؟

غرض بیان غم اہل بیتؑ آسان نیست

حکایتیست کہ آنرا بشرح پایان نیست۔ (بحور الغمہ ،ص ۴۲۸۔)"

غسالہ کی گفتگو

روایت میں ہے کہ جب غسالہ نے جناب سکینہؑ کو غسل دینا شروع کیا تو فوراً رک گئی اور کہا ان یتیم بچوں کا سرپرست کون ہے؟

جناب زینبؑ نے فرمایا: کیا چاہتی ہے؟

غسالہ نے کہا: یہ بچی کس بیماری میں مبتلا تھی کہ اس کا بدن نیلا ہے؟

جناب زینبؑ نے فرمایا: اے غسالہ! یہ بچی کسی بیماری میں مبتلا نہیں تھی؛ بلکہ یہ نیلا پن دشمنوں نے جو تازیانے مارے ہیں ان کے نشانات ہیں۔

(الوقائع والحوادث، ج۵، ص۸۱: مرقاۃ الایقان، ص۵۲۔ مقتل جامع مقرم، ج۲، ص۲۰۵۔)''

ملا محمد باقر اپنی بعض تالیفات میں لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ کی پشت اقدس پر اس طرح دُرے پڑے کہ جب غسالہ نے چاہا کہ وفات کے بعد پھٹا ہوا کرتہ اس صاحبزادی کے بدن سے اتارے تو دیکھا کہ پشت میں جس جس جگہ تازیانہ پڑا ہے، وہاں کا گوشت جدا ہو گیا ہے اور کرتہ خون سے رنگین ہو کر زخم کے منہ پر اس طرح خشک ہو گیا ہے کہ کسی طرح بدن سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اگر اتارا جائے تو بدن کا گوشت بھی ساتھ اتر آئے گا۔ مجبور ہو کر چھوڑ دیا اور اسی پھٹے ہوئے کُرتے میں ہی غسل دے کر دفن کر دیا۔ (بحور الغمہ، ص۲۸۷۔)''

جناب زینبؑ کے اشعار

جودی خراسانی سیدہ زینبؑ کی زبان حال سے غسل دینے والی کو خطاب کر کے کہتا ہے۔

بیا تو ای زن غسالہ از طریق وفا
بہ ایک صغیرہ بدہ غسل از بری خدا
مکن خیال کہ او ز اھل روم وتاتار است
کہ غسل دادن او بر تو سخت دشوار است
سرور سینہ سلطان عالمین است این
رقیہ (سکینہؑ) دختر مظلومہ حسینؑ است این

مگو کہ از چہ رخ همچو کهربا دارد
کہ داغ تشنگی دشت کربلا دارد
مگو کہ زخم بہ پایش چرا برون بہ شمار
کہ روی خار مغیلان دویدہ درشب تار
جراحتی کہ خود این طفل را بہ شانہ بود
زضرب کعب نی و چوب و تازیانہ بود

اے غسل دینے والی! تمہارے لیے اس کو غسل دینا مشکل ہے۔ خدا کے واسطے اس کمسن کو غسل دو تو یہ خیال مت کرو کہ یہ اہل تاتار سے ہے یہ شہنشاہ عالمین کے سینے کا سرور اور چین ہے۔ یہ مظلومہ سکینہؑ (رقیہ) بنت الحسینؑ ہیں۔ یہ مت کہو کہ اس کا چہرہ بجلی کا طرح سرخ کیوں ہے، یہ صحرائے کربلا کی پیاس کے نشان ہیں۔ مت کہو کہ اس کے پاؤں کے نشان شمار سے کیوں باہر ہیں۔ یہ رات کی تاریکی میں کانٹوں پر دوڑتی رہی ہے۔ یہ جو بچی کے شانوں پر زخم ہیں یہ نیزے کی انی چوب اور تازیانے کے زخم ہیں۔ (سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۶۴۰۔)"

آیت اللہ محسن اور قبر جناب سکینہؑ

آیت اللہ اثنیٰ عشری فرماتے ہیں؛ میں نے آقائے حاج حسن اور آقائے شیرازی سے سنا ہے وہ آیت اللہ سید محسن سے نقل کرتے ہیں کہ:

آیت اللہ جبل عاملی کے زمانے میں نزدیک تھا کہ جناب سکینہؑ کی قبر میں پانی بھر جائے، کیونکہ اس کے نزدیک دریا بہتا تھا جس کے سبب قبر کے اطراف کی حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور دریا کو ہٹانا ہمارے لیے مشکل کام تھا چنانچہ جسد اطہر کو وہاں سے منتقل کرنے کا سوچا گیا

آیت اللہ محسن سے کہا گیا کہ آپ اس کام کو سرانجام دیں۔

سید نے کہا: اگر کوئی امکان (تحفظ) کا نہ رہا تو ہم یہ کام بھی کر سکتے ہیں اور ہم قبر کو کھود کر جسد اطہر کو باہر نکال لیں گے۔

سید محسن نے قبر کھودنے کا ارادہ کیا۔ غسل فرمایا سفید لباس پہنا اور قبر کو کھودنے کا حکم دیا۔ جب لوگ مٹی کو ہٹا کر لحد کی اینٹوں تک پہنچے تو فرمایا: ٹھہر جاؤ لحد کو میں خود اکھاڑوں گا۔ (پردہ کا انتظام کیا گیا) سید محسن قبر میں اترے جونہی سر مبارک کے اوپر کی اینٹ اٹھائی تو سید محسن وہیں گر گئے۔ ان کے بغلوں کے نیچے سے سہارا دے کر انہیں اٹھایا گیا تو فرمانے لگے: ہائے افسوس! ہائے افسوس!!

ہم کو تو یہ بتایا گیا ہے کہ یزید نے غسالہ عورت کو اور کفن بھیجا تھا لیکن آج سمجھ میں آیا کہ یہ جھوٹ ہے۔

بچی اپنے ہی لباس میں مدفون تھی اور ان کا جسد اطہر پھول کی مانند مطہر تھا۔

میں اس جسد اطہر کو منتقل نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں اسے منتقل کرنے سے ڈرتا ہوں۔ نہر کو یہاں سے ہٹانے کے لئے جتنا خرچ آتا ہے۔ میں دیتا ہوں نہر کو یہاں سے ہٹا دو۔

(پنجم سفر سال ۱۴۱۹، ۸،۳، ۷۷ شمسی تہران میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا)''

یزید ملعون کا جھوٹ بولنا

جناب سکینہؑ کی شہادت نے انقلاب برپا کر دیا اور لوگوں میں انتقام کا جذبہ جوش مارنے لگا تو ڈر کے مارے یزید ملعون نے دوسرے قبیلوں کے سرداروں اور عوام سے جھوٹ بولا کہ:

''قید خانہ میں جس بچی کا انتقال ہوا وہ حسینؑ کی بیٹی نہیں تھی بلکہ کوئی اور تھی''

شام کی عورتیں اور جناب سکینہؑ

علامہ ضمیر اختر نقوی فرماتے ہیں کہ جب شام کی عورتیں قید خانہ میں اہل بیتؑ سے ملنے آتی تھیں اور ان کے لئے کھانا لایا کرتی تھیں تو جناب سکینہؑ سے باتیں کیا کرتی تھیں ان کے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی آتے تھے تاکہ شہزادی سکینہؑ دل بہلا سکیں۔ شام کی عورتیں آکر کہتی تھیں ؛سکینہؑ! تم پر کربلا میں کیا گزری؟ جناب سکینہؑ پورا واقعہ اپنی زبان مبارک سے سناتی تھیں اور کہتیں: کہ کربلا میں ہمارے ساتھ یہ ظلم ہوا تھا فلاح ظلم ہوا تھا ہمارا چھوٹا بھائی علی اصغرؑ تھا وہ بھی مارا گیا شام کی عورتیں بہت گریہ کرتی تھیں اور اپنے شوہروں کو جاکر بتاتی تھیں۔

لیکن ایک روز شام کی عورتیں آکر کہتی ہیں: اے سکینہؑ آؤ ہمیں کربلا کی کہانی سناؤ لیکن کوئی جواب نہ ملا پھر آواز دی کہ آؤ سکینہؑ ہم سب سے خفا ہو گئی ہو؟ مگر کوئی جواب نہیں ملا کچھ دیر بعد زنجیر کی جھنکاروں کی آواز آئی وہ آواز امام سجادؑ کے پاؤں میں پڑی بیڑیوں کی تھی آپ درِ زندان پر آئے اور کہا: اے شام کی رہنے والیو! جو کربلا کی کہانی سناتی تھی وہ سکینہؑ اب اس دنیا میں نہیں رہی اب وہ کبھی درِ زندان پر نہیں آئے گی۔ (احسان وایمان، ص۱۶۴۔)''

تاریخ شہادت

جناب سکینہؑ کی تاریخ شہادت ۱۳ اصفر ۶۱ھ بروز پیر بمطابق ۱۲ نومبر ۶۸۰ء ہے۔

جناب ربابؑ کا خواب

روایت ہے کہ جناب سکینہؑ کی شہادت کو چار دن پورے ہی ہوئے تھے کہ پانچوں دن سید سجادؑ کو دربار میں طلب کیا گیا۔ جناب زینبؑ آگے بڑھیں اور امام سجادؑ سے کہا: بیٹا! یزید بہت سنگدل شخص ہے خیال سے دربار میں جانا اور کوئی ایسی بات نہ کہنا جس اس ملعون کو غصہ آجائے اور تمہیں قتل

کر دے۔ امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی! آپ فکر نہ کریں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اچانک جناب ربابؑ اٹھیں اور سید سجادؑ سے کہا: بیٹا جاتے جاتے سکینہؑ کی قبر کو دیکھتے جانا بہت دن گزر گئے ہیں میں سکینہؑ سے اس کی قبر پر ملنے بھی نہیں گئی وہ بہت دکھی ہوگی۔ امامؑ نے رو کر فرمایا: اماں! آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں سکینہؑ نے اس دنیا میں دکھ دیکھے تھے اور وہ اب وہاں اپنے چاہنے والوں کے پاس خوش ہے۔ اور وہ آپ کو روتا نہیں دیکھ سکتی ہے۔ یہ کہہ کر امامؑ دربار کی طرف چل دیئے کہ باہر سے امامؑ کی آواز آئی السلام و علیک یا قرۃ العین سلام ہو تم پر اے ہماری آنکھوں کی نور! اس آواز کے سنتے ہی زندان میں ہائے سکینہؑ ہائے سکینہؑ کا شور بلند ہو گیا اور جناب ربابؑ زندان کے در سے باہر دیکھنے لگیں تا کہ جناب سکینہؑ کی قبر اقدس دکھائی دے ابھی بی بی دیکھ رہی تھیں کہ دربان نے زندان کا دروازہ بند کر دیا اور جناب ربابؑ مایوس ہو کر رونے لگی یہاں تک کہ آپ کو نیند آ گئی اور عالم غشی میں رونے لگیں آپ کو روتا دیکھ شہزادی زینبؑ آگے بڑھیں اور جناب ربابؑ کو اٹھا کر پوچھا کہ کیا بات ہے؟ جناب ربابؑ نے کہا: اے بنت علیؑ ابھی میں خواب دیکھ رہی تھی میرے پاس سکینہؑ آئی تھی حسینؑ اور عباسؑ بھی کھڑے تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ پھیلائے تا کہ وہ میری گود میں آئے تو مجھے دیکھ کر وہ مسکرا دی لیکن گود میں نہ آئی اور اپنے چچا اور بابا کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا شاید اس لئے کہ وہ اپنے چچا اور بابا کو چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن عباسؑ اور حسینؑ کے سمجھانے پر میری گود میں آئی۔ میں نے سکینہؑ کا خیال چھوڑ کر حسینؑ کا دامن پکڑ لیا اور کہا: اے میرے آقا! آپ نے مجھ سے اصغرؑ کو لے لیا سکینہؑ کو تو میرے لیے چھوڑ دیا ہوتا اب بتایئے میں کیسے کیونکر جیوں؟ حسینؑ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا: ربابؑ! زینبؑ کی حالت پر رحم کرو دیکھو اس نے کتنے غم سہے ہیں۔ اس کے بعد سکینہؑ میرے پاس آئی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کیے اور کہا: اماں! دیکھو میں کتنی خوش ہوں، اماں! تم روتی ہوں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے،

جناب زینبؑ نے جب یہ خواب سنا تو دونوں شہزادیاں گلے مل کر رونے لگیں۔ (کربلا والوں کی کہانی ص ۱۵۴ تا

حضرت رقیہؑ دختر جناب عباسؑ

مرحوم منصور الحسن رضوی فرماتے ہیں کہ جناب عباسؑ کی ایک دختر تھیں جن کا نام رقیہؑ تھا ان کو جناب سکینہؑ سے بہت محبت تھے۔ شب عاشورا جب جناب عباسؑ اپنے خیمہ میں تلوار کو صاف کر رہے تھے تب ان کی دختر بھی اس خیمہ میں موجود تھیں۔ جناب رقیہؑ نے پوچھا: بابا! آپ کہاں کی تیاری کر رہے ہیں؟ مولا عباسؑ نے فرمایا: بی بی! حالات کچھ ٹھیک نہیں لگتے شہزادی سکینہؑ کو تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ وہ بڑی نازک مزاج ہیں اگر انہیں طمانچے لگے تو بی بی تم آگے آجانا اور اسے ہر ظلم وستم سے بچانا۔

جناب رقیہؑ نے اپنے بابا کی وصیت کے مطابق عمل کیا اور جب زندان میں جناب سکینہؑ کی شہادت ہوئی تو جناب رقیہؑ نے رو کر کہا: ہائے سکینہؑ! اب تمہارے بعد اس دنیا میں جی نہیں لگتا اور شہزادی سکینہؑ کی غم میں اس قدر روئیں کہ چند دنوں کے بعد شہزادی رقیہؑ کی شہادت ہو گئی۔''

جناب سکینہؑ کی یاد میں

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب کاروان آل اطہارؑ شام سے باہر آیا تو سیدہ زینبؑ اور دوسرے قافلہ والے جناب سکینہؑ کی یاد میں کھو گئے۔ اور انہیں جناب سکینہؑ کی یاد ستانے لگی اس وقت جناب زینبؑ نے عورتوں سے خواہش کی (جو آپ کی سرپرستی میں ماتم کرتی رہی تھیں): اے بیبیو! ہم تم سے جدا ہو رہے ہیں، لیکن ایک چھوٹی سی بچی تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ہم اس شہر میں مسافر تھے اس بچی کی قبر کے پاس آتے جاتے رہنا اور اسے کبھی فراموش نہ کرنا۔

سیدہ زینبؑ اور دوسرے قافلے والوں کو جب تک شام کے در و بام نظر آتے رہے۔ امام حسینؑ

کی مظلوم بچی جناب سکینہؑ کی یاد میں آنسو بہاتے رہے۔ یہ امام مظلومؑ کی ستم دیدہ بچی ہے کہ کاروان کے شام میں داخل ہوتے وقت بلبل اہل بیتؑ تھیں۔

یہ ہمیشہ اپنے بابا کو یاد کرتی رہتی تھیں لیکن اب خاموش ہو چکی تھیں اور ابدی نیند سو کر کاروان اہل بیتؑ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بچھڑ گئی تھیں۔ (سوگ نامہ آل محمدؐ، ص ۶۴۵)''

دوسری روایت میں ہے کہ جناب زینبؑ نے شام کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے اہل شام! ہم ایک امانت اس قید خانے میں چھوڑ کر جا رہے ہیں جب تم اس بچی کی قبر پر جانا جو اس دیار غریب میں مدفون ہے اس کی قبر پر پانی ڈالنا اور چراغ جلانا۔ (ریاض القدس، ج۲، ص ۲۳۷)''

جناب زینبؑ قبر امام حسینؑ پر

شیخ علی فلسفی لکھتے ہیں کہ جب اہل بیتؑ روز اربعین کربلا میں وارد ہوئے تو جناب زینبؑ نے امام حسینؑ کی قبر اقدس کے پاس بیٹھ کر بین کئے اور فرمایا:

''اے میرے بھائی! تم نے جن بچوں کی سرپرستی مجھے سونپی تھی، میں ان امانتوں کو اپنے ساتھ لے کر آئی ہوں، سوائے تمہاری بیٹی سکینہؑ کہ جسے ہم شام کے قید خانے میں دفن کر آئے ہیں''۔

(حضرت رقیہؑ، تالیف علی فلسفی، ص ۴۷)''

مدینہ میں جناب سکینہؑ کی یاد!

روایت میں ہے کہ جب جناب زینبؑ کاروان اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ لوٹ آئیں تو مدینہ کی عورتیں آپ کو تعزیت دینے کے غرض سے آپ کے پاس آتی تھیں۔ جناب زینبؑ ان کے لیے کربلا و شام کے مصائب بیان کرتی تھیں ان مجلسوں میں شہداء پر شدید گریہ ہوتا تھا۔ ایک دن جناب زینبؑ جناب سکینہؑ کو یاد کر کے فرماتی ہیں: زندان شام میں سکینہؑ کی شہادت نے میری کمر توڑ دی اور اس

مصیبت سے میرے بال سفید ہو گئے۔ مدینہ کی عورتوں نے جب یہ سنا تو انہوں نے جناب سکینہؑ کے مصائب پر گریہ کیا۔ (ناسخ التواریخ، ص ۵۰۷، کتاب حضرت رقیہ، تالیف علی فلسفی کے نقل کے مطابق)''

جناب ربابؑ کی شہادت

جناب سکینہؑ کی والدہ گرامی جناب ربابؑ کربلا میں اپنے والی حضرت امام حسینؑ کی قبر اقدس پر یہ عہد کر کے آئی تھیں کہ کبھی سایہ میں نہیں بیٹھے گی۔

قید خانہ شام سے رہائی کے بعد جناب ربابؑ کاروان اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ میں آئی اور ہر بی بی سایہ میں بیٹھ گئی لیکن جناب ربابؑ سایہ میں نہیں بیٹھیں اور آپ ہمیشہ صحن میں بغیر فرش کے کھلے آسمان کے نیچے بیٹھی اپنی والی کیلئے روتی تھیں یہاں تک کہ کوئی عورت آپ کو پرسہ دینے نہیں آتی تھی جب امام سجادؑ نے پرسہ نہ دینے پر اعتراض کیا تو عورتوں نے سید سجادؑ سے کہا: ہم کیا کریں آپ کی ماں ربابؑ سارا دن دھوپ میں بیٹھی ہیں اور ہم دھوپ میں بیٹھ کر انہیں پرسہ نہیں دے سکتے۔

ہر موسم میں جناب ربابؑ کھلے آسمان کے نیچے بیٹھیں رہتی تھیں۔ ایک رات مدینہ میں اتنی تیز بارش ہوئی کہ شہزادی زینبؑ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائیں اور دیکھا کہ جناب ربابؑ صحن میں بیٹھیں ہیں اور بارش کی وجہ سے سارے کپڑے بھیگ چکے ہیں۔ جناب زینبؑ نے جناب ربابؑ کو آواز دے کر فرمایا: ربابؑ! اندر آجاؤ کتنی تیز بارش ہو رہی ہے دیکھو تم بھیگ جاؤ گی۔ جناب ربابؑ نے کہا: شہزادی! یہ تو پانی کے قطروں کی بارش ہے کربلا میں میرے والی پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔

جناب زینبؑ نے سید سجادؑ کو بلایا اور فرمایا: بیٹا! ربابؑ اندر نہیں آرہی جاؤ ماں کو اندر بلا کہ لاؤ۔

امام سجادؑ جناب ربابؑ کے پاس تشریف لائے اور کہا: اندر چلئے ماں! جناب ربابؑ نے فرمایا: سجادؑ! بیٹا بن کر حکم دے رہا ہے یا امامؑ بن کر؟ سید سجادؑ نے رو کر کہا: آج میں امامؑ بن کر آپ کو حکم دے رہا ہوں

۔پس یہ سننا تھا کہ جناب ربابؑ نے ایک مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا اور دعا مانگی: اے پالنے والے! کربلا میں میں اپنے والی سے وعدہ کر کے آئی تھی کہ سائے میں نہیں بیٹھوں گی اگر سائے میں بیٹھوں گی تو عہد ٹوٹ جاتا ہے اور اگر نہیں بیٹھوں گی تو حکم امامت کی خلاف ورزی ہوگی۔ پس مجھے اس دنیا سے اٹھا لے تاکہ عہد بھی پورا ہو جائے اور حکم امامت بھی۔ جناب ربابؑ غش کھا کر گر پڑیں اور اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ جناب زینبؑ نے چیخ ماری اور کہا: بیٹا! دیکھو میری ربابؑ کو کیا ہوا؟ پس امامؑ نے پلٹ کر کہا: پھوپھی میری ماں چلی گئی۔ (کربلا امام زمانہؑ اور ہماری زمہ داریاں، ص ۱۴۶)"

جناب ربابؑ اور غم امام حسینؑ

کوفہ و شام کی تشہیر اور زندان شام کی اسیری سے رہائی کے بعد جناب ربابؑ قافلہ کے ہمراہ مدینہ تشریف لائیں تو امام حسینؑ کا غم ان کی زندگی کا نصب العین بن گیا۔

روایت میں ہے کہ جناب ربابؑ کو خوشبو (جون) دی گئی کہ امام حسینؑ کی مجلس میں اسے استعمال کریں۔ تو انہوں نے فرمایا ہم شادی میں حصہ نہیں لے رہے ہیں ہم یہ کیا کریں گے۔ پھر ان عورتوں کو جو یہ خوشبو لائی تھیں نکلوایا جب یہ عورتیں گھر سے باہر نکلیں پتہ نہیں چلا کہ کدھر غائب ہو گئیں ۔(حضرت ربابؑ، ص ۴۸)

روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں واقعہ شہادت سے حضرے ربابؑ کے تاثرات اور ان کے مجلس غم کرنے کا کیفیت کا عام طور پر چرچا رہا ہوگا۔ بنی امیہ غم کے تاثرات مٹانے میں کوشاں تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بنی امیہ کی عورتیں شماتت و نمک پاشی کیلئے مجلس میں آئیں اور ہدیہ میں خوشبو پیش کرنے لگیں جس پر حضرت ربابؑ نے فرمایا کہ یہ کوئی محفل عقد نہیں یہ مجلس غم ہے یہاں خوشبو کا کیا کام ہے ان کو ان کا یہ فعل ناگوار معلوم ہوا اور آپؑ نے ان شرارت و خباثت نفس کی بنا پر اپنی کنیزوں کو حکم دیا

کہ انہیں گھر سے نکال دیں یہ غیر عورتیں غیر معروف گھرانے کی تھیں اور یہ اندیشہ ہوا ہوگا کہ کہیں بنی ہاشم سے ان کو گزند نہ پہنچے وہ جلد اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں اور بعد میں جب لوگ ڈھونڈنے آئے تو پتہ نہ چلا کہ کہاں غائب ہو گئیں۔

تاریخ میں یہ بھی درج ہے بعض اشراف نے انہیں عقد کا پیام بھی دیا معلوم نہیں یہ کون اشراف تھے جو غمزدہ مبتلائے آلام و خاک بسر کو عقد کا پیام دیتے تھے۔ جو زندگی کی لذت کھو چکی تھی اور جو موت کے انتظار میں جی رہی تھی۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی امیہ کی شرارت تھی کہ ان کو دل کا دکھانے کے لئے بجائے تعزیت و شرکت غم کے شادی کا پیغام دے کر ان کے جذبہ غم کو ہنسی اڑاتے تھے۔

ورنہ جناب ربابؑ کا سن و سال اور شوہر و بے شیر (اور پھر قید خانہ میں جناب سکینہؑ کی شہادت) کے صدمے سے جوان کی حالت ہوگئی تھی اس کی بنا پر ذہن بھی نہیں جا سکتا تھا کہ ان سے عقد کی خواہش کی جائے گی۔ (حضرت ربابؑ، ص ۵۱)

ایک مومن کا خواب

بعدِ کربلا امام زین العابدینؑ ۴۰ سال تک زندہ رہے اور جب تک زندہ رہے تب تک اپنے بابا کے غم میں گریہ فرماتے رہے۔ آپؑ کے پاس جب بھی پانی لایا جاتا تھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو جاتے تھے اور آپؑ کو اپنی ننھی بہن جناب سکینہؑ کی یاد آجاتی تھی تو اسوقت آپ اتنا گریہ فرماتے تھے کہ پوری ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

آیۃ اللہ حسین بخش جاڑا فرماتے ہیں کہ ایک مومن سے امام زین العابدینؑ نے عالم خواب میں پوچھا: کہ تم میرے بابا کو کس قدر روتے ہو؟ تو اس مومن نے جواب دیا: سارا سال روتے ہیں جب بھی فرش عزا بچھایا جائے۔ اس موقعہ پر امامؑ نے فرمایا: کہ تم اگر اتنا روؤ کہ تمہارے آنسوؤں کا پانی بہتا ہوا دریا بن

جائے تو بھی میری کمسن بہن سکینہؑ کی ایک مصیبت کا بھی بدلہ نہیں ہوسکتا ہائے وہ کس قدر طمانچے سہتی رہی اور کس قدر مصیبتیں برداشت کرتی رہی۔ (گلزار خطابت، ص۴۷۱، مجلس ۹)''۔

عزاداری میں شرکت کرنا

اکثر علماؤں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی کسی عزادر کے گھر میں محرم الحرام کے مہینے میں مجلس برپا ہوتی ہے تو جناب زینبؑ جناب سکینہؑ کو اپنے ساتھ شام سے اس عزادر کے گھر لے کر جاتی ہیں۔تو جناب سکینہ سلام اللہ علیہا ان روتے ہوئے عزادروں کو دیکھ کر اپنے پھوپھی جان سے پوچھتی ہیں: پھوپھی اماں! یہ کون ہیں اور کیوں رو رہے ہیں؟ تب ثانی زہراؑ جواب میں فرماتی ہیں: میری پیاری بیٹی! یہ ہمارے محبّ و عزادار ہیں یہ ہمارے غم میں رو رہے ہیں۔

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا رو کر فرماتی ہیں: پھوپھی اماں! پھر تو اگر یہ کربلا میں موجود ہوتے تو اماں! مجھ کو طمانچے نہ لگتے!! ہمارے بابا کو قتل نہ کیا جاتا!!!

سفید بال کمسنی میں

تاریخ میں دردناک روایات ملتی ہیں کہ بعد کربلا جناب سکینہؑ کے جن کا سن صرف ۴ سال کا تھا، بال مبارک پوری طرح سفید ہو چکے تھے۔روایت سے پہلے اگر عقل انسانی کی طرف آجائیں تو اس بچی کے بال کیسے نہ سفید ہوں جس نے کربلا کا قیامت خیز ہولناک منظر اپنی ننھی آنکھوں سے دیکھا۔اللہ پاک فرماتے ہیں کہ قیامت کا منظر ایسا ہوگا کہ بچے بھی بوڑھے ہوجائیں گے۔پھر کربلا کا منظر بھی قیامت سے کم نہ تھا۔اس معصومہ کو شمر نے اتنے طمانچے مارے کے سارا چہرہ ضعیف ہوگیا اس کے علاوہ پانی، غذا کا نہ ملنا، چچا، بھائیوں، بابا کا غم، سفر کی صعوبتیں، تکلیفیں اس ننھی سی عمر میں جناب سکینہؑ نے

سہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپؑ ننھی سی عمر میں ضعیفہ ہو گئیں۔ کہتے ہیں کہ انسان کو تین دن سے زیادہ بھوکا اور پیاسا نہیں رکھا جا سکتا کیوں کہ وہ چوتھے دن ہی مر جائے گا لیکن اس معصومہؑ نے برسوں کی بھوک و پیاس کو برداشت کیا۔ یہ عشق الٰہی ہی تھا جس کی وجہ سے جناب سکینہؑ جی رہی تھیں ورنہ آپؑ کی ظاہریت بتا رہی تھی کہ آپؑ بالکل زندہ لاش ہو چکی ہیں اور صرف دین کی خاطر جی رہی ہیں۔

جناب سکینہؑ کی قبر مبارک کی نئے سرے سے تعمیر کا ذکر ہو چکا ہے لیکن دوسرے روایت کچھ اس طرح ملتی ہے کہ شام میں ایک کپڑوں کا تاجر رہتا تھا۔ ایک رات اس نے بڑا دردناک خواب دیکھا کہ ایک ننھی بچی اس سے فرما رہی ہے کہ میری قبر میں پانی بھر چکا ہے مجھے کسی اور جگہ پر منتقل کرواؤ ں۔ اس نے پوچھا: تم کہاں ہو (قبر کہاں ہے)؟ اس معصومہؑ نے فرمایا: تمہارے گھر کے بالکل نزدیک ہوں۔ وہ تاجر اٹھا اور اس نے خواب کو نظر انداز کر دیا لیکن جب متواتر تین رات اس نے یہ خواب دیکھا تو اس نے اپنی بیوی کو جگایا اور سارا ماجرا سنایا۔ تاجر اور اس کی بیوی نے قبر مبارک کو کھودنے کا کام شروع کیا کہ اچانک جسد مبارک ظاہر ہونے لگا۔ بیوی نے کہا: ٹھہرو میں ایک بچی کے چہرے کو جو پھول کی مانند ہے دیکھ رہی ہوں، یہاں دیوار لگا لو اور تم دور ہو جاؤ تا کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔ اس تاجر نے ایسا ہی کیا۔ قبر کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اور جناب سکینہؑ کے جسد مبارک کو دفن کرنے کے بعد وہ عورت (تاجر کی بیوی) رونے لگی۔ تاجر نے سوال کیا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نے ایسا خوبصورت اور معصوم چہرہ کبھی نہیں دیکھا یہ بچی ۴ سال کی عمر میں اس دنیا سے چلی گئی۔ تاجر نے کہا: ہاں! اس عمر کی تو دوسری بچیاں بھی کوچ کر جاتی ہیں اس قدر رو کیوں رہی ہوں؟ اس نے جواب دیا: ہاں! لیکن اس معصوم بچی کے چہرے پر طمانچوں کے بہت سے نشان تھے اس کے نازک کانوں سے تازہ خون بہہ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے گوشوارے اتارے ہوں، اس کا سارا جسم زخمی اور چور چور تھا جیسے وہ ایک طویل مدت تک قیدی بنی ہو۔ اس عورت نے چیخ مار کر یہ کہا: ہائے یہ وہ پہلی بچی تھی جس کے بال پوری طرح سفید

تھے اور وہ بھی اس ۴ سال کے سن میں۔

یہ سن کر تاجر زمین پر گر پڑا اور رو کر کہا: میں اسے جانتا ہوں۔ عورت نے کہا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ اس نے رو کر کہا: یہ سکینہؑ بنت حسینؑ ہے۔

سیف بن عمیرہؓ کے اشعار

امام جعفر صادقؑ اور امام موسیٰ کاظمؑ کے بزرگ صحابی سیف بن عمیرہ کے پُر درد اور سوز ناک قصیدے میں ایک جگہ جناب سکینہؑ کا بھی تذکرہ ہے

ورقیه رق الحسود لضعفها

وغدا لیعذرها الذی لم یعذر

لم انسها وسکینة و رقیه

یبکینة بتحسر و تزفر

(سیاہ پوشی در سوگ آئمہ نور، ص ۳۲۰، منتخب طریحی، ج ۲، ص ۴۴۷ سے منقول)

جناب سکینہؑ کے روضہ مبارک پر کھلونے

کہتے ہیں کہ جناب سکینہؑ کے روضے مبارک پر جب بھی لوگ جاتے ہیں اپنے ساتھ مختلف قسم کے کھلونے لے کر جاتے ہیں، یہ رسم چودہ سو سال سے چلی آ رہی ہے جب جناب زینبؑ نے شام کی عورتوں سے یہ کہا تھا کہ ہماری بچی سکینہؑ یہاں مدفون ہے کبھی کبھی اس کی قبر پر آ کر چراغ جلا دینا اور اپنے ساتھ کچھ بچوں کو بھی اس معصوم کی قبر پر لے کر آنا تا کہ اس کا دل بہل جائے۔ وہ شام کے بچے اپنے ساتھ جناب سکینہؑ کی قبر پر کھلونے لے کر آتے تھے۔ یہاں پر ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

مداح اہل بیتؑ عصمت وطہارت آقای حاج اسد اللہ سلیمانی نقل کرتے ہیں مرحوم حسن ذوالفقار مداح تہرانی سے اور شاعر اہل بیتؑ عصمت وطہارت آقای غلام رضا سے ' کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک کسی (شخص) سے یہ واقعہ سنا کہ وہ کہتا ہے کہ جناب رقیہ (سکینہؑ) کی زیارت کیلئے میں شام گیا ہوا تھا اور ایک روز میں بی بی کے حرم مطہر میں کھڑا تھا اور زیارت پڑھنے میں مصروف تھا کہ میں نے

دیکھا ایک سفید پارچہ جناب سکینہؑ کی ضریح مقدس پر ایک بچی لائی تھی میں جلدی سے آگے بڑھا اور کہا:
اے بیٹی! تم کیا چاہتی ہو؟ بچی کے لب ہلے اور میں نے دیکھا اس کی زبان آذری تھی وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ آئی تھی۔ میں نے کہا: ہم سب یہاں جناب سکینہؑ کیلیئے کھلونے لاتے ہیں اور تم کیوں یہ سفید کپڑا لائی ہو؟ وہ بولی: جناب سکینہؑ کے پاس کفن نہیں ہے میں ان کیلیئے کفن لائیں ہوں

اس واقعہ میں بیان کرنے والے نے کھلونوں کا ذکر کیا ہے کھلونوں میں زیادہ تر لوگ چھوٹی گڑیا لے کر آتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب سکینہؑ ۳ یا ۴ سال کی تھی جب بھی تو ان کے روضے مبارک پر کوئی بھی جاتا ہے اپنے ساتھ کھلونے لے جاتا ہے اور جناب سکینہؑ کو بطور ہدیہ پیش کرتا ہے ۔ گویا وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ شہزادی آپؑ کے بابا کے بعد کسی نے آپ کا دل نہیں بہلایا کسی نے آپ کے سر پر دست شفقت نہیں پھیرا بلکہ شفقت کرنے کے بجائے آپ کو طمانچے تاریانے اور نیزے مارے گئے شہزادی آپ کے غلام حاضر ہیں اور آپ کیلیئے اپنا ناچیز ہدیہ لے کر آئے ہیں قبول فرمایئے۔

زیارت مفجعہ

زیارت مفجعہ میں جناب سکینہؑ پر سلام کیا گیا ہے کسی بھی پریشانی کے حل کیلیئے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حضور نماز کے بعد یہ زیارت جسے ۱۴ سلام بھی کہتے ہیں پیش کریں اور بی بی کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔

السلام علیک یا اباعبداللہ السلام علیک یا بن مکة و منیٰ
السلام علیک یا بن زمزمة و الصفا السلام علیک
و علیٰ زینب التقیة و کلثوم الرضیة و علیٰ سکینة المبنیة
السلام علیک وفاطمة و رقیة السلام علیک وعاتقة و

صفية السلام علىٰ نساء المخفية السلام علىٰ بنات
الهاشمية السلام علىٰ سادات العلوية السلام عليكم
جميعا ورحمة اللّٰہ و برکاتہ

جناب سکینہؑ کی حیات مبارکہ پر کتابیں

جناب سکینہؑ عرب ممالک میں رقیہ نام سے مشہور ومعروف ہیں لہٰذا ان کتابوں میں زیادہ تر جناب سکینہؑ کو رقیہ نام سے یاد کیا گیا ہے۔

کتب فارسی

۱۔ حضرت رقیہ، شیخ علی فلسفی
۲۔ستارہ درخشان شام حضرت رقیہؑ، شیخ علی ربانی خلخالی، ق
۳۔سرگذشت جانسوز حضرت رقیہؑ، علامہ محمد محمدی اشتہاردی
۴۔دختری درفراق بابا، روح الدین دریکوند
۵۔زندگانی حضرت رقیہ، صادق طالبی
۶۔ودیعہ کربلا حضرت رقیہ بنت الحسینؑ، مجیدز جاجی کاشانی
۷۔حضرت رقیہ چاووش کربلا، سید مجتبیٰ موسوی زنجانی رودی
۸وفات حضرت رقیہؑ، ملوک سادات میر فندرسکی
۹۔سکینہ بنت الحسینؑ، علی دخیل
۱۰۔ستم ھای رقیہؑ از مدینہ تا شام، علی اکبر محمدی
۱۱۔مقتل رقیہؑ، محمد علی قاسی
۱۲۔داستان غم انگیز حضرت رقیہؑ، علی شیرازی
۱۳۔داستان ھای از حضرت رقیہؑ، شھید احمد میر خلف زادہ، قاسم میر خلف زادہ
۱۴۔۲۰۰ داستان از کرامات ومصائب حضرت رقیہؑ، عباس عزیزی
۱۵۔بزرگترین دختر عالم، سید مہدی شجاعی
۱۶۔قاصدک کربلا حضرت رقیہؑ، محبوبہ زارع

۱۷،خورشید خرابہ شام،علی موحد ابطحی

۱۸،اسیر کوچک،مریم صباغ زادہ ایرانی

۱۹،ستارہ صحرا،الھہ نظام آبادی

۲۰،اشکی بر سہ سالہ،محمد حایری تتار

۲۱،دختر خورشید،جواد نعیمی

۲۲،رقیہ خوش زبون،رضا علی نیا

۲۳،خدای مھربون حضرت رقیہؑ،مہدی سلمان

۲۴،رقیہ در خرابہ،حسین صبوری

۲۵،ازغریبہ ھامی ترسم، طاہرہ ابید

۲۶،رحلت خون انگیز حضرت رقیہؑ،مریم غیور مطلق

۲۷،رقیہؑ دختر حسینؑ،سید محمد خسرو وسید رضا مؤید

۲۸،رقیہؑ عبرت تاریخ،اقدس کاظمی

۲۹،صدای عدالت خواھی حضرت زینبؑ ورقیہؑ،علی اصغر عطایی خراسانی

کتب عربی

۱، انا رقیہ بنت الحسینؑ،عباس صفار

۲،الطفلة الشھید ة،محمد نور الدین

۳،کرامات السیدة رقیہؑ ،ابو الفضل کاشانی

۴،السیدة رقیہ بنت الحسینؑ،عامر الحلو

۵،قصہ السیدة رقیہؑ ،محمد باقر ناصری

۶ سکینہ بنت الحسینؑ،ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی

۷ السیدة سکینہؑ،مرحوم عبد الرزاق مقرم

کتب اردو

سیدہ سکینہؑ، علامہ فروغ کاظمی

سکینہؑ بنت الحسینؑ،سید آغا مہدی لکھنوی

سکینہ سکینہؑ ہے، ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی

جناب سکینہؑ کی
طول حیات اور عقد کی رد
میں جوابات

امام حسینؑ کی ایک صاحب زادی کا قید خانہء شام میں انتقال کرنا اسی طرح مشہور ہے جس طرح تین دن کی پیاس، بہتر (۷۲) نفوس کی قربانی اہل حرم کی اسیری، کوفہ اور دمشق کے قید خانہ میں ایک مدت تک قید رہنا۔

چنانچہ زندان شام کی روایت کے حسب ذیل ناقل ہیں

۱۔ صاحب کنز العباد ۲۔ ملا حسین واعظ کاشفی المتوفی (۹۱۰ھ)

۳۔ فخر الدین بن طریح نجفی المتوفی ۱۰۸۵ھ ۴۔ ابن عصفور علیہ الرحمہ

۵۔ نظم الاحزان ۶۔ سید محمد مہدی بن محمد جعفر موسوی

۷۔ ملا حسین یزدی ۸۔ ملا محمد تقی برغانی المتوفی ۱۲۶۴ھ

۹۔ محمد ابراہیم بن محمد اسماعیل اصفہانی الذی کان حیالی الی ۱۲۷۰ھ

۱۰۔ الحاج سید اسماعیل حسینی یزدی الذی کان حیالی الی ۱۲۸۲ھ

۱۳ اجوہری مؤلف طوفان البکاء ۱۴ انوروز علی بن الحاج محمد باقر البسطامی

۱۵ امنشی کنور سین مؤلف ریاض الشہداء طبع ۱۲۹۱ھ

۱۶۔ محمد حسین بن محمد علی بن الحاج محمد بیگ بن آقا علی کماچی

۱۷۔ علامہ محمد باقر بن عبدالکریم دہدشتی اصفہانی نجفی

شام میں شہادت کی روایت میں دختر کا نام کیوں نہیں؟

چونکہ اس روایت میں صاجبزادی کا نام درج نہیں ہے اس لیے احتمالات اور ذاتی رائے کی گنجائش

پیدا ہوئی۔ایسا کیوں ہوا؟

بنی امیہ کا وہ شجرۂ خبیثہ جڑیں پکڑ رہا تھا جس کے سایہ میں معاذ اللہ جناب سکینہؑ کے دو دو تین تین عقد شہرت دیئے جا رہے تھے۔اور غیر شیعہ مؤلف ابولفرج علی بن الحسین بن محمد اصفہانی بغدادی نے جو آخری خلیفہ بن امیہ مروان کا چشم و چراغ تھا۔جناب سکینہؑ بنت الحسین کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔اور اس کا دلی مقصد تھا کہ سکینہؑ کی زندگی واقعہ کربلا کے بعد ثابت کر کے (معاذ اللہ) ان کی طرف خلاف حقیقت اور خلاف شان باتوں کی نسبت دی جائے۔

یہ ملحوظ رہے کہ اس مؤلف نے ۳۵۶ھ مین انتقال کیا اور اس کو اہل سنت اپنے زمانہ میں (اکذب الناس) "سب سے زیاد جھوٹا" کہتے آئے ہیں اور وہ شرمناک واقعات اس دشمن تہذیب نے اپنی کتاب آغانی میں درج کئے ہیں جو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔اس کتاب میں عرب کے گویوں کا تذکرہ ہے۔

اس پُر آشوب دور میں اگر سنی حق نواز یا شیعہ کے قلم سے اس صاحبزادی کے نام کا ظہار ہوتا تو وہ روایت کتابوں میں کب رہ سکتی تھی اور سکینہ کی وفات کا اعلان کیونکر باقی رہتا (یعنی اس دشمن کا مقصد یہ تھا کہ کوئی بھی جناب سکینہؑ کی زندان میں شہادت کا قائل نہ رہے اور آپ کی طول حیات کے قائل ہو جائیں اور پھر جب طول حیات کے قائل ہو جائیں گے تو یقیناً پھر ان کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جو کچھ کتاب آغانی میں ہے وہ سب کچھ (معاذ اللہ) صحیح ہے)

دختر سہ سالہ کا نام کیا تھا؟

اصل روایت میں نام نہ ہونے سے کچھ اہل قلم نے تو اسی رویہ پر اکتفا کیا جو پہلے راوی نے اختیار کیا تھا اور نام کی تحقیق پر توجہ نہ کی اور ذاتی رائے کو استعمال کیا۔انہوں نے یہ ذاتی رائے کا سلسلہ

شروع کیا اور زینب، زبیدہ، رقیہ، فاطمہ جو جس کی سمجھ میں آئے وہ نام تجویز کئے۔۔

علامہ محمد حسین بن عبداللہ شہرابی ارجستانی علیہ الرحمہ نے اس صاحبزادی کا نام زبیدہ قرار دیا ہے

(ملاحظہ ہو انوار المجالس باب نہم مجلس ہفتم ص ۲۶۹ طبع نجف اشرف جز دوم ۱۳۴۴ھ)

علامہ سید محمد مہدی ابن محمد جعفر موسوی نے اپنے عربی مقتل میں زندان شام کی روایت سے فاطمہ بنت الحسین کو مراد لیا ہے ان کی عبارت یہ ہے **الروضة الرابعة و الاربعون من رياض المصائب في ذكر وفات فاطمة بنت الحسين في شام** (ریاض المصائب، ص ۴۰۷)

کنز المصائب کے مؤلف نے اپنی کتاب کی بائیسویں مجلس میں اہل بیت حرم کے شام میں پہنچنے کے سلسلے میں اس دختر کو رقیہ خاتون کے نام سے یاد کیا ہے (کنز المصائب، ص ۳۵۵)

ملا حسین یزدی ایک دوسرے عالم جلیل نے بھی اسی کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔

(انوار الشہادۃ، ص ۱۵۳)

محقق خبیر حاج سید اسماعیل حسینی کردی اردکانی نے بھی مجالس الوعظین کی مجلس بست و چہارم میں اس صاحبزادی کا نام رقیہ قرار دیا ہے۔ فاضل بسطامی نے بھی زندان شام میں دختر امامؑ کے انتقال کو رقیہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

رقیہؑ وہ صاحبزادی ہیں جن پر رخصت آخر کے وقت امامؑ کا خصوصی سلام وارد ہے۔ اور پھر دربار یزید میں شمر نے اشارہ کر کے بتایا ہے اور نوحہ جناب زینبؑ میں ہے **اخي بنتك الاخرى رقيه ضمها** . (عبائر الانوار جلد دوم ص ۲۹ مطبع صادق پریس لکھنو) علماء اور مقاتل کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اصل روایت تو اپنی جگہ باقی ہے جس میں محقق کی نظر میں بمقام زندان جس دختر کے انتقال کے قرائن پائے گئے اس نے اپنی رائے کے موافق اس کو اختیار کیا۔

زندان شام میں وفات سکینہؑ کے کون لوگ قائل ہیں؟

مقاتل کے مرقومہ بلا اختلاف کو سامنے رکھ کر کچھ ایسے افراد بھی نظر آئے جنہوں نے ان میں کسی قول کو ترجیح نہ دی اور وہ حضرت سکینہؑ کی وفات کے قائل ہو گئے۔

۱۔ مقتل ابن عصفور علیہ الرحمہ ۲۔ زاد العاقبت ۳۔ نظم الاحزان

یہ کتابیں اس مقصد کے اظہار کے لئے بہت نمایاں ہیں۔ اور زاد العاقبت غالباً سید علی اظہر کربلائی کی بہت ہی قدیم کتاب ہے جو خلاصۃ المصائب کا ماخذ اور مصدر ہے اور ابن عصفور کی مدح میں جوان سے بھی مقدم تھے۔ رجال میں اچھے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عین البکاء یہ مقتل اخبار ضعیفہ سے خالی ہے، محمد حسین بن محمد علی بن الحاج محمد بیگ ابن آقا علی نقی کہماچی نے اپنی کتاب اخبار ماتم کی مجلس ۴۳، ص ۱۰۱۴ طبع رامپور میں بھی زندان شام کی روایت کو ذمہ دارانہ الفاظ میں نقل کیا ہے۔

زندان شام خبر انتقال کا ماخذ

جن اہل قلم نے قید خانہ شام میں ایک دختر کی رحلت تسلیم کی ہے ان میں پہلا ترجمان ملا حسین بن علی کاشفی المعروف بالواعظ البیہقی السبز واری ہیں۔ دوسرا واقعہ نگار شیخ فخر الدین طریح نجفی علیہ الرحمہ ہیں موصوف کے الفاظ یہ ہیں۔

كانت لمولانا الحسين عليه السلام بنت عمرها ثلث سنين فعظم ذللک واسروحشت لابيها

"ہمارے مولا امام حسینؑ کی ایک صاحبزادی تھی جن کی عمر تین برس تھی۔ ان پر مصیبت زندان بہت ہی سخت ثابت ہوئی اور وہ باپ کو یاد کر کے گھبراتی تھی"۔

پہلی عبارت اس مؤلف کی ہے جس کو عام طور پر حضرات اہل سنت اپنے فرقہ کا ایک جلیل القدر

فرد سمجھتے ہیں اور کاشفی کا انتقال ۹۱۰ھ میں ہوا۔ اور دوسری عبارت ایک شیعہ مجتہد کی ہے جس کی وفات ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ عصر حاضر میں جو مقتل باقی ہیں ان میں زیادہ سے زیادہ قدیم حوالہ انھیں دو کتابوں کا دستیاب ہوسکتا ہے اور ان دو کتابوں کے مصادر آج سے پانچ سو برس پہلے کا لٹریچر ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ کنز العباد جس سے روایت وفات سکینہؑ ماخوذ ہے۔ کاشفی سے قریب العہد تھا یا اس کو زیادہ زمانہ گزر اتھا۔ لیکن سنی شیعہ ہردو مصنفین کا اس صاجبزادی کے نام کو ظاہر نہ کرنا بتاتا ہے کہ راوی ترجمانی میں آزاد نہ تھا۔

اس خیال میں قوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم حالات سکینہؑ کے پہلے ناقل ابوالفرج اصفہانی کی وفات ۳۵۶ ہجری میں پاتے ہیں۔ اس کا زمانہ کاشفی اور طریحی سے بہت پہلے تھا۔ لہٰذا جو فضا ابوالفرج نے مکدر کر دی تھی اس میں کسی راوی کا یہ اعلان کہ سکینہؑ نے قید خانہ شام میں انتقال کیا نا ممکن تھا اور اس اکثریت میں کون اس آواز کو سنتا اور زندان شام کی روایت کو صفحہ قرطاس پر کہاں رہنے دی جاتی۔ آج ابوالفرج کی موت کو ایک ہزار برس گزر چکے ہیں اور اس کی وکالت کرنے والے برابر پیدا ہو رہے ہیں جو صاحب آغانی سے قریب العہد تھے ان کے سامنے اور زیادہ یہ ماحول تھا اس لیے واقعہ کربلا بیان کرنے والوں کیلئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ بغیر نام ظاہر کیے ہوئے مصیبت کو محفوظ کر دیں اور تعین کا بار مستقبل کی نسلوں پر چھوڑ دیں۔

چنانچہ علامہ محمد باقر بن عبدالکریم دہدشتی بہبانی نجفی نے بغیر نام کے زندان شام کی روایت کو ص نمبر ۴۸ میں پیش کیا ہے۔ شہید ثالثؒ اور مولانا محمد تقی برغانی نے بھی نام کی صراحت نہیں فرمائی۔ مجالس علویہ زبان اردو کا ایک باوقار مقتل بھی اسی راہ کا سالک ہے

(سکینہ بنت الحسینؑ، ص ۲۰،۲۴ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ)

الزامات کے جوابات

جناب سکینہؑ جب وقت رخصت اپنے بابا کے سامنے رو رہی تھیں تو امامؑ نے بیٹی سے نظم میں گفتگو کی اور طول حزن کی پیشن گوئی کی۔ سیطول بعدی یا سکینہ۔۔۔ اس گفتگو میں امام حسینؑ ایسے صادق نے جناب سکینہؑ کو خیر النساء "بہترین نساعالم" کا خطاب دیا ہے۔ اب کس کی طاقت ہے جو سکینہؑ کے دامن عصمت کو داغدار کرے۔ باپ کے لاشے مبارک پر جناب سکینہؑ سے امامؑ کا آخری کلام۔ اس کے بعد راہ کوفہ وسکینہؑ، منزل حمص وسکینہؑ، دربار یزید اور سکینہؑ وہ عنوانات ہیں جن سے جناب سکینہؑ کی حسینی مقصد میں شرکت اور امامؑ سے محبت "محیر العقول صبر وشکیب" "قوانین اسلام کی پابندی" کے قدم قدم پر ثبوت ملتے ہیں۔ اور قید خانہ کی غم آفریں منزل پر پہنچ کر خود سکینہؑ کی زبان سے زندان میں "نماز شب" پڑھنا (مقتل ابواسحاق اسفرائنی) اور یزید سے خواب بیان کرنا تمام مقاتل میں موجود ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر باب مصیبت ختم ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مصائب وآلام کا ایک ترجمان تھا جو دفعتاً خاموش ہو گیا اور یزید مظالم کے دوہرانے میں ایک قلم تھا جو یکایک رک گیا، ایک مسلسل گفتگو تھی جو قطع ہو کر خاموشی سے بدل گئی۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ بظاہر سکینہؑ زندان شام کو اپنی ابدی خوابگاہ بنا چکی تھی اس لیے پھر ان کے واقعات کا فقدان۔ اور کسی ذمہ دار قلم سے، نہ رہائی کے وقت ان کا کوئی ذکر ہے نہ مدینہ پہنچنے میں کوئی تذکرہ ہے نہ سوگواری کا کچھ پتہ ہے یہ خاموشی خالی از علت نہیں ہے (سکینہؑ بنت الحسینؑ، ص ۲۶، ۲۷)

جناب سکینہؑ اور بیان احادیث

ابوالفرج نے جناب سکینہؑ اور ان کی بہن فاطمہ کا سال وفات ایک ہی لکھا ہے یعنی دونوں بہنوں نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ اب جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے فریقین کے راویوں تو کثرت سے علوم

اہل بیت نقل کیا ہے یہاں تک کہ علماء نے پورسند تیار کر لیا ہے۔ فرقہ امامیہ عشریہ کی علم حدیث میں چاروں کتابیں ۱۔ کافی ۲۔ استبصار ۳۔ من لا یحضر الفقیہ ۴۔ تہذیب الاسلام وغیرہ میں کوئی ایک روایت کا بھی سکینہؑ سے نہیں ہے اور روایت کا نہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ قید خانہ شام میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ (سکینہ بنت الحسین، ص ۲۹)

جناب سکینہؑ کی طرف مصعب بن زبیر کا غلط انتساب

قید خانہ شام میں انتقال کی روایات اور پھر طفولیت میں عبادت کا ذوق واضح کر چکا ہے کہ سکینہؑ تاہلی زندگی کے لائق نہ تھیں۔ واقعات کربلا پر خبر رکھنے والا انسان فیصلہ کر سکتا ہے جناب سکینہؑ کی زندگی مصیبتوں میں گزری باپ کی یاد نے ان کا کام تمام کر دیا تھا۔ اگر بالفرض جناب سکینہؑ واقعہ کربلا کے بعد زندہ بھی ہوتیں تو معاذ اللہ ایسے شخص سے وہ کیونکر عقد کرتیں کہ جوان کے خون کا انتقام لینے والے مختارؒ کا قاتل تھا اور جس کے دل میں ان کے قتل کی قرارداد تھی اس کا بھی ایک تاریخی ثبوت ملاحظہ ہو۔

غرالدین علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی معروف با بن اثیر جذری مصعب بن زبیر کے آخری حال میں لکھتے ہیں:

ثم التفت عروه المغیره بن شعبه فاستد ناه فقال له اخبرنی عن الحسین بن علی کیف صنع یا متناعه عن النزول علی حکم ابن زیاد و عزمه علی الحرب فاخبره فقال:

الا ان لی بالطف من ال هاشم

تاسوا فسنوا الکرم التاسیا

اگر معاذ اللہ سکینہؑ بنت الحسینؑ مصعب کے عقد میں ہوتیں تو مصعب واقعہ کربلا کوان سے پوچھتا یا عروہ بن مغیرہ سے اس سے بہتر دلیل عقلی ابطال عقد پر اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس تاریخی فیصلے کے بعد یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیائے اسلام میں سکینہ نامی عورتیں کثرت سے تھیں۔ دختر امام سے پہلے بھی اور بعد بھی کتنی عورتیں سکینہ نامی گزری ہیں۔ سکینہ بنت ابی وقاص، سکینہ کنیز امام زین العابدین، سکینہ بنت خالد بن مصعب وغیرہ تھیں۔ اگر مصعب بن زبیر کے عقد میں کوئی عورت سکینہ نامی تھی تو کیا ضروری ہے کہ وہ دختر امام ہی ہو؟ (سکینہ بنت الحسینؑ، ص ۳۱ و ۳۳)

مزار در شام گواہ اسیری اہل بیتؑ

جناب سکینہؑ جس قید خانہ میں قید ہوئیں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اسی قید خانہ میں اپنے بابا کو روتے روتے جاں دے دی۔ جس طرح جناب عباس کا مزار فرات کے کنارے اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ آپؑ کو یہاں شہید کیا گیا اس حالت میں کہ آپ پانی سے بھرا مشکیزہ معصوم بچوںؑ کے پاس لے کے جا رہے تھے۔ جس طرح حضرت حرؑ کا الگ روضہ آپ کی اپنی غلطی سے توبہ کے بعد اپنی جان امامؑ کے قدموں میں نچھاور کرنے کی گواہی دے رہا ہے۔ اسی طرح شام میں جناب سکینہؑ کی قبر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اہل بیت کو اتنی ذلتوں اور مصیبتوں کے بعد شام کے زندان میں قید کیا گیا جہاں اپنے بابا کو روتے روتے جناب سکینہؑ نے جان دے دی۔

ابوالفرج نے جناب سکینہؑ کی مدینہ میں دفن کی خبر اور مصنوعی روایات پیش کر کے جناب سکینہؑ کی زندگی کو بعد کربلا ثابت کرنے کی کوشش کی اس نے بعد کربلا حیات سکینہؑ کو لکھا اور کچھ مصنوعی روایات کو جناب سکینہؑ کی طرف منسوب کر دیا تا کہ طول حیات ثابت ہو جائے۔ جیسے جناب سکینہؑ کا گھر شعراء کی محفل رہتا تھا، آپ نے بار بار بیوگی کے بعد عقد کیے (معاذ اللہ) اور بھی شرمناک روایات

لکھیں جس سے حسینیت کو متزلزل کر دیا۔ وہ جھوٹا اور کذاب ہے روایت میں ملتا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے پاگل ہو گیا تھا۔ جناب سکینہؑ کی قبر شام میں موجود ہے اور یہ درایت ہے نہ کہ روایت۔ شام میں جو بھی لوگ جاتے ہیں بڑی آسانی سے جناب سکینہؑ کی قبر مبارک انھیں مل جاتی اور ڈھونڈنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ اور آج کے دور میں تو جناب سکینہؑ کی قبر کے اوپر شاندار روضہ مبارک اور گنبد و مینار بھی تعمیر کیا گیا ہے۔

صاحب قاموس سے دو دو باتیں

آغا سید مہدی لکھنوی لکھتے ہیں کہ ابوالفرج اصفہانی نے جس داستان کی بنیاد قائم کی تھی اس کو ان کے ہمنوا سنی عالم ہر زمانی میں سراہتے رہے ہیں اور یہ زبردست کوشش بنی امیہ کی بعض ناواقف شیعہ اہل قلم کیلئے بھی مغالطہ ثابت ہوئی اور یہ افسانے ناسخ التواریخ کے صفحات میں بھی پہنچے۔ سپہر کاشانی کی کوئی بلند حیثیت نہیں ہے جو وہ فرقہ شیعہ پر حجت ہو نہ وہ مقتدین میں ہیں۔ ان کی غفلت کے تاریخ مذکورہ میں اور کتنے نمونے ہیں جو صاحبان بصیرت پر مخفی نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ غفلت تو ہماری ہے اور دشمن کی ہوشیاری کا یہ نمونہ ہے کہ ''قاموس'' لغت کی کتاب ہے اس کا مذہبی چھیڑ چھاڑ سے کوئی تعلق نہیں مگر خاندان رسالت کی تحقیر میں وہ اس قدر بھی آمادہ اور تیار ہیں کہ لغت میں بھی اپنے جذبہ کو نہیں چھوڑتے اور یہ خصوصیات عام خواتین عرب کی تھیں ان کو جناب سکینہؑ کیلئے تسلیم کرتے ہیں سکینہ بنت الحسین بن علی و الطرة السکینة منسوبة الیھا ''جناب سکینہؑ حسینؑ فرزند علیؑ کی دختر ہیں اور ''بالوں کا جوڑا'' جو مشہور ہے وہ انھیں کا ہے''

اس بے ادبی کا جائزہ یوں بھی لیا جا سکتا ہے کہ جس بچی نے کمسنی میں اسیر ہو کر انتقال کیا ہو اس کو اس کا کہاں موقع مل سکتا ہے کہ وہ کسی فیشن کی موجد ہو اور عام خواتین اس کے جیسے بال بنانے لگی ہوں

--بڑے افسوس کی بات ہے! آل محمدؐ کی تذلیل میں جو قلم اٹھتا ہے وہ ایک نیا شاخسانہ مسلمانوں کے سامنے لاتا ہے۔ مگر یاد رہے! سچے واقعات شہادت میں ہر فتنہ کی ردّ موجود ہوتی ہے۔

سید نعمت اللہ جزائریؒ دربار یزید کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

ان یزید لعن الله اقبل الصبیة التی تستر وجهها بزندها وقال من هذاه الجاریة قالوا هذه سکینه بنت الحسین

یزید ایک لڑکی کی طرف متوجہ ہوا جو اپنے ہاتھوں سے منہ چھپائے تھی اور پوچھا کہ یہ کون بچی ہے؟۔ کسی نے کہا یہ سکینہؑ ہے حسینؑ کی بیٹی۔

بند دست کو عربی میں زند کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سکینہؑ اتنی کمسن تھیں کہ ان کے چہرے کے چھپانے میں دونوں ہاتھ اور کلائیوں کے حصے مل کر کافی ہوئے۔ اگر سکینہؑ کے بال چہرہ چھپانے کے لائق ہوتے جیسے کہ تمام بیبیاں بالوں سے منہ چھپائے تھیں تو وہ کبھی ہاتھوں سے منہ نہ چھپاتی۔ معلوم ہوا کہ سکینہؑ کے بال اتنے بڑے نہ تھے اور جب بال بڑے نہ تھے تو چوٹی اور جوڑہ کا کوئی تذکرہ نہیں رہتا۔ سکینہؑ نے اس سے پہلے انتقال کیا جو بال بڑھنے کی عمر تھی۔ (سکینہؑ بنت الحسینؑ ص ۴۰، ۴۲)

ابو الفرج اصفہانی بہت زیادہ دروغ گو تھا

مؤلف آغانی کو جھوٹا قرار دینے میں صاحبان تحقیق کا اتفاق ہے جس کو ماہرین رجال ''انوکھی چیزوں کا مجموعہ'' ''نوادر کا مخزن'' ''غلط واقعات کا ذخیرہ'' سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قاضی شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ اپنی رجال کبیر میں لکھتے ہیں:

قال الخطیب حدثنی ابوعبدالله الحسین بن محمد بن طبا طبا العلوی سمعت ابا محمد الحسن بن الحسین النوبختی یقول کان ابو الفرج

الصفھانی اکذب الناس کان یشتر شیاً کثیرا من الصحف ثم یکون روایتہ کلھا منھا (لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۲۲ طبع دائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۰ھ)

''خطیب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوعبداللہ حسین بن محمد بن محمد بن طباطبا علوی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو محمد حسن بن حسن نوبختی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابوالفرج اصفہانی کاذب ترین مرد تھا''۔

لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ جو سکینہ مصعب اور عثمان کے پوتے کے نکاح میں تھی وہ (معاذ اللہ) سکینہؑ بنت الحسینؑ تھی (نہیں) بلکہ دنیائے اسلام میں سکینہ نامی کئی عورتیں پیدا ہوئیں اور اس کے علاوہ بنوامیہ میں بھی سکینہ نامی عورتیں تھیں۔ جناب سکینہؑ کے عقد کا افسانہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح جناب ام کلثومؑ بنت فاطمہؑ کا عقد عمر بن خطاب سے۔ ایک جیسے نام ہونے کی وجہ سے بھی جناب ام کلثومؑ کی شخصیت پر یہ داغ آیا کہ آپ کی شادی عمر سے ہوئی۔ دراصل وہ ام کلثوم ابوبکر اور اسماء بنت عمیس کی بیٹی تھی نہ کہ علیؑ و فاطمہؑ کی۔ جب ابوبکر کی وفات ہوگئی تو اسماء نے جناب امیر علیہ السلام سے عقد کیا اور ان کی بیٹی ام کلثوم اور وہ جناب امیر کے گھر رہتے تھے اسی بناء پر لوگ یہ سمجھنے لگے کہ جو ام کلثوم عمر کے عقد میں ہے وہ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی ام کلثومؑ (زینب صغریٰ) ہیں۔

جناب سکینہؑ کا جواب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول مشہور ہے کہ آپؐ نے جب فرزندان علیؑ و جعفرؑ پر نظر ڈالی تو آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے لڑکے ہماری لڑکیوں کیلئے اور ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کیلئے

(من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۸۶۴)۔

اس کے علاوہ جناب سکینہؑ ان معظمہؑ کی پوتی ہیں جن کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؑ کا کفو کوئی بھی نہیں ہو سکتا آدم سے لے کر تمام انبیاء تک سوائے علیؑ کے۔ پھر جناب سکینہؑ تو

اس طاہرہ کا گوشت، پوست، اور خون تھیں ان کا کفو کیونکر ایک ایسا ملعون ہو سکتا ہے جوان کے شہداء کربلا کے خون کا انتقام لینے والے حضرت مختارؒ کا قاتل تھا اور پھر مصعب کے بعد اور بھی ایسے لوگ تھے جو مصعب ہی کی طرح تھے۔ اپنی دادی محترمہ کی طرح جناب سکینہؑ کا بھی کوئی کفو نہیں تھا اگر جناب سکینہؑ سن بلوغ تک پہنچ بھی جاتی تو ان کا کفو یقیناً اولادِ امام حسنؑ میں سے ہوتا۔ چنانچہ شامی نے جس وقت ان کو دربار یزید میں اپنی کنیزی کیلئے طلب کیا ہے اور گستاخانہ الفاظ میں کہا ہے **هب لی هذه الجاریه من الغنمیة فتکون خادمة عندی** (یزید) اس بچی کو مجھے دیدے۔ میں مال غنیمت میں سے اسے اپنی کنیز بنانے کیلئے پسند کرتا ہوں۔

سکینہؑ نے ام کلثومؑ کی طرف رخ کر کے کہا:

فقالت یا عتماہ اترین نسل رسول اللہ یکون ممالیك للاد عیا۔ (مجالس المتقین، ص۷۳)

"اے پھوپھی جان! آپؑ دیکھتی ہیں کہ کہیں نسل پیغمبر زنازادوں کی خدمت گزار ہو سکتی ہے؟"

اس سوالیہ لب ولہجہ نے کردار کی تصویر کھینچ دی اور بتادیا کہ اولادِ علیؑ جب کنیز نہیں بنائی جا سکتی تو کوئی دشمن اہلبیتؑ اس کو رفیقہ حیات بھی نہیں بنا سکتا۔ ابطال عقد کسی دلیل برہان کی ضرورت نہیں ہے۔ خود شہزادی سکینہؑ کا فیصلہ کافی ہے۔

ابوالفرج اصفہانی اور آغانی

کتاب آغانی پر تبصرہ کے ذیل میں علامہ سید علی حیدر صاحب رقمطراز ہیں کہ:

"جن لوگوں نے افتراء پردازوں کی من گھڑت حدیثوں کو بنیاد قرار دے کر خانوادۂ علوی کی طرف نامناسب باتیں منسوب کی ہیں، ان میں ابوالفرج اصفہانی سب سے آگے ہے۔ اسی کی "آغانی" سے عبدالحلیم شررؔ نے سکینہؑ

بنت الحسینؑ کے عنوان سے ایک ناول تحریر لکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگادی تھی۔

ابوالفرج سے یہ بات بعید بھی نہ تھی کہ وہ اپنی کتاب کو ایسی باتوں سے بھردے اسے نہ تو اس پاکیزہ خانوادہ کی معرفت حاصل تھی اور نہ اسے اولادِ علیؑ کی نفسیات کا علم تھا۔ اگر وہ اس خانوادے کی قدرو قیمت سے کچھ بھی واقف ہوتا تو کبھی بھی وہ ان لغویات کو صحیح سمجھ کر اپنی کتاب میں درج نہ کرتا۔ مگر کیا کیا جائے کہ اموی ہونے کی وجہ سے اس کی فطرت بنی امیہ کی فطرت تھی۔ جس طرح بے حیائی و بے شرمی اس خاندان کی فطرت میں داخل تھی ویسا ہی وہ دوسروں کو بھی سمجھتے تھے۔

(مظلوم باپ کی مظلوم بیٹی، ص۱۲، ۱۴ و ۱۵)۔

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ شخص مروانی النسب بھی تھا اور مروانی الفطرت بھی اسی لیے اس نے شاہان اندلس کیلئے جو اس کے خاندانی رشتہ دار تھے، بہت سی کتابیں لکھ کر خفیہ طور پر بڑی بڑی رقمیں انعام واکرام میں حاصل کیں۔

صاحب روضات الجنات لکھتے ہیں کہ:

سرسری نظر رکھنے والا بھی اندازہ کرسکتا ہے کہ اس (آغانی) میں صرف بے ہودہ، گمراہ کن باتیں اور ارباب لہوولعب کے قصص وحکایات ہیں اور علوم اہل بیتؑ سے بے توجہ رکھنے کیلئے (یہ کتاب) لکھی گئی ہے۔

آغانی کی روایتیں اس کے سلسلہ اسناد کے ساتھ مذکور ہیں اور سلسلہ اسناد کے ساتھ کوئی حدیث بیان کرنا بہت سے لوگوں کو مبتلائے فریب کردیتا ہے اور لوگ اسے بہت دقیق علم سمجھ لیتے ہیں اور اسی دقیق علم پر بھروسہ کرکے بہت سے بحث وتحقیق کرنے والوں نے آغانی کی روایتوں کو قابل یقین سمجھ لیا۔

چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور تاریخی حقائق کو بھی مشتبہ کر ڈالا۔

خود ابوالفرج کیسا تھا؟ تو یہ حقیقت ہے کہ وہ انتہائی زیاں کار اور لذائذ و شہوات کا دل دادہ تھا اس کی اس کیفیت کا اثر اس کی کتاب میں بے حد نمایاں ہے۔ پوری کتاب ہنسی دل لگی رندی اور اوباشی کی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ شعراء اور کاتبوں کی لغزشوں اور اخلاقی کمزوریوں کو ذکر کرنا اور ان کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر دینا ثبوت ہے کہ حسین و خوشنما باتیں اکٹھا کرنے کی اسے زیادہ فکر نہ تھی۔

اس وضاحت کے بعد کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ ابوالفرج نے جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ سے متعلق جتنی بھی باتیں لکھی ہیں وہ محض کذب اور اتہام پر مبنی ہیں۔ کیونکہ اس نے جو روایتیں درج کی ہیں وہ سب کی سب مصعب بن زبیر، اس کا بھتیجہ زبیر بن بکار، ہثیم بن عدی طائی کوفی، صالح بن حسان اور اشعب کی بیان کردہ ہیں جنہوں نے اپنے کینہ و عناد اور قلبی عدوات کی بنا پر انتہائی کوشش یہ کی کہ آل ابوطالبؑ کی کی ایسی گھناؤ تصویر پیش کریں کہ عوام الناس ان سے محبت کے بجائے نفرت پر مجبور ہو جائیں۔۔ علامہ مفیدؒ تحریر فرماتے ہیں: زبیر بکار حدیث میں قطعی بھروسے کا آدمی نہیں ہے"۔

علامہ مرزبانی لکھتے ہیں کہ زبیر بکار کا اہل بیتؑ سے برگشتہ ہونا بہت واضح ہے۔ کشف الیقین میں ہے کہ: یہ زبیر بکار امیر المومنینؑ اور ان کی اولادوں کا سخت ترین دشمن تھا۔ ہثیم بن عدی کوفی بخاری ونسائی کے نزدیک کذاب ہے اس نے بہت سی منکر حدیثیں روایت کی ہیں یہ قطعی ناقابل اعتبار اور متردک الحدیث ہے۔ (مظلوم باپ کی مظلوم بیٹی، ص ۱۰ بحوالہ لسان المیز ان، ج ۶، ص ۲۰۹)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مصعب بن زبیر کی ایک دختر سکینہ تھی جس کی ماں فاطمہ بنت عبداللہ بن صائب تھیں۔ (لبدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۳۲۲)

یہ سکینہ بڑی رنگین مزاج تھی ان کا عمر بن ربیعہ کے ساتھ بھی ربط ضبط تھا۔ کوئی بعید نہیں کہ آل زبیر اور ان کے ہواخواہوں نے اپنے خاندان سے اس عیب کو دور کرنے کیلئے ایسی خاتون سے منسوب کر دیا جو بعد

میں اس کی ہمنام ہوئیں۔ اور جن کے بزرگوار سے اس خاندان کی دیرینہ عدوات بھی تھی۔ کیونکہ سکینہؑ بنت الحسینؑ کے متعلق ابوالفرج نے اپنی کتاب آغانی میں جتنی بھی روایتیں درج کی ہیں وہ سب انھیں زبیر بن بکار، مصعب بن زبیر، ہثیم بن عدی وغیرہ سے ماخوذ ہیں جن پر بھروسہ کرنا اپنی کج فہمی کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔

بنت الشاطی کی تحقیق

ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی نے کتاب سکینہؑ بنت الحسینؑ میں اس طرف گہری توجہ کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ بعض لوگ جو حضرت سکینہؑ سے غلط طور پر منسوب ہیں تاریخ میں اس بات کا مغالطہ ہے کہ ایک نام کی بہت سی مستورات ہوتی ہیں۔ جن کی شادیاں ہوئی ہیں۔ جب ایسی باتوں کی تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ ایسے ملتے جلتے نام کئی ہیں۔ جن پر لوگوں کو دھوکا ہوا ہے کبھی کبھی ایک نام کی دو یا کئی مستورات بھی ہوئی ہیں کہ کسی کا رشتہ کسی دوسرے سے جوڑ دیا گیا ہے اور شدہ شدہ یہ بات سکینہؑ نام تک پہنچی ہے۔ مثلاً عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام کہ دراصل یہ ایک ہی آدمی کا نام ہے لیکن تاریخ نے مشکوک کر کے دو نام بتلا دیئے ہیں اور اسی وجہ سے سے لکھ دیا گیا ہے کہ سکینہ کے دو شوہر تھے جن میں ایک عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن حکیم بن حزام تھے۔ (موسوعہ آل نبیؐ ص ۸۳۱)

ڈاکٹر عائشہ بھی اسی بات کو مانتی ہیں کہ ایک جیسے نام ہونے کی وجہ سے تاریخ میں کافی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور شاید دشمنان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک اچھا موقع بن گیا اور اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے نا آشنا لوگوں کے ذہنوں پر وہ روایات غالب کر دیں جن کے بارے میں ان نا آشنا لوگوں کو علم تو نہ تھا لیکن ان روایاتوں کو اپنی لاعلمی کی وجہ سے مان لیا اور تحقیق کرنے کی زحمت بھی نہیں اٹھائی۔

مستوراتِ کربلا

جو لوگ اگر ان صحیح روایات کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں تو کم از کم وہ اتنا تو دیکھ سکتے ہیں کہ جناب سکینہؑ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ سکینہؑ ہی ہیں جن کی ماں ام ربابؑ نے واقعہ کربلا کے بعد تمام اشراف قریش کے دیے ہوئے پیغامات عقد کو ٹھکرا دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ رسولؐ کے بعد کسی کو اپنا سسر نہیں بنانا چاہتی تھیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کربلا میں ان کی والی حضرت امام حسینؑ پر ظلم ڈھائے گئے ان کے دو معصوم بچے بھی ان کی گود خالی کر گئے پھر کوفہ و شام کی عظیم مصیبتوں نے جناب ربابؑ کا وہ حال کر دیا تھا کہ اب ان کی نگاہوں میں دنیا ہیچ ہو چکی تھی۔ سکینہؑ اسی وفادار ماں کی بیٹی ہے۔ جناب سکینہؑ اس وفادار پھوپھی جناب زینبؑ کی بھتیجی ہے۔ کہ قید سے چھوٹ کر جب مدینہ آئیں تو کبھی بھی فرش عزا سے نہ اٹھیں۔ یہاں تک جب امام سجادؑ کو جلاوطن کیا گیا تو اس وقت جناب زینبؑ شدت غم کی وجہ سے سخت بیمار تھیں۔ بات کا مقصد صرف یہ ہے کہ جو بھی مستورات واقعہ کربلا میں موجود تھیں اور ان میں سے جتنی بھی مستورات قید خانہ شام سے آزاد ہو کر واپس مدینہ آئیں تو کبھی بھی کوئی خوشی نہیں منائی۔ ان کے گھروں میں سے کبھی (کھانا پکانے کا) دھواں نہیں اٹھا۔ انہوں نے کبھی بالوں پر خضاب نہیں کیا تھا۔ پھر اگر بالفرض جناب سکینہؑ زندہ ہوتیں بعد کربلا تو کیا وہ ان مستورات سے زیادہ بڑھ کر عزاداری امامؑ نہیں مناتیں؟ جن کی ماں تاحیات سائے میں نہ آئیں بھلا وہ بچی کیونکر اپنے ماں باپ کو فراموش کر کے ایک ہنسی خوشی اور عیش و عشرت والی زندگی چنتی؟ اگر جناب سکینہؑ بعد کربلا زندہ ہوتیں تو وہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ تاحیات دھوپ میں بیٹھتیں اور اپنے بابا کیلئے گریہ وزاری کرتیں نہ کہ عیش و عشرت کی زندگی گذارتیں!۔

مختصر بات

قارئین کرام کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جو بھی مورخ یا محقق اگر جناب سکینہؑ کی طول حیات کا قائل

ہے تو سب سے پہلے ابوالفرج کی کتاب آغانی سے استفادہ کرتا ہے اور دختر امامؑ کے طول حیات کے حالات کسی اور کتب میں نہیں بلکہ آغانی میں ہی پائے جاتے ہیں بعد میں اس کتاب کی جڑیں پھیلتی گئیں اور ایسے صفحات پھر آگئیں جن سے اس بات کی امید نہ تھی۔ کتاب آغانی پر تبصرہ اس کتاب میں گزر چکا ہے کہ یہ کس طرح کی کتاب ہے؟ اس کے راوی کون ہیں؟ کیا وہ قابل اعتبار تھے۔ لیکن اس تبصرہ میں یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ سب کے سب قابل اعتبار نہیں اور سب کے سب دشمن آل رسولؐ تھے۔ آخر میں ہم یہی بات کہیں گے کہ اس دروغ گو کی کسی بھی بات پر یقین نہ کیا جائے اور جو کچھ جناب سکینہؑ کے تاریخ میں صحیح صحیح حالات ملتے ہیں (جس میں حیات سے لے کر زندان میں شہادت تک) ان پر دل سے یقین کیا جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جناب سکینہؑ کی کمسنی کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپؑ امام حسینؑ کے سینے پر سوتی تھیں چونکہ جب بیٹی بڑی ہو جاتی تو اپنے باپ سے وہ شرمانے لگتی ہے۔ جس طرح ہماری سیدہؑ کی دختر جناب زینبؑ جب بڑی ہو گئیں تو ان کو اپنے بابا علیؑ سے اسقدر شرم آتی تھی کہ آپؑ ان کے حضور کم بیٹھا کرتی تھیں۔ اسی طرح امام حسینؑ کی اور بھی دختران تھیں لیکن ان کے بارے میں یہ نہیں ملتا ہے کہ وہ امامؑ کے سینے پر سوتی تھیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہو چکی تھیں۔ لیکن جناب سکینہؑ کے متعلق یہ مشہور ترین اور معتبر ترین روایت تمام کتب میں پائی جاتی ہے کہ آپؑ اپنے بابا امام حسینؑ کے سینے پر سوتی تھیں۔ ہر وقت انھیں کے پاس بیٹھا کرتی تھیں اس معتبر روایت سے بھی آپؑ کی کمسنی کا ثبوت ملتا ہے۔ چھوٹی اور کمسن بیٹیاں چونکہ اپنے بابا کی لاڈلی ہوتی ہیں اسی طرح جناب سکینہؑ بھی اپنے گھر میں سب سے زیادہ کمسن تھیں۔ شہادت کے وقت آپؑ کا سن مبارک ۴ برس کا تھا۔ اور بیٹیوں میں سب سے زیادہ جناب سکینہؑ کے اپنے بابا کیلئے بین تاریخ میں مشہور ہیں۔

جناب سکینہؑ کے متعلق ایک اور غلط روایت

تاریخ میں یہ غلط روایات ملتی ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنی بیٹی جناب سکینہؑ کا عقد عبداللہ بن الحسنؑ سے کیا تھا اور رخصتی سے پہلے ہی عبداللہ بن الحسنؑ شہید ہو گئے۔ یہ روایت تاریخی لحاظ سے غلط ہے کیوں کہ ایک تو امام حسنؑ کے تعداد فرزندان کے بارے میں مورخین کے درمیان کافی اختلاف ہے دوسرا شیخ مفیدؒ (شیخ مفیدؒ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں جن کو امام زمانہؑ نے خود مفید کا لقب دیا تھا) نے اپنی کتاب ارشاد میں امام حسنؑ کے فرزندان کے تعداد لکھی ہے جو بالکل صحیح ہے روایت کے لحاظ سے بھی اور تاریخی لحاظ سے بھی امام حسنؑ کے ۸ فرزند تھے یہ قول صحت رکھتا ہے اور معتبر بھی ہے ۱۔ زید ۲۔ حسن مثنیٰ ۳۔ عمرو (ابوبکر) ۴۔ قاسمؑ ۵۔ عبداللہ ۶۔ عبدالرحمن ۷۔ حسین اثرم ۸۔ طلحہ ان میں سے شہزادہ قاسم، ابوبکر، اور عبداللہ کربلا میں شہید ہوئے جبکہ نسل امام حسنؑ زید اور حسن مثنیٰ سے چلی۔

شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن حسن نابالغ تھے۔ لہوف اور مثیر الاحزان اور تاریخ طبری میں بھی یہی لکھا ہے۔ مقرم مرحوم اور دوسرے مورخین نے ان کا سن گیارہ سال تحریر کیا ہے (مقتل مقرم، ص ۳۵۴) یعنی عبداللہ بن الحسن نابالغ تھے اور ابھی عقد کے قابل ہی نہیں ہوئے تھے کہ کربلا میں شہید ہو گئے اور جناب سکینہؑ بھی چار برس کی تھیں پھر یہ روایت عقد کیسے مانی جائے؟ کربلا میں امام حسنؑ کے صرف تین فرزند شہید ہوئے ابوبکر، قاسم، عبداللہ

(زیارت ناحیہ مقدسہ، نفس المہموم، ص ۳۰۵۔ منتہی الآمال، ج ۱، ص ۲۷۳، مقتل مقرم، ص ۳۱۸)

امام زمانہؑ کی زیارت ناحیہ میں امام حسنؑ کے صرف تین بیٹوں کے نام ہیں ابوبکر، قاسم، عبداللہ۔ مورخین کے درمیان غلط فہمی کی یہ حد ہو گئے ہے کہ عبداللہ ایک شخصیت کو عبداللہ اکبر بھی بنا دیا اور عبداللہ

اصغر بھی۔ یہ مورخین عبداللہ اکبر کے قاتل کا نام بھی بحر بن کعب لکھتے ہیں اور عبداللہ اصغر کے قاتل کا نام بھی یہی۔ اب اس کا فیصلہ زیارت ناحیہ سے کریں چونکہ زیارت ناحیہ میں صرف ایک عبداللہ بن حسن کا نام ہے اور وہ وہی عبداللہ ہے جو کمسن گیارہ سال کا تھا اور اسی کا قاتل بحر بن کعب ہے۔ کچھ مورخ کہتے ہیں کہ عبداللہ اکبر ابوبکر کا نام ہے اور ابوبکر اس کی کنیت تھی۔ پھر بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں ابوبکر اور عبداللہ اکبر کو الگ شخصیت تسلیم کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مختصر بات یہی ہے کہ امام حسن کا عبداللہ اکبر نامی کوئی بیٹا نہیں تھا بلکہ ایک ہی عبداللہ نام کا بیٹا تھا جو اپنے چچا کو بچانے کی خاطر خیمہ سے نکلا اور چچا کی حمایت میں پہلے بازو شہید ہوئے پھر آخر میں تیر کھا کر جام شہادت نوش فرمایا۔ شہداء کربلا کی فہرست میں اگرچہ عبداللہ الاکبر نام ملتا ہے تو وہ حضرت عقیل کے بیٹے تھے۔ کتاب سردار کربلا میں شہداء کربلا کی فہرست درج ہے جو زیارت ناحیہ اور دوسرے معتبر کتابوں کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ اس میں بھی اولاد امام حسنؑ میں عبداللہ اکبر کا نام نہیں ملتا۔ صرف کمسن گیارہ سال کے عبداللہ کا نام ملتا ہے جس کا قاتل بحر بن کعب تھا اور اپنے چچا حسینؑ کی آغوش میں شہید کیا گیا (سردار کربلا، ج ا، ص ۴۶۰ و ۴۶۱)

ہمارا کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جناب سکینہؑ کا اولاد امام حسنؑ میں کوئی کفو نہیں ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عبداللہ بھی چھوٹے تھے اور جناب سکینہؑ تو بالکل کمسن ۴ سال کی تھی۔ بھلا یہ روایت جو جناب سکینہؑ کے متعلق لکھی گئی ہے عبداللہ بن حسن سے نکاح کی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ اگر جناب سکینہؑ کی شہادت زندان میں نہ ہوتی اور آپ جب بڑی ہو جاتیں تو یقیناً اولاد امام حسنؑ ہی میں آپؑ کا کوئی نہ کوئی کفو ہوتا۔ لیکن ہم کیا تاریخ اور زندان میں جناب سکینہؑ کی قبر اقدس یہی گواہی دے رہی ہے کہ جناب سکینہؑ کی اس عمر سے (جس میں عقد کے قابل ہو) پہلے شہادت ہو گئی تھی۔ ماؤں کے لحاظ سے اولاد امام حسنؑ کے نام درج ذیل ہیں:

۱ ام بشیر بنت مسعود عقبہ ابن عمرو تغلبہ خزرجی:۔

زید بن حسنؑ

ام الحسنؑ

ام الحسینؑ

۲ خولہ بنت منظور فرازی:۔

حسن مثنیٰ ؑ

۳ اُم فروہؑ

عمروؑ (ابوبکر)

قاسمؑ

عبداللہؑ

۴ اُم ولد کنیز

عبدالرحمٰنؑ

۵ اُم اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی

حسین اثرمؑ

طلحہؑ

ام سلمہؑ

۶ جعدہ بنت اشعث (ابوبکر کی سگی بھانجی بے اولاد ہی رہی)

اولاد امام حسنؑ کی اس فہرست میں کہیں بھی عبداللہ اکبر کا نام نہیں ملتا یہ فہرست آقائے محمد باقر دہدشتی کی کتاب الدمعۃ الساکبۃ میں سے لکھی گئی۔ تعداد فرزند آٹھ، تعداد دختران تین۔ لیکن مورخین کو معلوم نہیں کیوں سمجھ میں نہیں آتی یہ باتیں اور دن بہ دن ناموں میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔

پہلی صدی سے لے چھٹی صدی کی کتابوں میں اگر چہ جناب سکینہؑ کا اولاد امام حسینؑ کی فہرست میں نام ملتا ہے لیکن جناب سکینہؑ کے واقعہ کربلا میں کارنامے ان کی دردناک شہادت کا ذکر ان میں کہیں نہیں ملتا یہاں کہ مقتل ابی مخنف اور دوسری ایسی کتابوں میں شہادت جناب سکینہؑ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یزید ملعون اور اس کے پیروکاروں نے جناب سکینہؑ کی شہادت پر پردہ ڈالنے کیلیۓ مختلف ہربے استعمال کیے اور من گھڑت روایات جناب سکینہؑ کی طرف منسوب کر دیں جن میں روایات عقد مشہور ہیں۔ لیکن تاریخی لحاظ سے یہ روایات غلط ثابت ہیں کیونکہ واقعہ کربلا کے بعد بھی سکینہ نامی بنوامیہ و آل زبیر میں عورتیں گذریں ہیں اور وہ عورتیں جو بھی گھٹیا کام کرتی تھیں بنوامیہ و بنوزبیر کے مورخین ان کاموں کو جناب سکینہؑ کی پاک ذات کی طرف منسوب کر کے لکھ دیتے تھے کہ یہ حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ ہے جس نے پانچ پانچ عقد (معاذ اللہ) کیے تھے۔ تاریخ کے لحاظ سے ان مورخین کی گھڑی ہوئی تمام روایات غلط ثابت ہوگئی ہیں۔ دنیائے اسلام میں سکینہ نام کی کئی مخدرات اور عورتیں گزریں ہیں جیسے سکینہؑ بنت امام علیؑ، سکینہ کنیز امام زین العابدینؑ، سکینہؑ بنت حسینؑ بن زیدؒ بن امام زین العابدینؑ، سکینہ بنت خالد بن معصب، سکینہ بنت مصعب بن زبیر وغیرہ۔

کراماتِ

جنابِ سکینہؑ

فصل چہارم

کرامات جناب سکینہؑ

جناب سکینہؑ کے روضے مبارک روز بروز بہت سے معجزات وکرامات ظاہر ہوتے رہتے ہیں

۔جناب سکینہؑ کے معجزات وکرامات کے متعلق فارسی میں کئی کتب ہیں انشاء اللہ بی بی نے چاہا تو شہزادی کی اور بھی کرامات و معجزات پیش کریں گے ذیل میں مختصر کرامات و معجزات کا ذکر کر رہے ہیں

(۱) جناب سکینہؑ کی قبر اطہر کی تعمیر

روایت میں ہے کہ شام کے شہر دمشق میں ایک سید رہتا تھا جن کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی، ان کی تین بیٹیاں تھیں اور نرینہ اولاد نہ تھی۔

ایک رات اس کی بڑی بیٹی نے جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتی تھیں: اپنے بابا سے کہو کہ حاکم سے کہے میری لحد اور جسم میں پانی داخل ہو گیا ہے اور پانی کی وجہ سے مجھے اذیت ہوتی ہے، انہیں چاہیے کے میری قبر کی تعمیر کریں۔

بیٹی نے سید سے عرض کی، لیکن سید نے اہل سنت کے خوف کے باعث اس خواب کی طرف توجہ نہیں دی، دوسری رات اس سید کی درمیانی بیٹی نے یہی خواب دیکھا اور باپ سے بیان کیا لیکن انہوں نے کچھ اثر نہ لیا، تیسری رات اس سید کی چھوٹی بیٹی نے یہی خواب دیکھا اور اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں نے پھر کوئی اثر نہ لیا، چوتھی رات سید نے خود جناب سکینہؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہی ہیں: آپ نے حاکم کو اطلاع کیوں نہیں دی؟؟!!

سید جاگ اٹھے اور صبح حاکم کے پاس پہنچے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حاکم نے شام کے شیعہ اور سنی علماء کو حکم دیا کہ غسل کر کے پاکیزہ لباس پہنیں اور جس کے ہاتھ سے حرم مطہر کے دروازے کا تالا کھل

جائے وہ شخص جائے اور بی بی کی قبر مقدس کو کھودے اور جسد اطہر کو باہر نکالا جائے تا کہ قبر کی تعمیر کی جا سکے ۔شیعہ سنی علماء نے نہایت ادب کے ساتھ غسل کیا اور پاکیزہ لباس پہن کر تالا کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن تالا مرحوم سید کے علاوہ کسی سے نہ کھل سکا اور جب حرم میں داخل ہوئے تو سوائے سید کے کسی کی کدال نے اثر نہ دکھایا۔

حرم کو خالی کرایا گیا اور جب لحد کو کھولا گیا تو روایات کے مطابق سید نے اپنی بڑی بیٹی کو قبر میں بھیجا تا کہ بی بی کا جسد مطہر باہر لے کر آئے اور پردہ لگایا گیا تا کہ نامحرم کی نگاہ نہ پڑے۔

سید کی بیٹی نے جسد اطہر کو اپنی گودی میں اٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا اور تین دن تک اسی طرح زانوں پر رکھے گریہ کرتی رہی حتیٰ کہ قبر کی تعمیر ہوگئی۔

اور اس مخدرہ کا معجزہ یہ ہے کہ کی بیٹی کو ان دنوں میں کھانے، پانی اور وضو کی احتیاج نہیں ہوئی ۔جب بدن اطہر کو دفن کرنے کا وقت آیا تو سید نے دعا مانگی: خداوند مجھے بیٹا عطا کر۔سید کی دعا قبول ہوئی اور انہیں بڑھاپے میں ایک بیٹا عطا فرمایا۔(یہ واقعہ سن بارہ سواسی (۱۲۸۰) ہجری میں ہوا۔) '' بعض روایات میں یہ ہے کہ سید کی زن نے جناب سکینہؑ کے بدن اطہر کو اپنی گودی میں اٹھایا لیکن معتبر ترین روایت یہی ہے کہ سید کی بڑی بیٹی نے جناب سکینہؑ کے بدن اطہر کو گودی میں اٹھایا۔اور بعض روایات کے مطابق خود سید کا جناب سکینہؑ کے جسد اطہر کو اٹھانے کا ذکر آیا جو ناممکن ہے کیونکہ جناب سکینہؑ پاک شہزادی تھیں اور سوائے عورتوں کے نامحرم تو کیا سید مرد کو بھی اجازت نہیں ہے کہ آپ کے جسد مطہر کو اٹھائے روایت کے مطابق اس سید کا نام سید ابراہیم دمشقی تھا۔اور بعض میں نام ہی نہیں بتایا گیا۔لیکن ہم یہاں سید ابراہیم کی اولاد کا بھی ذکر کر رہے ہیں

(۲) سید ابراہیم کی اولاد

جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ سید ابراہیم ۹۰ سال کے تھے اور جناب سکینہؑ کی کرامت سے ایک بیٹے کے باپ بنے اور اس کا نام سید مصطفیٰ رکھا۔

سید ابراہیم کی وفات کے بعد اس مشاہدہ مشرفہ کی تولیت ان کے بیٹے سید مصطفیٰ اور ان کے بعد ان کے بیٹے سید عباس کو عطا ہوئی۔ (اجساد جاویدان، ص ٦٧)''

سید ابراہیم دمشقی کی اولاد بہت معروف تھی اور مشہور یہ ہے کہ جب وہ (اولاد) اپنا ہاتھ کسی گزیدہ مقام پر رکھتے تو وہ فوراً ٹھیک ہو جاتا اور یہ اثر انہیں اپنے جد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا اور وہ اس (کرامات) کو مظلومہ معصومہ جناب سکینہؑ (رقیہ) کے بدن اطہر کی حفاظت کا صلہ سمجھتے تھے۔

(مقتل جامع مقرم، ج ۲، ص ۲۰۸)''

(۳) عیسائی عورت مسلمان ہوگئی

حوزہ علمیہ زینبیہ کے ایک طالب علم حجۃ الاسلام آقائے سید عسکری حیدر بیان کرتے ہیں:

ایک دن ایک عیسائی عورت ایک مفلوج بچی کو لبنان سے شام لائی کیونکہ لبنان کے ڈاکٹروں نے اسے جواب دے دیا تھا۔

وہ عورت اپنی مفلوج بیٹی کو جناب سکینہؑ کے باعظمت حرم کے پاس لے گئی تاکہ وہاں اس کے علاج کیلئے شام کے کسی ڈاکٹر سے رجوع کر سکے۔ اس دوران میں روز عاشور آ پہنچا اور اس نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ جناب سکینہؑ کے حرم مطہر کی طرف جا رہے ہیں۔

اس نے شام کے لوگوں سے پوچھا: یہاں کیا ہوا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: یہاں حضرت امام حسینؑ کی بیٹی کا حرم مبارک ہے اس نے بھی اپنی مریضہ بیٹی کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر دروازہ بند کر لیا اور بی بی کے حرم کی طرف چلی پڑی۔ وہاں وہ جناب

سکینہؑ سے متوسل ہوئی اور اس قدر گریہ کیا کہ غش کھا کر بے ہوش ہوگئی۔ اس حالت میں کسی نے اس سے کہا؛ اٹھو اپنے ٹھکانے پر جاؤ وہاں تمہاری بیٹی تنہا ہے اور خداوند متعال نے اسے صحت یاب کر دیا ہے۔ وہ اٹھی اور اپنے ٹھکانے کی طرف چل دی وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کی بیٹی کھیل رہی ہے!

ماں نے بیٹی کو اس حال میں دیکھ کر اس سے صورت حال دریافت کی تو بیٹی نے ماں کے جواب میں کہا: جب آپ یہاں سے گئیں تو ایک رقیہ (سکینہؑ) نامی بچی کمرے میں داخل ہوئی اور مجھ سے کہنے لگی؛ کھڑی ہو جاؤ تا کہ ہم مل کر کھیلیں۔ اس بچی نے مجھ سے کہا؛ کہو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پھر وہ اٹھی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اوپر اٹھایا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ میرا سارا جسم صحیح و سالم ہے۔ وہ مجھ سے مصروف صحبت تھی کہ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ کہنے لگیں: کہ تمہاری ماں آ گئی ہے۔

امام حسینؑ کی دختر کی یہ کرامت دیکھ کر وہ عیسائی عورت مسلمان ہوگئی۔

(ستارہ درخشان شام، ص ۲۷۰)''

(۴) دل کی مریض خاتون

سید عسکری حیدر بیان کرتے ہیں:

ایک دن میں جناب سکینہؑ کے مصائب کا تذکرہ کرنے میں مشغول تھا کہ اس دروان میں پڑوس میں ایک خاتون شدید گریہ و فریاد سے غش کھا گئی۔

مذکورہ خاتون مجلس کے بعد ہوش میں آئی تو اسے میرے پاس لایا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: میں تین بچوں کی ماں اور دل کی مریضہ ہوں۔ تمام ڈاکٹروں نے مجھے جواب دے دیا تھا۔ میں بالکل نا امید ہوگئی تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے جناب سکینہؑ کے حرم مطہر میں لے چلو۔

آج مجھے یہاں آئے ہوئے تیسرا دن ہوا ہے۔ کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بچی نے مجھے سبز پتا دیا ہے اور کہتی ہے: اسے کھالو ٹھیک ہو جاؤ گی۔ میں نے کہا؛ آپ کون ہیں؟ فرمایا؛ سکینہؑ بنت الحسینؑ ہوں۔

میں خواب سے بیدار ہوئی تو حرم مطہر میں پہنچی، اس ثناء میں آپ روضہ خوانی میں مصروف تھے۔ میں نے اسی بچی کو حالت بیداری میں دیکھا کہ جس نے مجھے پتا دیا ہے اور وہاں موجود سب لوگوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا میں یہ برداشت نہ کر سکی۔ اس کے نتیجے میں تحمل نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی اور بحمد اللہ اب میری حالت بہتر ہے۔ (ستارہ درخشان شام، ص ۲۸۲)"

(۵) راہ کربلا کھل گئی

کئی سالوں سے کربلا کا راستہ بند تھا۔ مظلوم کربلا کے شیعہ اور محبّ ان کی محبت زیارت کے شوق سے دل گیر تھے اور اس ابدی سعادت کی توفیق کے لئے ان کی خدمت میں درخواست کرتے تھے۔

آخر کار رحمت و رافت حسینیؑ جوش میں آئی اور انہوں نے شیعہ اور حسینیوں کو اس وصف ناپذیر کی بشارت عطا فرمائی۔ بالآخر شام کی طرف سے کربلا کا راستہ کھول گیا بہت سے ایرانی ان عتبات عالیہ کی زیارت کیلئے شام ہوئے۔ مجھ حقیر کے دل میں شدت شوق زیارت پیدا ہوا اور کچھ دوستوں کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوا۔ اچانک عراق کی بعثی حکومت کو امریکہ کی دھمکیاں شدت اختیار کر گئیں اور کسی بھی جنگی حملہ کے خطرے کا امکان تھا۔ ایرانیوں کی کثیر تعداد شام میں سرگرداں تھی۔ ان میں سے بعض تو ایران واپس لوٹ آئے۔ کربلا کی زیارت کے آرزومندوں نے جناب سکینہؑ کے حرم میں اجتماع کیا اور اس باب الحوائج سے درپیش مانع کو دور کرنے کی درخواست کی۔

بندہ حقیر کی بھی عجیب حالت تھی حتیٰ کہ اس عظیم ہستی کی چوکھٹ پر یہ عرض کرنے کی جسارت کی؛ بی بی جان !اگر آپ کے بابا کی زیارت کی منظوری نہ ہوئی تو میں دوبارہ آپ کی زیارت کیلئے کبھی نہیں آوٗں گا!!!!اور پھر شدید گریہ کیا۔ابھی میں حرم ہی میں تھا کہ زائرین سے پابندی اٹھالی جانے کی خبر سنی اور راستہ دوبارہ کھل گیا۔اور بحمد اللہ ہم بخیر سلامتی زیارت کربلا سے مشرف ہوئے۔(سحاب رحمت)''

(۶)فرانسی عورت جناب سکینہؑ کے حرم مطہر میں

جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای حاج شیخ محمد مہدی تاج لنگرودی (واعظ) انہوں نے اپنے کتاب توسلات وراہ امیدواران میں لکھا ہے کہ:

میرا ایک دوست جو مشہور اہل منبروں میں سے تھا وہ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے قبر اطہر کی زیارت کئی بار شام جاتا تھا،ایک دفعہ شام سے واپس لوٹ کر اپنے منبر پر نقل کرتے ہوا فرماتے ہیں کہ:

ہم نے جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے حرم مطہر میں ایک فرانسی عورت کو دیکھا جو اپنے ساتھ دو قیمتی قالین ہدیہ کے طور پر جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے حرم مطہر میں لائی تھی۔لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ عورت فرانسی اور عیسائی ہے اس کے اس عمل سے لوگ بہت حیران ہوگئے کہ آخر ایک غیر مسلم عورت اپنے ساتھ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے لیے ہدیہ کے طور پر قیمتی قالین کیسے لاسکتی ہے؟اور لوگوں کے درمیان فرانسی عورت کے اس کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔جب اس معاملے کے بارے میں اس فرانسی عورت سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا: ''جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک غیر مسلم ہوں، پر یہاں فرانسی مشن کے سلسلے میں آئی ہوئی تھی اور اس حرم کے پاس ہی اپنا مسکن بنالیا۔شب اول میں، جب میں رات کو سوئی تو مجھے اچانک ایک بچی کے رونے کی آوازیں آئیں، کیونکہ رونے کی آواز ختم نہیں ہو رہی تھی بلکہ مسلسل بڑھتی جارہی تھی۔اسی رونے کی آوازوں کے درمیان میں نے کہا: یہ آوازیں کہاں سے

آرہی ہیں؟ جواب ملا: یہ ایک بچی کے رونے کی آوازیں ہیں جو اسی گھر کے قریب دیارِ غریب میں دفن ہے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ بچی شاید آج ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہے اور آج ہی دفن کی گئی ہے کہ جس کے غم میں اس کے ماں اور باپ نوحہ کناں ہیں، پر مجھے بتایا گیا کہ؛ "نہیں! اس بچی کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۱۰۰۰ برس گزر چکے ہیں۔

میں حیران رہ گئی اور خود سے کہنے لگی کہ لوگ سو سال بعد بھی اس بچی کی قبر پر آتے جاتے ہیں؟ لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ بچی جو اس دیار میں دفن ہے وہ کوئی عام بچی نہیں ہے بلکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر ہیں۔ امام حسین علیہ السلام جن کو ظالمین اور مخالفین نے ناحق قتل کیا تھا اور یزید لعین کے حکم پر ان کے بچوں کو بھی قتل کیا گیا۔ اس بچی نے اپنے پدر کی جدائی میں جان دے دی جو یہاں مدفون ہے۔

اس ماجرے کے بعد جب میں یہاں آئی تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہر جگہ سے اس حرم میں داخل ہو رہے ہیں اور اس بچی سے بڑی محبت و عقیدت ظاہر کر رہے ہیں۔ میرے بھی دل میں امام علیہ السلام کی اس دختر کے لیے محبت پیدا ہوگئی اور میں اس دختر میں گہری دلچسپی لینے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی چیکپ کے لیے مجھے ہسپتال لے گئے۔ میرا معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹروں نے کہا: آپ کا بچہ غیر قدرتی (abnormal) ہے اور ہم آپریشن کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ جب میں آپرشن کا نام سنا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں موت کے منہ ہوں، اور کہنے لگی: "خدایا! میں کیا کروں، کوئی چارہ ہے؟ اور میں سوچ رہی تھی کہ اب کوئی اور چارہ نہیں، دخترِ امامؑ سے اپنی حاجت کہتی ہوں، ناچار میں نے اپنے دستِ دعا بلند کیے اور کہا: خدایا! تمہیں اس مظلوم دخترِ امامؑ کا واسطہ کہ جس کو قید کیا گیا اور تازیانوں سے مارا گیا، اور اس کے مظلوم پدر کا واسطہ کہ جو امامؑ برحق تھے اور ظلم و ستم کے ساتھ قتل کیے گئے ان کا واسطہ مجھے اس ہلاکت (آپریشن) سے نجات دیجیے، نگاہ میں نے دیکھا کہ امامؑ کی دختر جناب سکینہ سلام اللہ علیہا خود مجھ سے مخاطب ہوئیں اور کہا: میں تمہیں اس ہلاکت سے ضرور نجات

دوں گی پس تم منت کرلو، پھر جب تمہاری منت پوری ہو جائے تو ۲ دو قالین ہدیہ کے طور پر دے گی۔

خدا شاہد ہے کہ میں اس دختر کے کہنے کے مطابق منت مان لیا اور متوسل ہو گئی۔ جلد ہی کچھ انتظار اور آپریشن کے بعد مجھے ایک فرزند پیدا ہوا جو بالکل چاک و چوبند تھا، اور میں اس ہلاکت کے منہ سے بچ گئی۔ جب میری منت پوری ہو گئی تو اب نذر کے مطابق میں امامؑ کی دختر کیلئے ہدیہ کے طور پر ۲ دو قیمتی قالین لے کر آئی ہوں۔ (ستارہ درخشان شام حضرت رقیہؑ)

(۷) جناب سکینہؑ نے میری درخواست قبول کر لی

ایک علما بیان کرتا ہے کہ میں سال ۱۳۳۵ شمسی میں حج سے شام کی طرف گیا جب میں شام پہنچا تو وہاں میں جناب زینبؑ و جناب سکینہؑ کے مرقد اطہر کی زیارت کی اور اس کے بعد مجھے کربلا و نجف کی زیارت کیلئے جانا تھا۔ لیکن میں یک تنہا تھا میرے ساتھ کوئی ہمسفر نہ تھا جس کے ساتھ کربلا و نجف جاتا۔ پس میں جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے روضہ اطہر پر پہنچا اور شہزادی سے درخواست کی کہ آپؑ کو خدا کا واسطہ مجھے راہ نجف و کربلا میں ایک مہربان اور شفیق ہسفر عطا کیجئے جس کے ساتھ میں کربلا و نجف کا راستہ طے کر سکوں اور زیارت سے مشرف ہوں۔

ابھی میں روضہ اطہر جناب سکینہؑ سے باہر ہی نکلا تھا کہ ایک کاظمین شریف کا تاجر آیا اور مجھ سے بڑے پیار سے ملاقات کی۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ محو گفتگو تھے اور میں سمجھ گیا کہ اسے بھی عراق جانا ہے۔ پس وہ شخص میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آ رہا تھا۔ ہم پہلے کربلا و نجف کی زیارت کرنے کے بعد کاظمین شریف گئے۔ وہ شفیق مجھ سے بڑی محبت سے پیش آ رہا تھا۔ اور سرے راہ میرے لیے میزبان مہربانی تھا۔ یہاں تک کہ مجھے اس سفر میں تنہائی کا بالکل بھی احساس نہ ہوا اور میں نے بڑی خوشی سے یہ سفر طے کیا اور کہا کہ یہ حکم جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے تھا کہ انہوں نے میری

درخواست جو میں نے ان سے ایک مہربان شفیق کیلئے کی تھی وہ قبول کر لی۔

(ستارہ درخشان شام حضرت رقیہؑ)

(۸) چھوٹا سا گہوارا

عالم متقی و پرہیزگار حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقا سید مرتضیٰ مجتھدی سیستانی مدرسہ حوزہ علمیہ قم سے نقل کرتے ہیں:

آقا حاج صادق جو شہر مشہد مقدس کے رہنے والوں کے شریف جو دربار امام حسینؑ کے خدمت گذاران میں سے ہیں ماہ محرم الحرام کے سال ۱۴۱۸ ہجری ق میں ہم سب سے کچھ اسطرح نقل کرتے ہیں:

میری بیٹی کی شادی کو چھ سال گذر گئے اور اسی دوران میری بیٹی کو کوئی بیٹا (اولاد) نہیں ہوا۔ کئی بار ڈاکٹر کے پاس گئے اور اس کے دیے ہوئے کئی نسخوں پر عمل کیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ سال ۱۴۱۷ ہجری ق میں ماہ صفر میں شام روانہ ہوا، اس سے پہلے کے میں جاتا کہ میری بیوی چھوٹے سے گہوارے کو درست کر کے مجھ سے کہنے لگی: جب تم شام جانا تو اس گہوارے کو جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے ضریح مقدس کے قریب رکھنا تا کہ اس بزرگوار شہزادی کے صدقے میں حاجت پوری ہو جائے۔

پس میں گہوارے کو اپنے ساتھ کر شام روانہ ہوا۔ شام میں پہنچنے کے بعد میں جناب سکینہؑ بنت امام حسینؑ کے حرم مطہر کی زیارت کرنے کیلئے پہنچا۔ قافلے کے سارے متاثرہ لوگ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے جھولے کو ضریح جناب سکینہؑ کے قریب رکھ لیا، پس توجہ اور امید کے ساتھ اسے شہزادی کی نورانی ضریح سے باندھ دیا۔ ایک شخص جو وہاں کھڑا تھا میرے اس عمل کو دیکھ رہا تھا (کہ میں ایک جھولے کو ضریح سے باندھ رہا ہوں) اور کہنے لگا: تم ان چیزوں پر کیوں یقین رکھتے ہو؟ میں نے اس

سے کہا: مجھے جناب سکینہ سلام اللہ علیہا پر یقین ہے نہ کہ اس جھولے پر' اور یہ جھولا وسیلہ اظہار عقیدت ہے جس کی اجازت انہوں نے دے رکھی ہے۔ پس اس کے بعد میں جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کی طرف متوجہ ہوا اور دعا مانگی۔

پس شام میں اہل بیت رسولؐ کی زیارت کے بعد میں ایران کی طرف روانہ ہوا کچھ دن ہی گذرے تھے کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا: ہماری بیٹی کو اب تک آزمائشگاہ (labortory) جانا چاہیئے تاکہ پتہ چلے کہ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا سے جو حاجت کی تھی کیا وہ درگاہ الٰہی میں منظور ہوئی ہے یا نہیں؟

پس آزمائش کے بعد جواب بالکل صاف نکلا۔ معلوم ہوا کہ جو جھولا میں نے شام میں شہزادی کی ضریح اقدس کے ساتھ بطور حاجت باندھ دیا تھا وہ حاجت قبول ہوگئی تھی' ہم جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے شکر گذار ہیں کہ وہ بزرگ ہماری طرف متوجہ ہوئیں۔ اب میری بیٹی کا بچہ بحمد اللہ گھوارے میں ہے۔

(۹) دوبارہ شفا

حجۃ الاسلام آقا سید شہاب الدین حسینی قمی واعظ تاریخ ۲۸ ذی قعدہ ۱۴۱۴ قمری برابر ۷۳/۲/۱۸ کے دوران لکھتے ہیں:

آقا احمد اکبری' مداح تہرانی' جناب رقیہ (سکینہؑ) سلام اللہ علیہا کی عنایات سے انہوں نے اپنی زندگی میں دوبارہ شفا پائی تھی وہ (آقا اکبری) اسطرح بیان کرتے ہیں کہ:

میں والے زخم میں مبتلا ہوگیا تھا کہ اطبا نے مجھے ناامید کردیا۔ ڈاکٹرز نے میرے زخم کی سرجری کرنے کا فیصلہ کردیا۔ سرجری کرنے سے پہلے مجھے انہوں نے کہا تھا کہ ممکن ہے کہ آپریشن کامیاب ہوجائے یا پھر ممکن ہے کہ عمل بد ہو۔ سرجری کے بعد جواب مثبت تھا کہ سرجری (آپریشن)

سے پہلے اپنی بیوی اور بچوں سے مل لوں اور جو وصیت کرنے ہو وہ کرلوں۔ میرے ہاتھ اور پاؤں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اسی حالت میں میں بستر پر لیٹ گیا۔ سب (بیوی اور بچے) میرے کمرے میں آئے میرے پاس کچھ وصیتیں تھیں وہ کر کے اپنے بچوں کو پیار کیا۔ میں نے اپنے بچے کو پیار کیا اور اس کے چہرے کا بوسہ لیا۔ سب افسردہ اور گریہ کرتے ہوئے اسپتال کے کمرے سے بیمار نکلے۔ اسی حالت میں جناب رقیہ (سکینہؑ) سلام اللہ علیہا کی طرف متوجہ ہوا اور آپؑ کے ذکر کرنے میں مصروف ہوگیا۔ چند لمحے ہی گزرے تھے کہ میں نے دیکھا ایک عورت جو مثل چاند ہے میرے اسپتال کے کمرے کے بستر کے سامنے کھڑی ہے اور میرا نام لے کر مجھ سے کہنے لگی: اٹھو، مجھے تعجب ہوا کہ یہ کون ہے اور اسے میرا نام کیسے پتہ معلوم ہوا۔ میں خود سے کہنے لگا کہ میری بیٹی نے کہا تھا کہ آپ کی احوال پرسی کیلئے ایک عورت ملنے آرہی ہے شاید یہ وہی ہے۔

وہ مجھ سے دوبارہ کہنے لگی: اٹھو اور چلو، میں کہنے لگا کہ میرے ہاتھ اور پاؤں پٹیوں سے بندھے ہوئے ہیں اور مجھ میں حرکت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

وہ مجھ سے کہنے لگی: اٹھو! تمہاری ہاتھ اور پاؤں کہاں بندھے ہوئے ہیں؟ جب میں نے نگاہ کی تو دیکھا میرے ہاتھ اور پاؤں کھولے ہوئے ہیں۔

وہ مجھ سے کہنے لگی: اٹھنے میں دیر کیوں کررہے ہو؟ میں نے کہا: میں نے اپنے زخم کی سرجری کروائی ہے اس لئے حرکت نہیں کرسکتا۔ وہ کہنے لگی: تمہارے بدن پر سرجری کے نشانات کہاں ہیں؟ دیکھو! جب میں نے نگاہ کی تو دیکھا میرا بدن بالکل پہلے کی طرح صاف تھا اور نہ ہی کوئی نشان وغیرہ تھا۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ وہ کہنے لگیں: کیا تم نے مجھے نہیں بلایا تھا؟ کیا تم مجھ سے متوسل نہیں ہوئے تھے؟ یہ کہہ کر وہ میری نظروں کے سامنے غائب ہوگئی۔

پس میں صحیح سلامت بستر سے اترا اور لباس پہن کر کمرے سے باہر نکلا اور جناب سکینہ سلام اللہ

علیہا کی عنایت کا ذکر سب سے کیا اور یہ معجزہ میں نے کئی مجالس میں بھی نقل کیا۔

(ستارہ درخشان شام حضرت رقیہؑ)

روضہ مطہر و زیارت
نامہ ءجناب سکینہؑ

فصل پنجم

روضہ جناب سکینہؑ در شام

ارباب انصاف مل حسن یزدیؒ فاضل نے مؤلف نے فرمایا ہے کہ جناب سکینہؑ کا روضہ مطہر اب تک شام میں موجود ہے۔

(۱) دوسرے اہل قلم نے اس قبر اقدس کا پتہ بھی دیا ہے۔ چنانچہ تاریخ دمشق (روضۃ الغنا طبع بیروت ۱۸۷۹ء۔)'' میں اس قبر کا ذکر ہے اور مزار منور پر گنبد بھی بنا ہوا ہے۔

(۲) اس کے علاوہ محمد بن احمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن عبدالسلام ابن جبیر الکنانی جس کی ولادت ۵۴۰ھ میں ہوئی ہے۔ اپنے سفرنامہ میں مزار جناب سکینہؑ کا ذکر کرتے ہیں۔

(۳) منشی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے بھی ۱۹۰۰ء میں اس روضہ کی زیارت کی ہے اور اپنے سفرنامہ میں اس کو نظرانداز نہیں کیا ہے۔

(۴) رپورٹ حج کمیٹی بمبئی مطبوعہ ۵۳ء صفحہ ۶۵ میں زیارت دمشق کے سلسلے میں بھی روضہ ء جناب سکینہؑ کا ذکر ہے۔ (سکینہ بنت الحسینؑ، ص ۳۷۔)''

مدینہ میں روضہ ہونے کے بارے میں روایت

جناب سکینہؑ کے خلاف سب سے پہلے جس مصنف نے قلم اٹھایا تھا وہ ابوالفرج اصفہانی تھا اس نے اپنی کتاب ''آغانی'' میں لکھا ہے کہ: جناب سکینہؑ کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا۔

یہ دروغ گو مؤلف وفات جناب سکینہؑ کے سلسلے میں یہ بھی لکھتا ہے:

''بنی ہاشم نے جناب سکینہؑ کی نعش جس جگہ وہ نماز پڑھتی تھیں رکھ دی اور صبح سویرے سے نصف شب تک جوق در جوق لوگ نماز جنازہ پڑھتے رہے''

تاریخ داں طبقہ کو جناب فاطمۃ الزہراؑ کے جنازے میں شرکت کرنے والے معدودے چند لوگوں کے نام ابھی فراموش نہیں ہوئے۔ دختر رسولؐ کا جنازہ تو اقلیت میں اٹھا۔

جناب زینبؑ خواہر امامؑ کا انتقال اور جنازہ میں مشایعت کرنے والوں کا ہجوم کسی کو یاد نہ رہا۔

جناب ام کلثومؑ خواہر جناب زینبؑ کے جنازے کا بھی کسی کو پتہ نہیں ہے۔

یہ جنازے میں حضرت رسول خداؐ اور جناب فاطمہ زہراؑ سے قریب العہد ہونے کے باوجود مسلمانوں کے جمود اور غفلت میں اٹھے اور جناب سکینہؑ کے جنازہ میں مجمع عام تھا۔ آخر اس کا کیا راز ہے؟

جنازے کی رونق بتارہی ہے کہ یہ خاندان رسالتؐ کی کوئی خاتون نہ تھی بلکہ معصب کی بیوی جو حاکم کی زوجہ تھی اس کے اعزاز میں مجمع تھا۔

ملکونہ ساز و سامان کبھی اولاد رسولؐ کے جنازہ میں نہیں ہوا ہے اظہار افسوس میں عقیدت مندان کی شبیہ تابوت اٹھاتے ہیں۔

مؤلف آغانی یہ بھی تحریر کرتا ہے "جناب سکینہؑ کے جنازہ پر چار سو اشرفیوں کا اگر اور خوشبو سلگائی گئی کیا خاتون جنت جناب فاطمہ زہراؑ کے جنازہ کے ساتھ اس رقم کی دوگنی اشرفیوں کا عدو و عنبر سلگا تھا؟

تزک و احتشام کی ممانعت ہے احادیث شیعہ دیکھیں:

"علی ابن ابراهیم ابیه عن النوفلی عن (فروع کافی، ص۷۶۔)"

السکرنی عن ابی عبدالله علیه السلام

النبی صلی الله علیه و آله وسلم نهی

تتبع الجنازه لمجمه"

"پیغمبر خداؐ نے جنازوں کے ساتھ انگھیٹی کی ممانعت کی ہے"

تواب یہ کہنا آسان ہے کہ جس جنازے کے ساتھ اس قدر بیش قیمت خوشبو صرف کی جائے وہ کسی شیعہ عورت کا جنازہ نہیں ہے۔

آغانی کی آخری غلط بیانی یہ ہے کہ:

''خالد بن عبداللہ بن حارث بن حکم والی مدینہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

وفات جناب سکینہؑ جب اس مؤلف نے سوسترہ ہجری قرار دی ہے تو یہ زمانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا تھا۔ اگر یہ سکینہ اولاد رسولؐ میں سے ہوتی تو صادق آل محمدؐ ان کی نماز جنازہ پڑھاتے اور اگر واقعی یہ سکینہ اولاد رسولؐ تھیں تو پھر صادق آل محمدؐ نے ان کی نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی؟؟!

کیا امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سامنے جناب فاطمہ زہراؑ کے جنازہ کی نماز خلیفہء وقت نے پڑھی تھی؟ ہرگز نہیں کیونکہ معصوم معصوم کی نماز جنازہ پڑھتا۔

اسی طرح امام حسن عسکریؑ کی نماز جنازہ جعفر تواب نے ابھی پڑھانا ہی چاہی تھی کہ امام زمانہؑ نے ان کا پکڑ کر ہٹا دیا اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ مقامات رواداری کے نہیں ہیں۔ اور اگر تم کسی تاریخ معتبر کا حوالہ نہیں دے سکتے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حیات اور مدینہ کے قیام میں جس سکینہ نے رحلت کی اس کا اولاد رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ (سکینہؑ بنت الحسینؑ، ص ۳۶)''

ابوالفرج اصفہانی جو کہ دشمن آل محمدؐ تھا اس نے جناب سکینہؑ اور ان کی بڑی بہن جناب فاطمہؑ دونوں کا سال وفات ایک قرار دیا۔ اور اس کے نزدیک دونوں بہنوں نے ۱۱۷ ہجری میں انتقال کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے تو فریقین کے راویوں نے اس قدر کثرت سے علوم اہل بیتؑ کو نقل کیا ہے اور اس قدر روایات موجود ہیں کہ علماء نے پورا مسند تیار کر لیا ہے۔ (مدینۃ المعاجز، ص ۲۹۔) ''سنی مورخ ابو جریر طبری نے جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے اپنے اسناد سے ام المومنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ سے بھی روایت کی ہے۔(تاریخ الامم لملوک مؤلفہ ابو جریر طبری، ج ۲، ص ۲۰۸۔)''

فرقہ امامیہ اثناء عشریہ کی علم حدیث میں چاروں کتابیں ۱۔ کافی ۲۔ استبصار ۳۔ من لا یحضر الفقیہ ۴۔ تہذیب الاحکام وغیرہ، میں کوئی ایک روایت کا بھی جناب سکینہؑ سے نہیں ہے اور روایت کا نہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ شہزادی سکینہؑ کی شہادت قید خانہ میں شام میں ہو چکی تھی۔(سکینہؑ بنت الحسینؑ، ص ۲۹۔)''

کچھ مورخ اس طرح لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ نے بروز جمعرات' پانچ ربیع الاول' سال ۱۱۷ ہجری قمری کو مدینہ کے شہر میں دنیا سے رحلت فرمائی۔(تمقام زخار، ج ۲، ص ۶۶۰: نفس المھموم، ص ۵۳۰؛ منتخب التواریخ، ج ۴، ص ۲۴۷: دفیات الاعیان ابن خلکان، ج ۲، ص ۳۹۶: اعلام النساء، ج ۲، ص ۲۲۴: تاریخ طبری، ج ۷، ص ۱۰۷: کامل اثیر، ج ۵، ص ۱۹۵: السیدہ سکینہ مقرم مرحوم، ص ۱۱۲: نہ نقل از کوکب الدریۃ مناوی، ج ۱، ص ۵۸؛ تہذیب الاسماء نودی، ج ۱، ص ۱۶۳: نور الانصار، ص ۱۶۰۔)''

بعض لکھتے ہیں کہ عمرہ فرمانے مکہ گئیں اور وہاں رحلت فرمائی۔

اور کچھ اس کے قائل ہیں کہ شام سے واپسی کے بعد دنیا سے رحلت فرمائی۔

(السیدہ سکینہؑ، ص ۱۱۲: تمقام، ج ۲، ص ۶۶۰۔)''

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ جناب سکینہؑ کے خلاف سب سے پہلے ابوالفرج اصفہانی نے قلم اٹھایا اور اس وہ ساری غلط روایات لکھیں یہاں تک بڑے بڑے عالموں نے بھی اس کی لکھی ہوئی روایات پر یقین کر لیا اور جھوٹی روایات سے اپنے کتابوں کو بھر لیا یہ جانتے ہوئے بھی کہ ابوالفرج اصفہانی ایک دروغ گو تھا۔

اگر جناب سکینہؑ نے مدینہ میں رحلت فرمائی ہوتی تو ضرور آپؑ کی قبر اقدس قبرستان بقیع میں ہوتی لیکن اگر اس قبرستان سکینہ نامی عورت کی اگر قبر بھی ہوگی تو وہ جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ نہیں بلکہ دوسری سکینہؑ ہوگی کیونکہ دنیائے اسلام میں سکینہ نامی بہت سی عورتیں تھیں اور ابھی تک ہیں۔

مصر میں روضہ ہونے پر روایت

کچھ مورخ لکھتے ہیں جب جناب زینبؑ واپس کاروان کے ساتھ مدینہ آئیں تو شہزادی مصائب کربلا بیان کرنے کے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتی تھیں، اور بنی امیہ کی منحوس حکومت کے خلاف عوام کے جزبات برانگیختہ کرتی تھیں، اس بنا پر حکومت کو انقلاب کا خطرہ محسوس ہونے لگا، مدینہ کے گورنر نے یزید ملعون کو حالات سے آگاہ کیا۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ جناب زینبؑ کو جلاوطن کیا جائے، آخرکار جناب زینبؑ نے رشتہدراوں سے مشورہ کرنے کے بعد جناب سکینہؑ اور جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کے ساتھ مصر کی طرف کوچ کیا۔ (اخبار الزینبیات عبیدلی (متوفی سال ۲۷۷ھ،ق) ص ۱۱۸و۱۱۹ اقتباس، اور اسی بات کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ شرقاوی نے اپنی کتاب السیدہ زینبؑ کے ص ۸۸ پر ذکر کیا ہے۔)''

یعنی یہ کچھ مورخ اس کے قائل ہیں کہ جناب سکینہؑ اپنی پھوپھی جناب زینبؑ کے ہمراہ مصر گئیں اور وہاں وفات کی اور کہتے ہیں کہ آج بھی وہاں ان کا روضہ ہے جو مقام السیدہ سکینہؑ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن جب جناب سکینہؑ کی قبر اطہر زندان شام میں ہی ہے تو مصر میں سوال ہی نہیں ہوتا یہ اس لئے کہ جو سکینہ مصر میں مدفون ہے شاید مصر والے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ ہیں۔ اور دشمن آل محمدؐ کی بھی سازش ہے کہ مصر جو سکینہ مدفون ہے اس کو جناب سکینہؑ کی طرف منسوب کر دیا ہے تاکہ زندان میں آپ کی شہادت کو غلط ثابت کر دیا جائے۔

جس طرح جناب زینبؑ کے بارے میں بھی کئی لوگ اس روایت کے قائل ہیں کہ آپ مصر میں مدفون ہیں لیکن یہ بات تو مشہور ہے کہ آپ کا روضہ شام کے ایک شہر میں ہے جس کو ''زینبیہ'' کہتے ہیں۔ جناب سکینہؑ کا روضہ اطہر شام کے شہر دمشق میں ہے اور اس کے اوپر سفید گنبد بھی بنا ہوا ہے۔ دنیا میں سکینہ نامی کئی عورتیں ضروری نہیں کہ جس جس جگہ بھی سکینہ نامی بی بی یا کسی عورت کا مزار ہے تو وہ بنت

امام حسینؑ ہوگی (ہرگز نہیں)۔

قبرستان باب الصغیر

ہم یہ پہلے بھی بتا چکے ہیں رقیہ اور سکینہ دو مختلف شخصیتیں نہیں تھیں بلکہ جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ ہی کا نام رقیہ تھا اور یہ نام ان کی مادر گرامی جناب ربابؑ نے تجویز فرمایا۔ اور یہ تحقیق درست ہے تو ماننا پڑے گا کہ قید خانہ شام میں جو مزار ہے وہ جناب سکینہؑ ہی کا ہے اور تاریخ میں ہے کہ باب صغیر میں ہے جناب فاطمہ کبریٰؑ جو کہ جناب سکینہؑ کی بڑی بہن تھیں ان کو سکینہؑ (الکبریٰ) بھی کہا جاتا ہے ان کی قبر مبارک اور جناب ام کلثومؑ کی قبر مبارک ایک ہی عمارت میں ہے تو اب یہ فاصلہ کرنا آسان ہے کہ وہ قبر اقدس جناب فاطمہ کبریٰؑ (جن کو سکینہؑ الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے) کی ہے۔'' اور جناب فاطمہ صغریٰؑ کی قبر اقدس بھی باب صغیر میں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ مزار سکینہؑ بنت حسینؑ بن زید شہیدؑ بن امام زین العابدینؑ کا ہے۔

نتیجہ: جناب سکینہؑ کی قبر اقدس قید خانہ شام ہے آپ کا روضہ مبارک بازار رحمیدیا (بازار شام) کے قریب ہے اور یہاں سے یزید لعین کا محل بالکل قریب ہے۔ تاریخ کے لحاظ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جناب سکینہؑ نے قید خانہ شام میں شہادت پائی اور روضہ بھی وہی ہے تو اب دنیا کی کوئی بھی طاقت امام مظلوم کی معصوم بچی کی قید خانہ شام میں شہادت کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ ابولفرج ہو یا ابولفرج کے پیرو۔!!!

بزبان مطہر جناب سیدہ زہراؑ

دس بی بیوں کی کہانی (جناب سیدہؑ کا معجزہ) دنیائے اسلام میں بہت ہی مشہور ہے اور اس

کہانی (معجزہ) کے ذریعے بھی جناب سکینہؑ کی شہادت زندان شام میں ثابت کر سکتے ہیں۔ اس معجزہ کے آخری حصہ میں بیان ہے کہ "جب مومنہ عورت نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے ان دس بی بیوں کے نام پوچھے تو بی بی پاکؑ نے ایک ایک بی بی کا نام بتایا یہاں تک کہ نویں بی بی جناب سکینہ کا نام بتایا؛ "جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ نے کس قدر مظالم سہے۔ مگر یتیمی کا صدمہ نہ اٹھ سکا اپنے بھائی، بہنوں، پھوپھیوں وغیرہ کی رہائی کی تمنائیں لئے قید خانہ شام میں رحلت پائی۔

جب جناب سکینہؑ کی شہادت بزبان مطہر جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا زندان شام میں ثابت ہو چکی ہے تو اب کسی میں جرات نہیں کے وہ دختر شہنشاہ کربلا کی زندان شام میں شہادت کو غلط ثابت کر سکے۔

حرم مطہر جناب سکینہؑ

جناب سکینہؑ کا روضہ مطہر دمشق کے مشرقی حصے میں مسجد اموی کے کنارے واقع ہے اور آپ کا روضہ پہلی بار ایوبی بادشاہوں کے دور میں بنایا گیا اور گیارہ سو پچیس قمری میں آپ کے روضہ اقدس کی مرمت میرزا بابا مستوفي گیلانی نے اور تیرہ سو تئیس ق میں میرزا علی اصغر خان امین السلطان نے کروائی۔

جناب سکینہؑ کے قدیمی روضہ سے ابھی دس سال قبل تک آپ کی مظلومیت کی نشاندہی ہوتی تھی۔ لیکن تیرہ سو تر سٹھ قمری میں حکومت ایران کی جانب سے آپ کا روضہ مبارک تعمیر ہوا۔ اور تیرہ سو بہتر قمری میں آپ کی قبر مطہر پر اصفہان کے ماہر استادوں کے ہاتھوں تیار کی گئی ایک نفیس ضریح نصب کی گئی۔

اس دختر معصومہ کے چھوٹے سے روضے میں عقید تمندان خاندان اہل بیت علیہ السلام کا اتنا ہجوم رہتا تھا جس کی وجہ سے زائرین کو اس چھوٹے سے روضے اقدس میں زیارت کرنے میں مشکل درپیش ہوتی تھی۔

مرحوم مغفور شیخ نصر اللہ خلخالی کو طلب کیا گیا کہ اس مخدرہ کے حرم کو اور زیادہ وسیع بنایا جائے اور یہ منصوبہ خاندان اہل بیتؑ کے محبان و پیروکاروں کی مدد سے منظور ہوا اس حرم کے آس پاس جو گھر تھے ان کی خریداری کیلئے مکانوں کے مالکوں سے بات کی گئی۔ بہرکیف کئی مشکلات کے بعد جناب سکینہؑ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک پر جدید روضہ بنانے کا کام شروع ہوا

کُل عمارت کا علاقہ تقریباً ۴۵۰۰ میٹر مربع ہے اس عمارت کے جنوبی حصے میں ۸۰۰ میٹر مربع مسجد کا علاقہ بنایا گیا ہے۔ حرم پاک کا حصہ جدید بناوٹ میں تقریباً ۲۶۰۰ میٹر مربع ہوگا۔

روضہ مطہر کی جدید بناوٹ

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کا روضہ مبارک باہر سے پورا سفید ہے البتہ جگہ جگہ پر قسم قسم کی کاریگری کی گئی ہے جن میں آیت مبارکہ وغیرہ تحریر کی گئیں ہیں۔ روضہ مبارک کے باہر والے صدر دروازے پر لکھا ہے **هذا مقام السيدة رقيه بنت الامام الحسينؑ**. روضہ مبارک کی دوسری جانب لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں جن کے اوپر بڑے بڑے بلب (bulb) لگے ہوئے ہیں اور وہاں کپڑے وغیرہ کی دکانیں بھی ہیں۔ روضہ مبارک کے اندر والے صحن میں جگہ جگہ پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ روضے کے اندر والے صدر دروازے پر **انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يكهر كم تطهيراً** والی آیت مبارکہ سنہرے حرفوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اندر والے دروازے پر ریشمی مخمل کے پردے لٹکائے گئے ہیں۔ حرم پاک کی چھت چمک سے دھمک رہی ہے اور ان پر شیشوں اور آئینوں کا کام کیا گیا ہے۔ روضہ مبارک کے اندر بہت سارے کمرے بھی ہیں۔ جن میں ایک کمرے میں منبر رکھا ہوا ہے جہاں خطیب خطبات دیتا ہے جگہ جگہ چھتوں پر روشن فانوس لٹک رہے ہیں اس کمرے میں ایک تختی پر زیارت جناب سکینہؑ تحریر کی گئی ہے۔ حرم پاک کے دوسرے

حصے میں جناب سکینہؑ کی ضریح اقدس ہے۔ اسی ضریح اقدس کے اوپر ایک بہت ہی بڑا فانوس لٹک رہا ہے۔ یہاں پر مردوں اور عورتوں کیلیئے پردہ کا اہتمام کیا گیا ہے جس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان دیوار لگوائی گئی ہے حرم پاک کے اندر اندر جگہ جگہ بڑے بڑے خوبصورت پیلر بنے ہوئی ہیں جن پر اللہ پاک کے اسماء مبارک لکھے ہوئے ہیں۔ اصل قبر مبارک ضریح اقدس کے نیچے ہے۔ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں زائرین جناب سکینہؑ کی قبر اطہر پر آ کر آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور یہاں پر ہر کسی کی جو بھی مراد ہوتی ہے وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔

خرابہ شام

یزید ملعون کا دربار ایک پر شکوہ محل تھا جو معاوہ کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا اور اس دور میں اس محل کے طرز تعمیر اور عمارت کی خاصی شہرت تھی۔ مورخین نے اس کی تعمیر اور تزئین و آرائش کو شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

کہا جاتا ہے جس وقت معاویہ ملعون نے اسے تعمیر کرانا چاہا تو اس کے ارد گرد کے مکانات ان کے مالکوں سے خرید لئے۔ لیکن ایک بوڑھی عورت نے جس کا اس کے نواح میں ایک خستہ سا گھر تھا اس گھر کو بیچنے سے انکار کر دیا۔

جب معاویہ ملعون نے بزور اس سے یہ مکان لینا چاہا تو عمرو عاص ملعون اور اس کے دوسرے قریبیوں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا کہ یہ کام نہ کرو تا کہ انوشیرواں کی طرح تمہاری عدالت مشہور ہو جائے کہ جس نے ایوان مدائن کی تعمیر میں اپنی عدالت کے سبب کسی صاحبِ خانہ کو ناراض کرنے کی اجازت نہ دی۔ ایوان کو ناقص صورت ہی میں تعمیر ہونے دیا۔

معاویہ ملعون نے بوڑھی عورت کے گھر سے صرفِ نظر کیا اور محل تعمیر کر لیا گیا اور یہ خرابہ اسی

حالت میں اس کے قریب باقی رہا۔ (صفریہ، ج ۳ ص ۴۲۔)''

اسی خرابے میں اہل بیتؑ کو قید کیا گیا اور اسی خرابے میں جناب سکینہؑ کی شہادت ہوئی۔

مراقد اہل بیتؑ در شام

شام میں اہل بیت رسولؐ کے مراقد آج بھی موجود ہیں۔ اہل بیت رسولؐ میں سے کئی مخدرات اور مرد شام میں مدفون ہیں اور جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مرقد جناب زینبؑ (جس شہر میں آپؑ مدفون ہیں اس کو ''زینبیہ'' کہتے ہیں اور روضہ مبارک پر گنبد بھی بنا ہوا ہے اور دو مینار ہیں ان میں سے ایک مینار پر ہر سال روز اربعین خون نظر آتا ہے)''

(۲) مرقد جناب ام کلثومؑ (قبرستان باب الصغیر)

(۳) مرقد جناب فاطمہ صغریٰؑ (قبرستان باب الصغیر) (جناب فاطمہ صغریٰؑ کی مرقد اطہر آج بھی شام میں موجود ہے مورخین کا کہنا ہے آپ اپنی پھوپھی جناب زینبؑ کے ہمراہ شام میں آئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔)''

(۴) مرقد جناب میمونہ دختر امام حسنؑ

(۵) مرقد جناب حمیدہؑ بنت جناب مسلمؑ بن عقیلؑ (تاریخ و اماکن سیاحتی و زیارتی سوریہ، ص ۱۴۹)''

(۶) مرقد جناب عبداللہؑ بن جعفر طیارؑ (باب الصغیر)

(رہنمائی حج و زیارتگاہی جہان اسلام، ص ۱۳۱ اور ارشاد مفید کے نقل کے مطابق۔)''

(۷) مرقد جناب عبداللہ الباہرؑ بن امام زین العابدینؑ

(۸) مرقد جناب عبداللہؑ بن امام جعفر صادقؑ (تاریخ و اماکن سیاحتی و زیارتی سوریہ، ص ۱۳۹ تا ۱۴۹۔)''

(۹) مرقد جناب فضہؑ کنیز جناب فاطمہ زہراؑ (باب الصغیر)۔ (رہنمائی حج و زیارتگاہی جہان اسلام، ص ۱۲۹ اور اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۳۰ کے نقل کے مطابق۔)''

زیارت جناب سکینہؑ

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ جناب سکینہؑ کا نام ''رقیہ'' بھی تھا لہٰذا شام ایران اور پورے عرب میں آپ ''رقیہ'' نام سے مشہور ہیں جبکہ برصغیر میں آپؑ اپنے لقب ''سکینہ'' سے مشہور ہیں۔ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے حرم مطہر میں جو زیارت لکھی ہوئی وہ یہ ہے اور اس زیارت میں آپؑ کو ''رقیہ'' نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔

السلام عليك يا سيدتنا رقيه عليك تحية و رحمة الله و بركاته، السلام عليك يا بنت امير المومنين على ابن ابيطالب ،السلام عليك يا بنت فاطمة الزهرا سيدة نساء العالمين،السلام عليك يا بنت خديجة الكبرىٰ ام المومنين و المومنات، السلام عليك يا بنت ولى الله ،السلام عليك يا اخت ولى الله، السلام عليك يا بنت الحسين الشهيد السلام عليك يا ايها الصديقة الشهيدة ، السلام عليك يا ايها الرضية المرضية،السلام عليك يا ايها التقية النقية، السلام عليك يا ايها الذكية الفاضلة ،السلام عليك يا ايها المظلو مة البهية صلى الله عليك و على روحك و بدنك فجعل الله منزك وماواك فى الجنة ما آبائك واجدائك الطيبين الطاهرين المعصومين ،السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار و على الملائكة الحافين حول حرمك الشريف و رحمة الله و بركاته و صلى الله علىٰ سيدتنا محمد و آله الطيبين الطاهرين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

ترجمہ

آپ پر سلام ہو اے ہماری سردار رقیہؑ (سکینہ)، آپ پر درود و سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، اے امیر المومنین علی بن ابیطالب کی بیٹی آپ پر سلام ہو، اے تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار فاطمہ زہراؑ کی بیٹی آپؑ پر سلام ہو، اے تمام مومنوں اور مومنات کی ماں جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی بیٹی آپ پر سلام ہو ، اے اللہ کے ولی کی بیٹی آپ پر سلام اے اللہ کے ولی کی بہن آپ پر سلام ہو۔ اے

حسین شہید علیہ السلام کی بیٹی آپ پر سلام ہو، اے سچی اور شہیدہ بی بی آپ پر سلام ہو، اے پاک طنیت اور پاک و پاکیزہ بی بی آپ پر سلام ہو، اے طاہرہ وزکیہ وفاضلہ بی بی آپ پر سلام ہو، اے مظلومہ جس نے ہر قسم کے مظالم کو برداشت کیا آپ پر سلام ہو، آپ پر آپ کی روح پر اور آپ کے بدن پر سلام ہو ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقام ومنزل کو آپ کے آباواجداد جو کہ پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں کے ساتھ جنت میں مقام بنایا ہے، آپ پر سلام ہو جس بات پر آپ نے صبر کیا، آخرت کی بہترین زندگی آپ کے انتظار میں ہے اور سلام ہو ان فرشتوں پر جو تیرے پاک وطاہر حرم شریف کے اردگرد طواف کر رہے ہیں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں اللہ کی رحمت نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کی پاک وطاہر آل پر، آپ کی رحمت کے صدقہ میں اے رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

دوسری زیارت

السلام عليك يا بنت رسول الله ، السلام عليك يا سلطان الاوصياء ،السلام عليك يا بنت صاحب الحوض وللواء ،السلام عليك يا بنت من عرج الى السماء و وصل الىٰ قاب قوسين او ادنى ، السلام عليك يا بنت نبى الهدىٰ و سيد الورىٰ و منقيذ العباد من الضلالة والردىٰ ،السلام عليك يا بنت اكرم العالمين حسباً وافضلهم نسباً واجملهم منظراً واسخاهم كفاً اشجعهم قلباًواكملهم حلماً اكثرهم علماً واثبتهم اصلاً واعلاهم ذكراً و اثناهم ذخرا واحمدهم وصفاً ،السلام عليك يابنت من شرفت به مكةومنىٰ ،السلام عليك يا بنت بحرالعلوم وكهف الفقراء السلام عليك يا بنت من ولد فى الكعبة و زوج فى السماء السلام عليك يا بنت سلطان اولاصياء وسيد الاولياء السلا معليك يا ثار الله و ابن ثاره،السلام عليك يا بنت سيد الشهداء السلام عليك يا بضعته سيد الشباب اهل الجنة ،السلام عليك يا بنت فاطمة الزهراء سيدة نساء العالمين ،السلام عليك يا بنت خديجة الكبرىٰ ام المومنين،

السلام عليك يا سكينة بنت اُم رباب ورحمة الله وبركاته، السلام عليك ايها التقية النقية، السلام عليك يا ايها الفاضلة الصغيرة السلام عليك ايها الكريمة النبيهة ،السلام عليك يا انها المظلومة الشهيدة السلام عليك ايها البعيدة عن الاوطان ،السلام عليك ايها الاسيرة فى البلدان ،السلام عليك يا ممتحنة بامتحان العظيم و فدا نفسها لابيها بعد مكالمات جليلة وقالت اب يا اب من الذى ايتمنى علیٰ صغر سنى اب يا اب من الذى قطع و ريدك السلام علیٰ من ماتت من شدة شو ق فى محبة سيد الشهداء و قامت قيامة اهل البيت بموتها فى خرابه الشام وهى موضع المحنة والبلاء السلام علیٰ من لحقت الیٰ جدها وابيها فى درالكرامة واللقاء و رحمة الله و بركاته۔

زیارت کا ترجمہ

سلام ہو آپؑ پر اے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سلام ہو آپؑ پر اے دختر سلطان الاوصیاء، سلام ہو آپؑ پر اے دختر مالک کوثر وعلم کی، سلام ہو آپؑ پر اے دختر صاحب معراج کی جو پہنچا منزل قاب قوسین اور ادنیٰ پر، سلام ہو آپؑ پر اے دختر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کی اور سردار خلق بندوں کو نجات دینے والے کی ضلالت اور ہلاکت سے، سلام ہو آپؑ پر اے دختر بزرگترین خلق کی با اعتبار حسب کے اور افضل خلق کی با اعتبار نسب کے اور حسین ترین خلق کی با عتبار طلعت کی اور سخی ترین کی با عتبار عطا کے اس کی بیٹی جو شجاع ترین خلق ہے با عتبار قلب کے اور کامل ترین خلق ہے با عتبار حلم کے سب سے زیادہ ہے علم میں اور سب سے زیادہ پائیدار با عتبار اصل کے اور سب سے زیادہ بلند بہ اعتبار ذکر کے اور سب سے زیادہ قابل تعریف با عتبار مجموعہ اوصاف کے اور سب سے زیادہ قابل تعریف ہے با عتبار وصف کے، سلام ہو آپؑ پر اے دختر اس بزرگوار کی جس سے مکہ ومنیٰ نے شرف پایا، سلام ہو آپؑ پر اے دختر بحر العلوم کی فقیروں کی جائے پناہ کی، سلام ہو آپؑ پر اے دختر اس بزرگوار کی جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور جن کی تزویج آسمان میں ہوئی، سلام ہو آپؑ پر اے دختر شاہ اوصیاء اور سردار اولیاء کی، سلام ہو آپؑ پر اے دختر

اس بزرگوار کی جس کے خون کا طالب خدا ہے، سلام ہو آپؑ پر اے دختر سید الشہداء کی، سلام ہو آپؑ پر اے پارہ جگر اس بزرگوار کی جو سردار ہے تمام جوانان جنت کا، سلام ہو آپؑ پر اے دختر حضرت فاطمہ الزہراؑ کی جو سردار ہیں تمام عورات عالم کی، سلام ہو آپؑ پر اے دختر جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی جو ام المومنین ہیں، سلام ہو آپؑ پر اے جناب سکینہؑ بنت ام ربابؑ کی رحمت خدا ہو آپؑ پر اور برکات، سلام ہو آپؑ پر اے متقی اور پرہیزگار بی بی، سلام ہو آپؑ پر اے وہ بی بی جو کمسنی میں ہی فاضلہ تھیں، سلام ہو آپؑ پر اے بزرگی اور شان والی شہزادی، سلام ہو آپؑ پر اے مظلومہ جو ظلم کے ساتھ شہید کی گئی، سلام ہو آپؑ پر اے غریب الوطن بی بی، سلام ہو آپؑ پر اے وہ بی بی جو قید کر کے در بدر پھرائی گئی، سلام ہو آپؑ پر اے امتحان عظیم میں اور آزمائش میں کامیاب ہونے والی شہزادی اور جس نے اپنے نفس کو اپنے باپ پر قربان کر دیا بعد بہترین تقریر کرنے کے، اور کہا اے بابا اے بابا کس ظالم نے مجھے اس کمسنی میں یتیم کر دیا، بابا اے بابا کس ظالم نے آپؑ کی رگ گردن کو قطع کیا، سلام ہو اس شہزادی پر جو محبت حضرت سید الشہداء میں مر گئی اور جس کے انتقال سے اہل بیت اطہارؑ میں قیامت برپا ہوئی خرابہ شام میں اور یہ وہی مقام امتحان و آزمائش ہے، سلام ہو اس بی بی پر جو ملحق ہوئی اپنے جد بزرگوار اور اپنے پدر عالیمقدار سے جنت میں اور رحمت خدا ہو اور برکات ہو اس کے۔

دو رکعت نماز پڑھے دعا مانگے اور اس طرح وداع کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ وَ خَدِيْجَةَ
اَسْتَوْدِعُكِ اللّٰهَ وَاسْتَرْعِيكِ وَ اَقْرَءُ عَلَيْكِ
السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنِّیْ
لِزِيَارَةِ سَكِيْنَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَاِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَوْدَ ثُمَّ الْعَوْدَ اَبَدًا مَّا
اَبْقَيْتَنِیْ فَاِذَا تَوَفَّيْتَنِیْ فَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَتِهَا
وَ اَدْخِلْنِیْ فِیْ شَفَاعَتِهَا وَ شَفَاعَةِ جَدِّهَا وَ
اَبِيْهَا وَ اُمِّهَا وَ اَخِيْهَا بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّهَا عِنْدَكَ وَ مَنْزِلَتِهَا
لَدَيْكَ اِغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِجَمِيْعِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا
بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ النَّارِ۔

نوحہ درسوگ جناب سکینہؑ

بابا کو اپنے بی بی سکینہؑ   ہائے رونہ سکی
روتی تو مارتا تھا شمر کمینہ   ہائے رونہ سکی

۱ غربت کا بادل کھڑا تھا سر پر
کھاتی طمانچے تھے وہ بے پدر

بابا کی یادوں میں کھوئی سکینہ

۲ ہونے دو لاشوں سے رخصت مجھے
ظالم دو اتنی مہلت مجھے
پر وہ بلند کرتا تھا تازیانہ

۳ روتی تھی ناقے کی پشت پہ بی بی
پیچھے سے ظالم وہ کہتا تھا یہی
نہ رو و ماروں گا تجھ کو میں ورنہ
"بابا میرے مجھ کو دیکھو سہی
میری طرح سے نہ ہوگی کوئی
دیکھ ذرا میرے ان بالوں کو تو
بچپن ہی میں ہوگئی میں بوڑھی"

۴ صدموں سے بال ہوگئے ہیں سفید
اور کر دیا مجھ کو ظالم نے قید
مجھ سے ہوا ہے سلوک ظالمانہ

۵ حاکم نے دربار میں پوچھا مجھ سے
چہرے کو ڈھانپا ہے کیوں ہاتھوں سے
چادر نہیں سر تھا میرا برہنہ

۶ روتی تھیں آواز دھیمی وہ کر کے
کہ شمر آ کر طمانچے نہ مارے

زندان میں بی بی کا وہ گھٹنا

۷ دربان زندان میں ایک روز آئے

ننھی سکینہؑ کو قید کرنے آئے

سجادؑ بولے کہ اب روئی گی نہ

۸ ماہین بیٹی شہہ والا کی

اتنا وہ روئی گھٹ گھٹ کے روئی

امت نے مشکل کیا اس کا جینا

تمت بالخیر

کتاب ھذا کی تیاری میں جن کتابوں میں سے مدد لی گئی ہے ان کے نام پچھلی حواشی میں تحریر کئے گئے مع صحفہ وجلد نمبر کے۔۔لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جن کتابوں کی مدد سے یہ بہترین کتاب لکھی گئی ہے ان کے مصنفوں وغیرہ کے بھی نام تحریر کئے جائیں۔اللہ پاک سے بوسیلہ محمد وآل محمد یہی دعا ہے کہ ان میں سے جو بھی حیات ہیں انہیں صحت وشفا عطا فرمائے اور جو اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں ان کے درجات میں اضافہ فرمائے (آمین)

طبقات ابن سعد	شیخ ابو عبداللہ محمد ابن سعد
مسند احمد	احمد ابن جنبل
مستدرک حاکم	ابی عبداللہ محمد ابن عبداللہ حاکم نیسا بوری
قمقام زخار	فرھاد مرزا معتمد الدولہ
نفس المہموم	شیخ عباس قمی
خطیب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ مظہر حسین زیدی
سیدہ سکینہؑ	علامہ فروغ کاظمی
منتخب التواریخ	محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی
تاریخ طبری	ابی جعفر محمد ابن جریر طبری
تاریخ نسواں	خاور عثمانی

مقتل الاسلام	ابن اسحاق ہمدانی
ریاض القدس	آقائے صدرالدین قزوینی
اسلامی خواتین	علامہ راشد الخیری
تذکرۃ الصالحین	صوفی بزرگ کریم عطا شاہ
بحارالانوار	علامہ سید محمد باقر مجلسی
مدارک التنزیل	علامہ ابوالبرکات عبداللہ احمد ابن محمود النسفی
خلاصۃ المصائب	علامہ مرزا محمد ہادی لکھنوی
سوگ نامہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علامہ محمد محمدی اشتہاردی
سکینہؑ بنت الحسینؑ	سید آغا مہدی لکھنوی
خطبات محسن	علامہ محسن نقوی
براہین ساباطیہ	علامہ جواد ساباطی
احتجاج طبرسی	ابومنصور طبرسی
معالی السبطین	آقائے سید محمد مہدی مزیندرانی
مدینہ سے مدینہ تک	آیۃ اللہ سید محمد جواد ذہنی
مقتل ابی مخنف	لوط بن یحییٰ بن ابی مخنف
سردار کربلا	علامہ عباس اسماعیلی یزدی
الفضائل الخمسہ	فیروز آبادی
مستدرک الوسائل	مرزا حسین نوری
سکینہؑ سکینہؑ ہے	سید محمد ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی

کربلا کی والوں کی کہانی	
کربلا والوں کی زبانی	مرحوم سید منصور الحسن رضوی
لہوف	سید ابن طاؤس
مقتل خوارزمی	ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی
مثیر الاحزان	شیخ نجم الدین جعفر بن محمد بن جعفر بن ھبۃ اللہ بن نما الحلی
ینابیع المودۃ	شیخ سلمان حسینی
مہیج الاحزان	آقائے حسن بن محمد علی یزدی
مقتل عوالم	شیخ عبداللہ بن نوراللہ
ارشاد	شیخ مفید
انوار خمسہ	محمد بن محمد زنجانی
ناسخ التواریخ امام حسینؑ	محمد تقی بن محمد علی سپھر
الدمعۃ الساکبۃ	آقائے محمد باقر دہدشتی بہبانی نجفی
علمدار کربلا مولا عباسؑ	علامہ عباس عزیزی
وقائع الایام خیابانی	خیابانی
سرور المومن	شیخ محمد علی کاظمینی
ریاحین الشریعہ	ذبیح اللہ محلاتی
الخصائص الزینبیہؑ	مرحوم آیۃ اللہ سید نوراللہ جزائری
منتخب طریحی	شیخ فخرالدین طریحی
جلاء العیون	علامہ سید محمد باقر مجلسی

تحفۃ الذاکرین	سید افسر حسین رضوی
مصائب جناب سکینہؑ	جناب حسین صبوری صاحب
احسان وایمان	علامہ ضمیر اختر نقوی
قصہ کربلا	علی نظری منفرد
سرگذشت جانسوز حضرت رقیہ	محمد محمدی اشتہاردی
وقایع الحوادث	محمد باقر ملبوسی
حضرت رقیہؑ	شیخ علی فلسفی
انوار الشہادۃ	محمد حسن بن علی یزدی
ستارہ درخشان شام	شیخ علی ربانی خلخالی
ثمرات الحیاۃ	سید محمود امامی اصفہانی
مظلومہ کربلا	سید محمد حسین جعفری
توضیع عزا	علامہ حسین بخش بن شیخ سعدی اثنا عشری دہلوی
بحر المصائب	علامہ ریاض حسین جعفری
مقتل جامع مقرم	مرحوم سید عبد الرزاق مقرم
تذکرۃ الشہداء	ملا حبیب اللہ کاشانی
مسافرہ شام زینبؑ بنت علیؑ	علامہ سید ابوالقاسم الدیباجی
الطراز المذہب	عباسقلی خان سپھر
تاریخ ابن اثیر	علامہ حافظ ابولفدا اعماد الدین ابن کثیر دمشقی
اعلام الوری	ابو علی فضل بن حسن طبرسی

صحیفہ کربلا	علی نظری منفرد
داستان غم انگیز حضرت رقیہؑ	علی شیرازی
منہاج الولایہ	عبدالباقی صوفی تبریزی
عیون اخبار	شیخ صدوق
بلاغات النساء	احمد ابن ابی طاہر طیفور
بحور الغمہ	علامہ محمد علی لکھنوی
مرقاۃ الایقان	سید محمد باقر بن سید حسین علوی موسوی گنجوی
کربلا امام زمانہؑ اور ہماری ذمہ داریاں	علامہ صادق حسن
گلزار خطابت	آیۃ اللہ حسین بخش جاڑا
اجساد جاویدان	علی اکبر مہدی پور
فروع کافی	ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی
مدینۃ المعاجز	ہاشم بن سلیمان بحرانی
تاریخ الامم لملوک	ابو جریر طبری
اعلام النساء	شیخ محمد حسون وام علی مشکور
دفیات الاعیان	ابی عباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان
نور الابصار	شبلنجی شافعی
اخبار الزینبیات عبیدلی	محمد جواد مرعشی
السیدہ زینبؑ	محمود شرقاوی

کوکب الدریۃ — عبدالروف مناوی

اسد الغابہ — عزیز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجزری الشھیر ابن الاثیر

تاریخ واماکن سیاحتی و زیارتی سوریہ — ڈاکٹر اصغر قائدان

حضرت ربابؑ — علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن